

# پیشانی

انوار صدیقی



[www.allpdfstuff.blogspot.com](http://www.allpdfstuff.blogspot.com)



[www.allpdfstuff.blogspot.com](http://www.allpdfstuff.blogspot.com)

ایک پراسرار  
اور  
طسمانی  
آپ بیتی

[www.allpdfstuff.blogspot.com](http://www.allpdfstuff.blogspot.com)

برہم چاری

الوارضہ دلتی

مکتبہ القریش، سرکر روڈ، اردو بازار لاہور

[www.allpdfstuff.blogspot.com](http://www.allpdfstuff.blogspot.com)

## تعارف

”برہمچاری“ عین عالم شباب میں مکتبہ القریش لاہور سے منظر عام پر آ رہا ہے۔ عالم شباب سے میری مراد یہ ہے کہ اس کی قسط وار اشاعت ماہنامہ ”جاسوسی ڈائجسٹ“ کراچی میں تقریباً پچیس سال قبل شروع ہوئی تھی۔ کتابی صورت میں یہ پہلی بار آپ کے ہاتھوں تک پہنچا ہے۔ اس کی اشاعت کے سلسلے میں سب سے پیشتر میں برادرم معراج رسول صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ”برہمچاری“ کو کتابی شکل میں کسی دوسرے ادارے سے شائع کرنے کی اجازت دی۔ یوں بھی ان کے احسانات مجھ پر بے شمار ہیں۔

”برہمچاری“ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو پراسرار علم کے حصول میں تارک الدنیا تو نہیں ہوا لیکن اتنا طاقت ور ضرور ہو گیا کہ خود کو سب سے زیادہ قد آور اور حرف آخر سمجھنے لگا۔ انسان جب غرور اور تکبر کے نشے میں سرشار ہو تو پھر دوسری قوتوں سے ٹکرانا بھی اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک چلتا رہے گا۔ بڑائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے لیکن رحمانی قوتوں کے سامنے ان کی فرعونیت پانی کے بلبلے سے زیادہ ناپائیدار ثابت ہوئی، چوٹی جسامت کے اعتبار سے اگرچہ فیل بدست کے مقابلے میں بڑی حقیر ہوتی ہے لیکن قدرت کا ایک اشارہ اسی کو باہمی کی موت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

پراسرار اور ناقابل یقین کمائیوں کے پس منظر میں اگرچہ بڑھنے والوں کے ذوق اور شوق کے پیش نظر کچھ باتوں کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ قانون قدرت میں تبدیلیاں لانے والے ہمیشہ ہولناک اور عبرتناک انجام کو پہنچے ہیں، فتح ہمیشہ حق و صداقت کی ہوتی ہے۔

آپ ”انکا“ ”قابلا“ ”سونگھٹ کا پجاری“ ”غلام روہیں“ ”امبر نیل“ اور ”خبیث“ کے علاوہ بھی بہت سارے ایسے سلسلے پڑھ چکے ہیں جن کا نام آپ کی پسند کی ضمانت بن چکا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ ”برہمچاری“ کے پراسرار ہنگامے اور ہولناک واقعات بھی آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔

انوار صدیقی  
کراچی  
www.allpdfstuff.blogspot.com

www.allpdfstuff.blogspot.com

### جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر	محمد علی قریشی
باہتمام	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	نیراسد پریس لاہور
سرورق	ذاکر
یاراول	نومبر 1997ء
قیمت	=/150 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

ناول : برہنچاری

مصنف : انوار سیدیقی

سین اشاعت : ۲۰۰۷ء

قیمت : ۳۵۰/- روپے

مطبوعہ : فائن آفنیٹ پریس، شاہدہ دہلی - 32

ناشر : کتاب والا 2794 گلی جھوت والی،

پہاڑی پوچھو دہلی - 110006

ISBN : 81-89369-30-X

www.allpdfstuff.blogspot.com

Barbanchri

By: Anwar Siddiqui

Price : Rs.350/-

Edition : 2007

KITAB WALA

2794, Gali Jhot Wali,

Fahari Bhojla, Delhi - 110006

Ph.: (O)2328 1499, 23240779, (R)2328 2249

اس وقت جبکہ میں اپنی زندگی کا یہ عجیب و غریب داستان تحریر کرتے بیٹھا ہوں میری عمر سترہ سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ میرے قریبی عزیز کے ساتھ ساتھ بڑے بچے ہیں۔ لیکن میری چھٹی پر عمر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہی طور پر اب بھی میں خود کو چھٹی اور تیرا ہوتا ہوں مگر ایسا نہ ہوتا تو میں ماضی کی اس داستان کو جس کا شیرازہ ماضی کے سپرد سنا ہوا ہے، بھرا ہوا ہے۔ اپنی تسلی سے مرثیہ نہ کہ سنگ گھر بھی میں قارئین سے درخواست کرتوں گا کہ اگر یہی تحریک انگیز کہانی کے درمیان کوئی جھول نظر آئے تو اسے میرے پوسٹلپ کے قبول کر کے فراہم کر دیا جائے۔ میں یہ بھی عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں بنیادی طور پر کوئی واقعہ حسبِ حال کہانی نہیں کہتا ہوں اس لئے میری زندگی کی اس پر امر اور داستان کا اسب کی محفل پر نہ بکھا جائے۔ میں جسے سادے انداز میں اپنی کہانی تحریر کر رہا ہوں۔ میں اپنے داستان کی چھٹی کے سلسلہ میں نہ تو قسم کھاتے گا نہ کوئی بیچہ نہ دے دے گا۔ کوئی گالی نہ دے گا۔ نہ کہانی کا شہرہ کھلے گا کہ اگر سچ رہا تو اور شہرہ کی کہانی پر اتنا واقفیت کو بکھا جائے تو اس داستان کا ایک ایک نقطہ ہر وقت پر ہی نظر آئے گا۔ ان قلمی جملوں کے بعد اب میں اپنی کہانی شروع کرتا ہوں جس کا ایک ایک واقعہ اور حادثہ آج بھی میرے ذہن کے پردوں پر رونما ہونے کی طرح محفوظ ہے۔

میرا تعلق بریلی کے ایک سرائے گھرانے سے ہے۔ میرے والد کوئی چھتہ چھتہ آدمی تھے۔ ایک گلاب کے باغیچے کا مالک تھے۔ ہمارا خاندان کل چار افراد پر مشتمل تھا۔ میرے والد، والدہ، ایک اور میری بڑی بہن۔ ہماری دواؤں کا بندوبست گلاب کی شاخوں اور چھٹی سے تھی۔ ایک مختصر سے مکتب میں تھا۔ گلاب صاحب میرے والد پر بیٹے سے میری بھائی کے علاوہ بھی اکثر چھٹے سوائے والد سے تھے۔ والد اپنے مکتب میں میرا داخل بھی گلاب صاحب کے حکم پر ہوا تھا۔ میں گلاب کی شخصیت کو اسے اپنے خاندان والوں کے لئے فرشتہ و جنت سمجھتا تھا۔ لیکن فرشتوں کے گھر میں شیطان کا بھی ہونا کوئی عجیب چیز نہ تھی۔ گلاب کا بچا ہوا تو قریب الدین اکتالی ہوا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ اس کے گھر بیٹے بھی چھٹے اور والد کی مجلسین کو کھانا دینا تھا۔ ان کی عمریں تو اس وقت ہی کوئی چھ سال تھیں۔



لہوں اور میرا ذہن مگر کسی میں غلطی کرنے لگا۔ میں بیوی ہو گیا تھا۔

خداوند جب میرا ذہن بالکل اور میں اپنی حالت میں آیا تو میری غمگین سے پہلے جس شخص پر پڑی وہ قراب صاحب کا بدگمانی لڑکا قریہ الدین تھا۔ اس وقت وہ نئے میں بدی طرح دست قیام اور مجھے قریہ الدین اور حادیت میری نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھیں ہاتھ پر ایک لائے تھوڑا صاحب موجود تھا جسے میں پہلے بھی بار بار دیکھا تھا۔ چند سالے تک میں قریہ الدین کو غور سے نظروں سے دیکھتا رہا۔ پہلے وہ بے رونما ہونے والے نظریں جھلکتے تھے۔ میری قوت گویائی سبب کوئی تھی۔ قریہ الدین نے مجھے ہوش میں دیکھا تو اپنے صاحب کو جس کا نام بانگے میں تھا چاہت کر کے کہہ۔

”ہنگے مجھے اس کیفیت کے سلسلے میں تشویش تھی لیکن اب کوئی خطہ نہیں۔ تم نے باقی کمال انعام کارنامہ مراعات دیا ہے۔“

”پہلے سرکار یہ سب آپ کی نوازشوں کا سبب ہے۔“ بانگے میں آہستہ سے بولا۔ پھر میری سمت غور سے نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچنے لگے۔ ”مگر حکم ہو تو اس آدمی کو سزا کی بھی سزا ملے گا۔“

”جس شخص کی کہنا ہے بانگے میں غمگین تھی۔“ قریہ الدین غور سے دیکھا۔ ”ختم دہان دولت اس بد بخت کو اپنے گویوں کے دلچسپ مزاج پارے پاتا ہو رہی کسی دوسرے میں اسے اچھ کر کے دین کر رہا۔“

”مہ پارہ کے لئے سرکار کا حکم ہے۔“

مہ پارہ کا نام سن کر میں چونکا۔ جس انداز اور لہجے میں بانگے میں نے میری بہن کا نام لیا تھا اس سے یہ نتیجہ اٹھ کر لیتا تھا۔ دشوار نہ تھا کہ ان خالوں نے میری بہن کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا۔ میں قریہ الدین کی بدکرداری کے نئے پہلے بھی سن چکا تھا لیکن اس وقت اس کی ہانگہ بہن سے اپنی مصوم اور پاکیزہ بہن کا نام بھر میرا خون کھیل اٹھ گیا۔ میں نے شدید الجھے کی حالت میں اپنے کسی کو بخش کی تو معلوم ہوا کہ ان درمیان نے پہلے ہی سے میری نظریں کھینچ رکھی تھیں۔ قریہ الدین نے میری شکل بار بار لہوں کا مصوم بھارتیہ کی شکل سے دیکھا تھا۔

”ظہیر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مہ پارہ کا نام بھر دیکھ صاحب ہو گئے ہو۔ گہرے میں رہا میں تم کو بھی حقیقت بتا رہی۔ میں نے کے پس پہلے کا انداز دہات کر رہا ہوں۔“

اجتاج کے طور پر میں ہاتھ پاؤں مارنے کے ساتھ اور نہ کر سکا۔ مجھے بھی کچھ انداز

ہونے کے سبب میں بڑے یا مح سے کوئی کواڑ نکالنے سے بھی قاصر تھا۔ میری ہاتھ ہاتھیں چاہت میری پڑی تو مجھے شہنشاہ میں اپنا طون جھجھکتا محسوس ہوا۔ میں نے اپنی نظریں بند کر کے عالم میں تھی۔ یہ کہہ کر لی۔ وہ سحر میری گہوار نظروں سے دیکھا اسے دیکھ دیکھنے کی تپ تپ میں نہ تھی۔ میں نے سستی پر اپنی مصوم بہن کی برہنہ لاش دیکھی۔ تھی۔ میری بہن کے ساتھ وہ شہنشاہ کھیل کھیل گیا۔ وہ اس کے قصور ہی نے مجھے جھجھکا کر دکھایا۔ میں لپٹا کر کینچروں سے دو چار تھا کہ قریہ الدین کا قہقہہ ایک بار پھر میری قوت طاقت کو بھونک کر گیا۔

”بانگے میں۔۔۔۔۔۔“ قریہ الدین کی کواڑ کہنے میں کوئی پہلے میرا ارادہ تھا کہ وہ پارہ کے مصروفیت جسم کو دریاں ہاتھوں کی غور کر دیا جائے مگر اس میں نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا۔ ”تم اب مہ پارہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔ ان لاشوں ہماری بہن کی لاشوں کو ایک ہی غم میں ایک ساتھ دین کر دینا۔“

میری بہن نے بھی غم کے آئینہ رلا دی تھی۔ اگر اس وقت میرے ہاتھ پاؤں آزاد ہونے تو میں تمام احتیاط اور محنت کو نظر انداز کر کے اپنی اور قریہ الدین کی بہن ایک کر دیتا۔ میرے دل پر اس وقت جو کچھ مجھ پر رہی تھی اس کا اندازہ میرے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ میری بہن کی بہن لاش میرے سامنے پڑی تھی۔ اس کے مصوم جسم کو دوسرے والا ڈاکو بھی میری نظروں کے سامنے موجود تھا لیکن میں بے دست و پا تھا اس فلم کے خلاف احتجاج کرنے سے بھی قاصر تھا۔

بانگے میں قریہ الدین کا حکم سن کر آگے بڑھتے تھے سمیٹ کر میرے ہی دل پر کھڑا کیا۔ پھر مجھے اپنے کندھے پر اٹھ کر باہر لے گیا۔ ایک طرف مہ پارہ کا جھٹکا اٹھام مجھے غم کے آئینہ رلا نہ تھا۔ دوسری طرف مجھے بانگے میں کے پارخانہ مدیے پر تیز تھی۔ میرے والد کے اور اس کے تعلقات ایسے تھے پراتے تھے ایک سوچ پہ میرے مرحوم باپ نے اس کو قراب صاحب سے سٹوڈنٹ کر کے ملازمت سے برطرف ہونے سے چھوڑا تھا۔ کچھ دیر بانگے میں ”احسن قریہ الدین“ ایک جلدی صورت میں مجھ سے چلا آیا تھا۔

باہر لا کر مجھے ایک بڑے گاڑی میں اٹھ دیا گیا۔ بانگے میں غم واپس کیلئے گھبراؤ آئے والے حالت کے قصور سے میرے بدن کے دو گئے کھڑے ہو گئے۔ مجھے اپنی موت کا اچھا خوف نہ تھا۔ اس بات کو صاف سوچ کر میرا دل کھانا جا رہا تھا کہ کچھ دیر بعد میری بہن کی لاش کو میرے قریب لا کر رکھا جائے گا۔ میرا ذہن بھلا ہوا تھا لیکن اب ایک ترکیب





بے اختیار اس سے لپٹ کر رونے لگا۔ خاندان کی بریادی اور والدین اور ہمیشہ کی موت کا غم شدت اختیار کرتا جا رہا تھا میں سسکیاں لے لے کر روتا رہا۔ بانکے خاں کی کشادہ آغوش میرے لئے وا تھی۔ جب میری سسکیاں مدھم پڑیں تو بانکے خاں مجھے بازوؤں سے پکڑا کر بولا۔

”سنو شبیر! میں نے مہ پارہ کی لاش کو پورے عزت و احترام سے دفن کر دیا ہے۔ اس خیال سے کہ یہ راز طشت از بام نہ ہو میں اپنے ہمراہ دوسرے آدمیوں کو نہیں لایا۔ تم میری بات غور سے سنو۔ میں تم کو خدا کے حوالے کر کے آزاد کرتا ہوں۔ تم میاں سے سیدھے متھرا جاؤ وہاں میرا ایک دوست شبین مرزا رہتا ہے، میں نے اس کے نام خط لکھ دیا ہے۔ تم اس خط کو لے کر شبین مرزا کے پاس جاؤ۔ مجھے قوی امید ہے کہ وہ تم سے محبت سے پیش آئے گا۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔ کچھ عرصے تک تمہیں پوشیدہ رہنا پڑیگا۔ اس کے بعد تمہیں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے۔ نئی زندگی! جس کا ایک مقصد ہمیشہ پیش نظر رکھنا، تمہیں چھوٹے نواب سے انتقام لینا ہے۔ اپنے بوڑھے والدین اور اپنی مرحوم بہن کا انتقام۔ اس کے لئے تمہیں طاقت کی ضرورت ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں میرے بیٹے کہ اگر عمر نے میرے ساتھ وفا کی تو میں اس انتقام کا موقع تمہیں ضرور فراہم کروں گا۔“

بانکے خاں مجھے نصیحتیں کرتا رہا۔ آئندہ کیلئے ضروری مشوروں سے نوازتا رہا پھر اس نے مجھے ایک بند لٹافہ دیا جس پر شبین مرزا کا پتہ درج تھا۔ بعد ازاں اس نے آخری بار مجھے سینے سے لگا کر روتے ہوئے خدا حافظ کہا تو میں ایک بار پھر رو پڑا۔ بڑی دیر تک سسکتا رہا پھر رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

”بانکے خاں۔ جہاں تم نے میرے ساتھ اتنی مہربانی کی ہے وہاں ایک کرم اور کرو۔ مجھے مہ پارہ کی قبر تک لے چلو اگر میں نے بہن کی قبر پر فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی روح مجھ سے شاکی رہے گی۔“

بانکے خاں نے نہ جانے کن مصلحتوں کی بنا پر تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے ساتھ میری درخواست منظور کر لی اور مجھے ساتھ لے کر اس جگہ پہنچا جہاں دیرانے میں ایک بڑی حسرت بھری نظروں سے میری آمد کی راہ تک رہی تھی، قبر کے قریب پہنچ کر فاتحہ پڑھی پھر دیوانہ وار اپنی مرحوم بہن کی قبر سے لپٹ کر رونے لگا۔ بانکے خاں نے مجھے سمجھا بھجا کر فوری طور پر سرحد عبور کرنے کا مشورہ دیا۔ میں نے کسی اندرونی کے تحت، بہن کی قبر کی تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اپنی جیب میں رکھی اور قبر پر آخ

حسرت بھری نظر ڈالتا، بانکے خاں کے ساتھ ہو لیا۔ اس وقت مجھ پر کیا مگر رہی تھی یہ میرا دل ہی بہتر جانتا ہے۔ بانکے خاں میرا بازو تھامے تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ ایک سچے دوست اور ہمدرد کی طرح وہ مگرے ہوئے اور آنے والے حالات کے بارے میں سمجھا رہا تھا۔ تقریباً دو فرلانگ تک وہ میرے ساتھ رہا پھر کچے راستے پر پہنچ کر رک گیا اور بولا۔

”شبیر بیٹے! یہ راستہ تمہیں متھرا تک پہنچا دے گا۔ میں نے جو نصیحتیں تمہیں کی ہیں ان کا خیال رکھنا۔ جذبات سے کھیلنے کی کوشش کبھی نہ کرنا۔ ہر کام کیلئے ایک وقت مقرر ہے۔ جلد بازی کرنے والے مایوسیوں کا شکار بن جاتے ہیں۔ تمہیں بڑے مہربان سے کام لینا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے میری باتوں پر عمل کیا اور موقع شناسی کا ثبوت دیا تو کامرانیاں تمہارے قدم ضرور چومیں گی۔“

مجھے وہ دن اور وہ لمحات آج بھی یاد ہیں جب بانکے خاں نے آخری بار مجھے اپنے سینے سے لپٹا کر خدا حافظ کہا تھا۔ بانکے خاں بڑے دل گردے اور انتہائی سخت جان کا مالک تھا لیکن مجھے رخصت کرتے وقت اس کی آنکھیں بھی نمناک ہو گئیں۔ آنسوؤں کا سمندر اس کی نظروں کے پیچھے موجزن تھا، جنہیں روکنے کیلئے وہ اپنے ہونٹوں کو بڑی سختی سے بھینچے ہوئے تھا۔ میں نے رندھی ہوئی آواز میں اسے خدا حافظ کہا اور کچے راستے پر ہو لیا۔ میرے سامنے ہر سو تاریکی تھی۔ مجھے ان تاریکیوں کا سینہ چیر کر آگے بڑھنا تھا!



متھرا پہنچ کر شبین مرزا کا مکان تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ راستے کی صعوبتوں نے مجھے بڑھال کر دیا تھا، اس بات کا خطرہ بھی لاحق تھا کہ اگر مجھے نواب فرید الدین کے کسی آدمی نے دیکھ لیا تو نہ صرف مجھ پر عرصہ حیات تنگ ہو جائے گا بلکہ بانکے خاں کی بھی شامت آجائے گی۔ لیکن خدا شکر ہے کہ ایسی کوئی مشکل مجھے پیش نہیں آئی۔ شبین مرزا نے بانکے خاں کا خط پڑھ کر مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ متھرا میں وہ دو کمروں کے ایک مختصر سے مکان میں رہتا تھا، جس کے آگے پیچھے بڑے بڑے دالان تھے۔ پچھلی سمت خاصا بڑا صحن تھا جس میں بیک وقت دس بارہ پلنگ بہ آسانی آسکتے تھے۔ رہائش کے لئے بس دو کمرے تھے۔ ایک میں شبین مرزا نے اپنی بیٹھک بنا رکھی تھی۔ دوسرے کمرے میں اس کی نوجوان لڑکی نعیمہ تن تنہا رہتی تھی۔ شبین مرزا کی بیوی کو مرے تین سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ نعیمہ کے ضمن میں مجھے شبین مرزا نے بڑے درد بھرے لہجے میں بتایا کہ اس کی شادی گیارہ ماہ پیشتر ایک مقامی تاجر کے لڑکے سے ہوئی تھی لیکن بعد میں



معلوم ہوا کہ وہ لڑکا پہلے ہی سے شادی شدہ تھا۔ دو ماہ تک حالات ڈانواں ڈول رہے پھر شبن مرزا نے نعیمہ کو طلاق دلا کر گھر بٹھا لیا۔ اس کے بعد سے شبن مرزا نے متعدد اچھے رشتے تلاش کئے لیکن نعیمہ پہلی شادی کے نتائج کے بعد سے کچھ ایسی دل برداشتہ ہو گئی تھی کہ اس نے صاف طور پر شادی سے انکار کر دیا۔ شبن مرزا بیٹی کو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی عزیز رکھتے تھے اس لئے انھوں نے نعیمہ کے انکار کے بعد اس پر زور نہیں دیا۔

نعیمہ کی عمر اس وقت بھی کوئی اٹھارہ سال رہی ہوگی۔ صدمے اور تنہائی کے ملے جلے احساسات نے اسے بہت کم سخن بنا دیا تھا لیکن نقش و نگار کے اعتبار سے اسے خوبصورت کہا جا سکتا تھا۔ شبن مرزا نے نعیمہ سے میرا تعارف کرایا تو نعیمہ نے ایک اچھٹی سی نظر میرے اوپر ڈالی پھر نظریں جھکائے واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں شبن مرزا کو اپنی رو داد سنانے لگا۔ شبن مرزا بڑی سنجیدگی اور توجہ سے میری داستان سنتے رہے جب میں چپ ہوا تو وہ ٹھنڈی سانس لیکر بولے۔

”بانگے خاں نے اچھا کیا جو تمہیں میرے پاس بھیج دیا۔ تم اب اسے اپنا گھر سمجھو۔ آرام سے رہو۔ البتہ ایک مشورہ میں ضرور دوں گا۔ حالات کے پیش نظر تمہیں کافی عرصے تک روپوش رہنا پڑے گا۔ فرید الدین کے کچھ زر خرید غلام یہاں مقیم ہیں بھی موجود ہیں جو آئے دن یہاں سے بھولی بھالی لڑکیوں کو اپنے سنہری جال میں پھنسا کر لجاتے ہیں اور ان کی زندگیاں برباد کر دیتے ہیں۔ اگر تم یہاں دیکھ لئے گئے تو پھر بانگے خاں بھی فرید الدین کے عتاب سے محفوظ نہیں رہ سکے گا“

”میرا اپنا ارادہ بھی یہی ہے مرزا صاحب لیکن -----“ میں اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ میری آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ میری آنکھوں میں آنسو چھلکے تو شبن مرزا نے جلدی سے کہا۔

”شبن بیٹے -----! میں نے دنیا دیکھ رکھی ہے۔ زمانے کے سرد و گرم نے مجھے بھی نازک احساسات سے نوازا ہے۔ جو کچھ تمہارے اوپر گزری ہے اور جو تم محسوس کر رہے ہو۔ میں جانتا ہوں لیکن میرے بچے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے۔ تمہیں کسی قسم کی مایوسی کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے۔ اگر تم نے مجھے اپنا سمجھا تو مجھے خوشی ہوگی۔“

شبن مرزا کی ہمدردانہ گفتگو سن کر میرا دل اور بھر آیا۔ میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

شفیق آدمی مل گیا، ورنہ نہ جانے کیا حالات پیش آتے۔ میری رگوں میں شریف ماں باپ کا خون موجود ہے، میں تازیت آپ کا یہ احسان فراموش نہیں کروں گا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میری وجہ سے آپ پر کوئی بوجھ نہ پڑے۔“

”اوہ۔ تو تم یہ سوچ رہے تھے۔“ شبن مرزا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر میرے سر پر بڑی محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔ ”میرے بیٹے! انسان وہی ہے جو وقت پر دوسرے کے کام آئے، تم اپنے دل میں ان باتوں کو کوئی جگہ نہ دو، اگر تم نے خود کو میرے لئے خدا کی رحمت کے بجائے بوجھ سمجھا تو مجھے شدید صدمہ ہو گا۔“

حالات نے مجھے بے بسی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ میں شبن مرزا کی بات پر سر تسلیم خم کر دوں، یوں بھی شبن مرزا میرے لئے فرشتہ رحمت سے کم نہ تھا۔ میں نے خدا کا نام لے کر خود کو حالات کے سپرد کر دیا۔!!



ڈیڑھ سال تک میری کیفیت اس مجرم جیسی رہی جسے نظر بند کر دیا گیا ہو۔ اس طویل عرصے میں، میں نے خود کو شبن مرزا کے مکان کی چار دیواری کی حدود کے اندر مقید کر لیا تھا۔ شبن مرزا نے اس عرصے میں جس خلوص، محبت، اور اپنائیت کا ثبوت دیا، اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ نعیمہ شروع شروع میں مجھ سے کھینچی کھینچی رہی لیکن جلد ہی بے تکلف ہو گئی۔ ہمارے درمیان اب کوئی حجاب مانع نہ تھا۔ وہ مجھ سے ہمیشہ بڑی محبت سے پیش آتی۔ یوں جیسے ہم دونوں ایک دوسرے سے جنم جنم سے واقف ہوں۔ شبن مرزا مقیم کے ایک ہندو سینٹھ کے ہاں ملازم تھے۔ صبح آٹھ بجے نکلتے تو شام چھ بجے گھر واپس لوٹتے، اس وقفے میں نعیمہ اور میں بیٹھے دنیا جمان کی باتیں کرتے رہتے، ایک دو بار میں نے نعیمہ کو شادی کی ناکامی کے سلسلے میں کریدنا چاہا لیکن نعیمہ بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹال گئی۔ میں نے اس کے نجی معاملات کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ کچھ دنوں سے میں محسوس کر رہا تھا کہ نعیمہ مجھ میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ حالات کے پیش نظر، میں نعیمہ کے سلسلے میں بڑا محتاط رہتا تھا کہ کہیں نادانستگی میں مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جو مجھے اس مقام سے گرا دے جو میں نے بڑی مشکلوں کے بعد شبن مرزا کی نگاہوں میں پیدا کیا تھا، اس احساس نے مجھے اس درجہ محتاط کیا کہ میں دیدہ دانستہ نعیمہ سے کتراتے لگا۔ کچھ دنوں تک وہ میری دوری اور الگ تھلگ رہنے کو نظر انداز کرتی رہی لیکن ایک روز جب شبن مرزا کے جانے کے بعد میں ان کے کمرے میں بیٹھا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تو

ایسا سوچا بھی نہ تھا۔ ایک لمحے تک میں سکتے کی حالت سے دو چار رہا پھر دبی زبان میں بولا۔

”نہیہ تم میری محنت ہو، میں تمہاری بڑی عزت۔“  
 ”نہیں شبیر نہیں۔“ نہیہ نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا ”تم مجھے محنت سمجھنے  
 کے بجائے اپنی کینز بنا لو تو مجھے زیادہ مسرت ہو گی، مجھے تمہارے سنارے کی ضرورت ہے  
 شبیر!“

اور \_\_\_\_\_ قبل اس بکے کہ میں کوئی جواب دیتا نیسے بے اختیار مجھ سے لپٹ کر بسکنے لگی۔ میری حالت غیر ہو رہی تھی، ایک جوان جسم کے قرب نے مجھے بھائی کی کیفیت سے دو چار کر دیا تھا۔ میرے لئے یہ تجربہ بالکل نیا اور انوکھا تھا، میری شریانوں میں جیسے خون کی بجائے بجلی گردش کر رہی تھی۔ یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا، میں نیسے کو دھتکار کر احسان فراموشی کے الزام سے بچ سکتا تھا۔ دوسری طرف اس کا قرب مجھے بے چین کر رہا تھا، میں اس کشش سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا لیکن زندگی کے اس تجربے نے مجھے تسخیر کر لیا، میں نیسے کو خود سے الگ نہ کر سکا، اسکو خود سے اتنا قریب کر لیا کہ ہمارے دلوں کی دھڑکنیں آپس میں مدغم ہونے لگیں، لمحے طویل ہونے لگے، منتشر منتشر سانسیں کی رفتار تیز ہونے لگی، میں بک رہا تھا کہ یکلفت میرا ضمیر جاگ اٹھا، میرے دل سے آواز آئی۔

”سنبلو شبیر۔۔۔۔۔ تم غلط راستے پر جا رہے ہو، نیمہ تمہارا من کی بیٹی ہے، تم اپنے محسن کے اعتماد کو دھوکہ دے رہے ہو، اگر ایک بار تمہارے پاس آئے گا تو پھر تم کبھی نہ سنبل کو گھرے۔“

اچانک میں جیسے اندھیرے سے روشنی میں آگیا۔ میں نے آہستہ سے نیچے کو خود سے علیحدہ کیا اور بولا۔

”نیمہ۔۔۔۔۔۔ جذبات کی رو میں بہہ جانا گناہ ہے۔ ہمیں اس ضمن میں اپنے  
بڑوں سے گفتگو کرنی چاہئے۔ جو کچھ ہوا ہے اس پر مجھے افسوس ہے۔ خدا ہم دونوں کو  
معاف کرے۔“

”محبت گناہ نہیں ہے شبیر!“ نچہ نے شرابی شرابی نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ ”مجھے امید ہے کہ ابا جان میری خوشیوں سے کبھی انکار نہیں کریں گے۔ تم نے ویسے بھی انھیں اپنا بنا رکھا ہے۔“

”یہ سب خدا کا کرم ہے نعیہ۔ ورنہ مجھے تو اپنی زندگی سے مایوسی ہو چکی تھی۔“

”اور اب۔۔۔۔۔۔“ نعیہ نے شرارت بھرے لہجہ میں مجھ سے سوال کیا، پھر خود

نعیمہ میرے پاس آئی اور قدرے سنجیدگی سے بولی۔

”شیر۔۔۔۔۔! میں عموں کر رہی ہوں کہ آجکل تم مجھ سے کچھ کچھ کہنے سے  
رہتے ہو۔ کیا کوئی خاص وجہ ہے؟“  
”ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آؤ بیٹھو۔“ میں نے کتاب بند کر کے رکھی اور جلدی سے  
اٹھ کر بیٹھ گیا۔

نیمہ ڈیڑھ سال کے عرصے میں خاصی صحت مند ہو گئی تھی، اس کا حسن پہلے کے مقابلے میں بھر نکل کر آیا تھا۔ پتہ نہیں یہ میری رفاقت کا نتیجہ تھا یا کوئی اور بات تھی، ہر حال اس وقت میری بات پر عمل کرنے کے بجائے وہ اپنے جگہ خاموش کھڑی جن نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی ان میں شکایت بھی تھی اور بے پناہ اہانت کا جذبہ بھی تھا۔ میرے لئے ان نگاہوں کی تاب لانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کی غماز آلود نگاہیں میرے جذبات کو گدگد رہی تھیں، میں نے پلکیں جھپکائیں اور مسکرا کر کہا۔

”نفع۔ اگر اب میں کسوں کہ آجکل تم مجھ سے دور دور رہتی ہو تو تمہارا جواب کیا ہو  
 گا۔“

”میرا جواب۔“ نغمہ بد ستور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے بولی۔ ”کیا تم جواب چاہتے“

نہ جانے نغمہ کی نظروں میں وہ کیسا سحر تھا کہ میں خود کو اس وقت اس کے سامنے قطعی بے بس سمجھ رہا تھا۔ اس دن سے پیشتر میں نے ایسا کبھی محسوس نہیں کیا تھا، پھر؟ اچانک مجھے کیا ہو رہا تھا؟ اسی میں اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ نغمہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میرے نزدیک آئی، میں گھبرا کر اٹھ گیا، کچھ کہنا چاہا لیکن آواز میرے حلق میں پھنس کر رہ گئی، مجھے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

”تم میرا جواب سننا پسند کرو گے شبیر۔“ نغمہ کا لہجہ بڑا مترنم تھا۔  
میں بدستور خاموش رہا تو وہ بولی۔

”تم نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے شہیر۔ ہاں، میں نے طے کر لیا تھا کہ اب کسی مرد کو اپنا نہیں کہوں گی لیکن تم ————— تم نے میری سوچ کے زاوئے بدل دیئے ہیں، میں محسوس کرتی ہوں جیسے میری زندگی تمہارے بغیر نامکمل ہے، میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔“

نعمہ میرے احتیاط برتنے سے اس قدر اچانک اتنی جذباتی ہو جائے گی، میں نے کبھی

ہی لجا کر دوسرے کمرے کی سمت بھاگ گئی۔

مجھے شبن مرزا کے گھر میں خود کو نظر بند کئے پورا ڈیڑھ سال گزر چکا تھا۔ میرا دل زندگی کی اس یکسانیت سے آگتا چکا تھا۔ میرے پیش نظر ابھی بہت کچھ تھا۔ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر اپنا مستقبل بنانا چاہتا تھا۔ مجھے ابھی اپنے والدین کے قاتلوں سے اپنا انتقام بھی لینا تھا، ان کاموں کے لئے جدوجہد بھی ضروری تھی۔ ڈیڑھ سال میں میری ہیئت بھی خاصی بدل چکی تھی۔ شبن مرزا کی محبت نے میرے غموں کے بوجھ کو بڑا ہلکا کر دیا تھا۔ ایک روز میں نے موقع پا کر شبن مرزا پر اپنی خواہشات کا اظہار کر دیا۔ شبن مرزا نے میری بات بڑی توجہ سے سنی پھر بولے۔

”بیٹے — تمہیں اب ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہارے باہر آنے جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن ایک بات کا ضرور خیال رکھنا، تم اپنا اصلی نام کسی پر ظاہر نہیں کرو گے۔“

”میں اس کی اہمیت سمجھتا ہوں مرزا صاحب، ہانکے خاں نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔“ میں نے بڑی سعادت مندی سے جواب دیا پھر بولا۔ ”اس وقت میں آپ سے ایک اور اہم بات کے سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ مجھے اپنے اثر و رسوخ سے کہیں ملازمت دلوا دیں تو بڑی نوازش ہو گی۔“

”اتنی جلدی کیا ہے میرے بیٹے! میرا خیال ہے کہ تم ملازمت کے بجائے اپنی پڑھائی کا سلسلہ از سر نو شروع کر دو تو زیادہ بہتر ہو گا“ ڈیڑھ دو سو کی ملازمت سے بھلا کیا حاصل ہو گا۔“

”میں پڑھائی کا سلسلہ بھی جاری رکھوں گا لیکن ملازمت بہر حال ضروری ہے۔“ میں نے دہلی زبان میں کہا۔

شبن مرزا میرے اصرار پر اس بات کے لئے رضامند ہو گئے کہ وہ جلد ہی میرے لئے ملازمت کا کوئی معقول بندوبست کر دیں گے ان کے کام پر چلے جانے کے بعد، اس روز میں نے ڈیڑھ سال بعد پہلی بار گھر کی دہلیز سے باہر قدم نکالا۔ مجھے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا جیسے میں کسی نئی دنیا میں آ گیا ہوں۔ لیکن آزادی کے احساس نے میرے جسم میں ایک نئی امنگ پیدا کر دی، اس روز میں مختلف سڑکوں اور بازاروں کے بلا معنی چکر لگاتا رہا۔ شام گئے واپس لوٹا تو شبن مرزا اور نعیمہ دونوں میرے لئے پریشان تھے، نعیمہ نے دہلی زبان میں کہا۔

”با حضور، ان کو سمجھا دیجئے کہ ابھی یہ اس شر کے لئے نئے ہیں، زیادہ دیر تک باہر

رہنا مناسب نہیں۔“

”شیر بیٹے نعیمہ ٹھیک کہہ رہی ہے، مجھے خود بھی تشویش تھی کہ تم کہاں چلے گئے؟“ میں نے شبن مرزا سے وعدہ کیا کہ آئندہ جلدی واپس آ جایا کروں گا اس کے بعد میں ہاتھ منہ دھونے کی غرض سے باہر صحن کی طرف چلا گیا۔

شبن مرزا نے مجھ سے ملازمت دلانے کا وعدہ تو کر لیا تھا لیکن ابھی تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا تھا۔ بیس بائیس روز تک میں نے خاموشی سے انتظار کیا پھر ذاتی طور پر بھی ملازمت کی تلاش میں لگ گیا۔ مقررہ کے سلسلے میں مجھے کچھ زیادہ معلومات نہ تھیں البتہ اتنا ضرور سن رکھا تھا کہ یہ شہر ہندوؤں کے لئے بڑا مقدس ہے، جہاں دور دراز کے ملک سے پنڈت اور پجاری، تیرتھ یاترا اور مندروں کی شان و شوکت دیکھنے کی غرض سے آیا کرتے ہیں۔ مگر مجھے ان پنڈت اور پجاریوں سے زیادہ سروکار اپنی ملازمت تلاش کرنے سے تھا۔ جہاں بھی مجھے کوئی دفتر یا بڑی دکان نظر آتی، میں بے دھڑک وہاں جا کر اپنا مدعا کہہ دیتا لیکن جواب ہمیشہ نفی میں ملتا، اکثر لوگ مجھ سے میرے اور میرے خاندان کے بارے میں پوچھتے اور پرانا تجربہ دریافت کرتے تھے۔ مگر جب میں انھیں یہ بتاتا کہ ملازمت کے سلسلہ میں میرا سابقہ تجربہ کچھ نہیں تو وہ مجھے ٹکا سا جواب دیکر بھگا دیتے۔ میں مایوس ہونے کے بجائے قسمت آزمائی کی خاطر دوسرے دروازے کا رخ کر لیتا تھا۔ آٹھ دس روز تک میں یونہی شہر میں ملازمت کے حصول کی خاطر چکر لگاتا رہا لیکن مجھے کامیابی نہ ہوئی۔

ایک روز میں ملازمت ہی کے حصول کے سلسلے میں ایک ہندو جوہری کی دکان میں گیا، جہاں ایک جانب تخت پر ایک نیم پاگل اور تنگ دھڑنگ بوڑھا شخص بیٹھا تھا۔ اس کے جسم پر ایک لنگوٹی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ سر کے بال جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھ رہے تھے۔ جسم پر میل کی تہیں جی نظر آ رہی تھیں۔ بڑی بڑی آنکھوں سے لاپرواہی مترشح تھی۔ عمر ستر کے لگ بھگ نظر آتی تھی۔ سینے کے لمبے لمبے سیاہ بال چکنی مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے۔ صورت و شکل کے اعتبار سے وہ کوئی پنڈت یا پجاری ہی نظر آتا تھا۔ تخت پر بھی ہوئی اجلی چادر اس کے بیٹھنے سے گندی ہو چکی تھی۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ جس دکان پر وہ بیٹھا تھا وہاں کا ہندو جوہری بڑے کروفر کے لباس میں تھا مگر اس وحشی نما انسان کے سامنے فرش پر ہاتھ جوڑے بیٹھا کہہ رہا تھا۔ ”مہاراج۔ تمہاری بڑی کپا جو تم نے بدھ کو درشن دیئے، تمہارے پوتہ جن اس دکان پر آ گئے مہاراج، میں کتنا بھاگوان ہوں، اب میری کٹھنایوں کا سے بیت جائے گا مجھے تمہارے آشیرود کی بھکشا چاہئے مہاراج۔“

میں دروازے کے قریب کھڑا حیرت سے دکان کے مالک کو دیکھ رہا تھا جو تخت پر بیٹھے ہوئے اس دیوانے کے سامنے بار بار ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کر رہا تھا لیکن ابھی تک اسے اپنی کسی بات کا جواب نہیں ملا تھا، تخت پر بیٹھا ہوا بوڑھا اسے یوں گھور رہا تھا جیسے دکان کے مالک کی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دکاندار خاصی دیر تک بوڑھے کے قدموں میں سر جھکائے رہا پھر ہاتھ جوڑ کر سر اٹھائے ہوئے بڑی عقیدت سے بولا۔

”مہاراج مجھے نراش مت کرنا، تمہارے اس سیوک کو تمہارے آشیر داد کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔“

”دھکاری (ملعون)! کالا پیو پار کرنے والے کبھی اپنی آشاؤں میں سہل نہیں ہو سکتے۔ تیرا سب کچھ نشت ہو جائے گا۔ دیوتاؤں اور دھرماتماؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔“

”ایسا نہ کہو مہاراج۔ بھگوان کیلئے ایسا نہ کہو۔“ جوہری بوکھلا کر گڑ گڑایا۔ ”مجھے نراش مت کرو مہاراج۔ میں تمہارے چرن چھوٹا ہوں، مجھے سراپ (بد دعا) نہ دو مہاراج۔“

”اُپر ادھی“ بوڑھا بڑی حقارت سے بولا۔ ”جس منش کے من میں پاپ بھرا ہو وہ جیون میں کبھی سکھی نہیں رہتا۔ تیرے بھاگ میں جو لکھا ہے وہ اوش پورا ہو گا۔ تیری دھن دولت تیرے کسی کام نہ آئے گی۔ ایک دن تو کتوں کی موت مرے گا۔“

میں نے دیکھا کہ جوہری کے چہرے کی رنگت اچانک زرد پڑ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے کی باتوں نے جیسے اس پر سکتہ طاری کر دیا تھا۔ پھر قبل اس کے کہ وہ اور کچھ کہتا بوڑھا بڑی لاپرواہی سے تخت سے اتر گیا۔ میں ابھی تک ششدر سا کھڑا تھا۔ بوڑھا میرے قریب آ کر ایک لمحے کیلئے رکا۔ اس نے مجھے سر تپا پڑے غور سے گھورا پھر دیوانوں کی طرح ہنستا ہوا دکان سے نیچے اتر آیا۔ شام تک چار پانچ جگہ قسمت آزمائی کی لیکن ملازمت کی امید کہیں نظر نہ آئی، میں مایوس ہو کر واپس گھر کی جانب چل آیا۔ پے در پے ناکامیوں نے مجھے اس روز بڑا دل برداشتہ کر دیا تھا، میرا ذہن منتشر ہو رہا تھا۔ میں شبن مرزا پر اب مزید بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ میں نے طے کر لیا کہ اب متھر کو اپنے پریشان خیالات میں منہمک کسی تھکے ہوئے مسافر کی طرح گردن جھکائے نظریں نیچی کئے ایک فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا کہ بے خیالی میں کسی آدمی سے ٹکرا گیا، چونک کر نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ وہی دیوانہ بوڑھا میرے سامنے کھڑا مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ مجھے جھرجھری آگئی۔ میں نے جلدی سے کہا۔

”معاف کرنا مہاراج۔ میں نے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔“

”آنکھیں رکھتے ہوئے بھی خود کو اندھا کہہ رہا ہے۔ مورکھا!“ بوڑھے نے اکھڑے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ مجھے اس کا جملہ گراں گزرا لیکن میں نے اس سے الجھتا مناسب نہیں سمجھا۔ خون کا گھونٹ پی کر کترا کر آگے بڑھنا چاہا تو بوڑھے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں اس کی یہ حرکت برداشت نہ کر سکا، تلملا کر بولا۔

”کیا بات ہے مہاراج؟ کیا تم مجھ سے جھگڑنا چاہتے ہو؟“

بوڑھا میری بات کا جواب دینے بغیر ایک ٹانے تک مجھے گھورتا رہا پھر بڑے نرم لہجے

میں بولا۔

”بالک۔ یہ دھرتی ایک گورکھ دھندا ہے۔ بلوان، کمزور پرانیائے (ظلم) کر کے خوش ہوتا ہے، پر نتو دجے اسی کی ہوتی ہے جو دھیرج سے کام لے۔ بے بدلتے دیر نہیں گنتی۔“

بوڑھے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی، نہ جانے کیوں مجھے اس کی شخصیت سے کراہیت محسوس ہو رہی تھی، میں نے جھک کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور نفرت بھرے انداز میں کہا۔

”اپنی راہ لو مہاراج۔ مجھے تمہاری نصیحتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔“

”مورکھ۔ ابھاگی (بد قسمت)!“ یلکھت بوڑھا کرخت آواز میں بولا ”تو میرا اعلان کر رہا ہے۔ تجھے کھرے اور کھوٹے کی پہچان نہیں۔ کیا تو جانتا ہے کہ اس سے تو کس کے سامنے کھڑا ہے؟“

”مجھے یہ جاننے کی ضرورت نہیں بڑے میاں!“ میں نے بھی درشت لہجے میں جواب دیا۔ ”تم خواہ مخواہ میرے سر کیوں ہو رہے ہو؟“

بوڑھے کی بڑی بڑی آنکھیں اچانک انگاروں کی مانند دھبک اٹھیں، وہ سر تپا غیض و غضب کی حالت میں کانپ رہا تھا۔ اس کے تیور خطرناک تھے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہی۔ جلد ہی وہ اپنی اصل حالت پر آگیا اور ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

”لوکے۔ جا دفع ہو جا پر نتو اتنا اوش یاد رکھنا کہ تو نے کسی یوگی کی حقیقی کا مذاق اڑایا تھا۔ سے تجھے بتائے گا کہ میں کون ہوں۔ جا۔ دور ہو جا میرے سامنے سے۔“

میں نے حقارت سے ایک اچھٹی ہوئی نظر بوڑھے پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔ تمام راستے وہ عجیب و غریب اور منحنی خیز بوڑھا میرے ذہن پر مسلط رہا، میں نے متعدد بار کوشش کی کہ اسے اپنے ذہن سے نکال پھینکوں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک آدھ بار تو

رات کے کھانے کے بعد میں نے کچھ دیر نیمہ سے بات چیت کی پھر باہر سانبان میں صحن کی جانب جا کر اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ ملازمت کی طرف سے مایوسیوں نے مجھے بڑا نڈھال کر دیا تھا۔ جب تک میں مجبوری کی حالت میں گھر کی چار دیواری میں محدود رہا اس وقت تک کی اور بات تھی لیکن اب جبکہ آزادی سے میں ہر جگہ آ جا سکتا تھا اور گھوم پھر سکتا، مجھے ملازمت کی شدید فکر تھی۔ میں احسانوں کے اس بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا تھا جو شبین مرزا اور نیمہ کی عنایتوں نے مجھ پر ڈال رکھا تھا۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ نیمہ میرے سلسلے میں زیادہ سنجیدگی اختیار کرتی جا رہی ہے، موجودہ حالات میں، میں بھلا نیمہ کو کس طرح اپنا سکتا تھا۔ مزید برآں مجھے شادی سے پہلے اور بہت کچھ کرنا تھا۔ بانکے خاں کی طرف سے ڈیڑھ سال کے عرصے میں کوئی خیر خیریت کی اطلاع نہیں موصول ہوئی تھی مجھے اس کی فکر بھی لاحق تھی ان باتوں کے علاوہ ابھی مجھے اپنے والدین اور معصوم بہن کا انتقام بھی لینا تھا۔ پریشان خیالات کا ایک جھوم تھا جو میرے ذہن کو منتشر کر رہا تھا۔ ان ہی خیالات میں گم ہو کر نہ جانے مجھے کب نیند آ گئی۔ میں کتنی دیر تک سویا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ دوسری بار میں انسانی ہاتھ کا بوجھ اپنے بازو پر محسوس کر کے ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔

”کون ہے؟“  
 ”میں یوگی ماراج کا ایک سیوک ہوں۔ مہاراج کی آگیا پر اس سے تمہارے پاس آیا ہوں۔“

میں تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، میں نے تکھیوں سے صحن کے دروازے کی جانب دیکھا جو بند تھا، نیم کے کمرے کا دروازہ بھی بند تھا، میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن اس سے پیشتر کہ میں کچھ اکتانوارڈنے کڑک کر

”تمہیں بلا اجازت اندر داخل ہونے کی جرات کیسے ہوئی۔“

”مگر میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ فوراً“ یہاں سے باہر چلے جاؤ۔“

میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ میں بے اختیار اس پر جھپٹ پڑا لیکن دوسرے نو لٹے جو کچھ ہوا وہ میرے پورے جسم کے روٹنے، کھڑے کر دینے کے لئے بہت کافی تھا۔ چھریں بدن والا یلکھت میری نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ میں نے سسے سسے انداز میں صبح کا ایک ایک کوٹا چھان مارا، بیرونی دروازے کو دیکھا جو بدستور اندر سے بند تھا، میرے دل کو دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ خوف اور دہشت کے مارے میرا برا حال تھا، میں نے سوچا کہ شبیر مرزا کو جگا کر انھیں حالات سے باخبر کر دوں لیکن اس خیال سے کہ ممکن ہے اس واقعے کی میری پریشانیوں اور منتشر ذہن کی اختراع سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے، میں نے شبیر مرزا کو جگانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور خاموشی سے دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ مل گیا، مجھے



خدا نے چاہا تو دو ایک روز میں مجھے کوئی دوسری ملازمت ضرور مل جائے گی۔“

”مرزا صاحب!“ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنی جگہ پورن چند کے یہاں مجھے ملازمت دلوا دیں۔“

”میں نے اس سے کہا تھا لیکن اس نے یہ کہہ کر میری بات رد کر دی کہ یوگی نے اسے بڑی سختی سے منع کیا ہے کہ آئندہ وہ کسی مسلمان کو اپنے یہاں ملازم نہ رکھے۔“

”آپ کتنے عرصے سے ملازمت کر رہے تھے پورن چند کے یہاں؟“ میں نے یوہنی سوال کر ڈالا۔

”بارہ تیرہ سال کا عرصہ بیت گیا۔ لیکن تم پریشان مت ہونا، مجھے اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ ہے، دو چار روز کے اندر مجھے کوئی دوسری ملازمت ضرور مل جائے گی۔“

میں نے شبن مرزا کو اس سلسلہ میں زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے یوگی کے مسئلے نے مجھے الجھا ضرور دیا تھا۔ یہ بات میرے لئے تشویش کا باعث بن رہی تھی کہ آخر وہ پراسرار بوڑھا میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟ وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ میں نے اس ضمن میں جتنا سوچا اتنا ہی میرا ذہن اور الجھ گیا۔ رات آئی تو میری پریشانی دو چند ہو گئی، میں بچپن ہی سے نڈر اور بے خوف واقع ہوا ہوں لیکن اس روز دراندھے میں سوتے ہوئے مجھے خوف لگ رہا تھا، میں نے سوچا کہ کیوں نہ اپنا پلنگ اندر کمرے میں کر لوں لیکن میں ایسا بھی نہ کر سکا شبن مرزا کے کمرے میں پلنگ کر لینے میں کوئی حرج نہ تھا لیکن وہ سوتے میں لمبے لمبے خراٹے لینے کے عادی تھے جن سے مجھے شدید وحشت ہوتی تھی۔ نعیمہ کے کمرے میں میرا سونا یوں بھی کچھ مناسب نہ تھا اس لئے مجھے مجبوراً ”دراندھے میں سونے کے لئے جانا پڑا۔“ نعیمہ نے سونے سے پہلے حسب دستور اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

میں بڑی دیر اپنے بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ پراسرار بوڑھے کا خوفناک تصور مجھے خوفزدہ کر دیتا۔ میں بار بار صحن کی جانب دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی، ہر چند کہ میری بھی کوشش تھی کہ محتاط رہوں اور جاگتا رہوں لیکن ایک بار نیند کا ایسا جھوٹا آیا کہ میں دنیا و مافیہا سے بچر ہو گیا۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ دوبارہ میری آنکھ اس وقت کھلی جب میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرا بازو پکڑے مجھے زور زور سے جھنجھوڑ رہا ہے۔ میں بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ خوف کے مارے میرا برا حال تھا پچھلی رات کے تجربے نے مجھے بزدل بنا دیا تھا۔ میں نے ہمت کر کے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج کم ہونے لگیں۔ مجھے جس شخصیت نے جگایا وہ نعیمہ تھی۔

ملازمت جانے کا کچھ اتنا زیادہ ملال نہیں ابھی میرے ہاتھ پاؤں چل رہے ہیں، دوسری ملازمت کل مل سکتی ہے لیکن مجھے افسوس صرف اس بات کا ہے کہ پورن چند نے مجھے کسی اور کے کہنے پر ملازمت سے سبکدوش کیا ہے، اسے خود بھی مجھے جواب دیتے وقت افسوس ہو رہا تھا، میں ایک زمانے سے اس کی خدمت کر رہا تھا۔ پورن چند اتنا اعتماد اپنے لڑکوں پر نہیں کرتا جتنا مجھ پر کرتا تھا۔ نہ جانے وہ کیوں مجبور ہو گیا؟“

”کیا پورن چند نے آپ کو کوئی وجہ نہیں بتائی کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف ایسا قدم کیوں اٹھانے پر آمادہ ہو گیا؟“ میں نے بدستور سنجیدگی اختیار کئے ہوئے سوال کیا۔

”پورن چند نے تو یہاں تک کہا ہے بیٹے کہ میں گھر بیٹھے پوری تنخواہ تمام زندگی اس سے لیتا رہوں لیکن میرے ضمیر نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔“ مرزا صاحب نے کسماتے ہوئے کہا۔ ”رہا اس کی مجبوری کا مسئلہ تو اس نے مجھے صرف اتنا بتایا ہے کہ اس کے مذہب کے کسی بڑے بزرگ نے اسے ہدایت کی تھی کہ مجھے علیحدہ کر دیا جائے۔ دوسری صورت میں اس ممان یوگی نے پورن چند کی بربادی کی پیشین گوئی کی تھی؟“

”ممان یوگی -----“ میں چونک اٹھا، میرے ذہن میں اس بوڑھے پجاری کا تصور ابھر آیا جس نے سر راہ مجھے روک کر الٹی سیدھی باتیں کی تھیں، اسی کے کسی پراسرار سیوک نے رات کو مجھ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے یوگی سے معافی نہ مانگی تو میری زندگی کو تکالیف سے دو چار کر دیگا، پھر وہ کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا۔ میں ایک لمحے کے لئے سر تپا لرز اٹھا، شبن مرزا کی بات سکر مجھے یقین آ گیا تھا کہ ان کی ملازمت سے برطرفی میں بھی یقیناً اسی یوگی کا ہاتھ ہو گا جو مجھے نہ جانے کیوں اپنے سامنے گھٹنے پکڑنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ چند ثانیے تک حیرت بھری نظروں سے شبن مرزا کو نکلتا رہا پھر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ کیا آپ اس یوگی سے واقف ہیں جس نے پورن چند کو آپ کے خلاف بھڑکایا ہے؟“

”ہاں ----- ایک دوبار میں نے اس گندے بوڑھے کو سڑک پر تنگ دھڑنگ پھرتے ضرور دیکھا ہے، اس کے ساتھ اکثر کچے عقیدے رکھنے والے ہندو پنڈت پجاریوں کا مجمع لگا رہتا ہے، کچھ لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ بوڑھا پراسرار اور حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے، اس کی زبان میں ایسی تاثیر ہے کہ جو کہتا ہے پھر کی لکیر بن جاتا ہے لیکن میں ان باتوں کا قائل نہیں ہوں۔“ شبن مرزا نے سرسری طور پر مجھے یوگی کے بارے میں بتایا پھر بولے۔ ”تم فی الحال نعیمہ کو میری ملازمت کے سلسلے میں کچھ نہ بتانا ورنہ وہ پریشان ہو گی“



اتنی رات گئے نعیمہ کو اپنے قریب پا کر مجھے بڑی تقویت ہوئی، ایک لمبی جمائی لے کر میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے نعیمہ۔ کیا نیند نہیں آرہی ہے؟“

”میرا نام نعیمہ نہیں سرتا ہے۔“ نعیمہ نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ وہ غالباً مجھ سے مذاق کر رہی تھی، نعیمہ کے سلسلے میں میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں، اس کے جسم پر پوشاک بھی وہی تھی جو میں نے رات کو سونے سے پہلے دیکھی تھی البتہ اس کا لہجہ بدلا بدلا سا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے پریشان کرنا چاہتی ہے، میں نے مسکرا کر کہا۔

”تم سرتا کے بجائے اگر کوئی نام اور بھی رکھ لو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

”میں تجھ سے مذاق کرنے نہیں آئی ہوں مورکھ۔ مجھے مہمان یوگی مہاراج نے تیرے پاس بھیجا ہے۔“ نعیمہ نے بدستور بدلے ہوئے لہجے میں بڑی روکھائی سے جواب دیا۔ ”جانتا ہے میرے آنے کا کارن کیا ہے؟“

یوگی مہاراج کا نام سن کر مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے نعیمہ کو گھورتے ہوئے بولا۔

”خدا کے لئے نعیمہ یہ مذاق ختم کر دو۔ تم نے اگر میرا راز کسی ذریعہ سے پالیا ہے تو اسے اپنے ہی تک محدود رکھنا۔“

”لڑکے۔ تیری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔“ نعیمہ نے مجھے خوفناک نظروں سے گھورتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا پھر بڑی سرد آواز میں بولی۔ ”سن مورکھ۔ میں نعیمہ نہیں بلکہ سرتا ہوں! مجھے یوگی مہاراج نے تیرے پاس ایک سندیس دیکر بھیجا ہے۔ مہاراج کا کہنا ہے کہ اگر اب بھی تو نے ان کی آگیا کا پالنہ کیا اور ہاتھ باندھ کر شاکا کی کھانا نہ مانگی تو مہمان مہاراج تیرا جیون نشٹ کر دیں گے۔ ان کا سراپ تجھے سارا جیون بیاکل رکھے گا، پرنو اگر تو نے مہمان مہاراج کا کہنا مان لیا تو یہ دھرتی تیرے لئے سورگ سان (جنت کی مانند) ہوگی، تیری ہر آشا مہاراج پوری کریں گے، تو یوگی مہاراج کا مہمان سیوک کھلائے گا۔“

میری حالت ابتر ہو رہی تھی، میرا دل ڈوبا ہوا تھا، میں بت بنا بیٹھا سہمی سہمی نظروں سے نعیمہ کو گھور رہا تھا، جو اس وقت سرتا بنی ہوئی تھی۔ پے در پے رونما ہونے والے اسرار نے مجھے گونگا بنا دیا۔ میں ان باتوں کی تہ تک پہنچنے سے قاصر تھا، میرا حلق خشک ہو

رہا تھا، میں بولنا چاہتا تھا لیکن بولنے سے قاصر تھا، میری زبان پر جیسے تالے ڈال دیئے گئے تھے۔ میں صرف سن رہا تھا۔

”کل رات مہمان یوگی مہاراج نے تجھے کتنی کا راستہ دکھانے کے کارن تیرے پاس اپنے ایک سیوک شیاہ لال کو بھیجا تھا پرنو تو اس سے الجھنے کے لئے جھپٹ پڑا۔“ نعیمہ کی بدلی ہوئی کھردری آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ ”سن مورکھ۔ جو منش سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ ددھوان نہیں بدھو کھلاتا ہے۔ فلتی پراپت کے بنا تیرے سپنے سدا اودھورے رہیں گے۔ مہمان یوگی مہاراج تیری سہانتا کرنے کو تیار ہیں، ایک سچے سیوک کی طرح اگر تو نے مہاراج کے چرن چھو کر شاکا مانگ لی تو پھر تو بلوان بن جائے گا۔ تیرے لئے کیول یہی ایک راستہ ہے۔ میں اب جا رہی ہوں پرنو اتنا یاد رکھ کہ اگر تو نے مہاراج کی آگیا کا پالنہ کرنے سے منہ موڑا تو پھر یوگی مہاراج تجھے تباہ و برباد کر دیں گے۔“

اپنا جملہ مکمل کر کے نعیمہ نے جو اس وقت سرتا کے روپ میں تھی، مجھے لال لال آنکھوں سے گھورا پھر اس دروازے کی جانب قدم اٹھانے لگی جو نعیمہ کے کمرے میں کھلتا تھا، میں بت بنا سب کچھ دیکھتا رہا، میری نبض کی رفتار مدہم پڑتی جا رہی تھی، میرا جسم ہیمنہ سے شرابور ہو رہا تھا، میری خوفزدہ نظریں نعیمہ پر جبی ہوئی تھیں، جو آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے ایک بار پھر گھوم کر میری طرف دیکھا پھر کمرے میں داخل ہو گئی۔

مجھ پر سکتہ کی سی کیفیت طاری تھی۔ میں نعیمہ کے دروازے پر نظریں جمائے اپنے دل کی دھڑکنوں کو گن رہا تھا۔ کئی لمبے بیت گئے۔ پھر یکفخت میں مشینی انداز میں آہستہ سے اٹھا اور بچوں کے بل نعیمہ کے کمرے کے کھلے دروازے کی سمت بڑھنے لگا۔ میں اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے بے چین تھا کہ وہ لڑکی کون تھی؟ نعیمہ یا سرتا۔!!







”نیمہ۔۔۔۔۔۔“ میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گی کہ میں تمہارے صندوق میں رکھی ہوئی اشیاء کو ایک نظر دیکھ سکوں؟“

نیچہ میرا جواب سن کر تملنا اٹھی، ایک ٹانے تک مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتی رہی پھر قدرے غصہ سے اٹھی اور بولی۔  
 ”شبیہ۔ کیا تم میری ذات پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہو؟“

”مجھے غلط مت سمجھو نسیعہ!“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”میں جانتا ہوں کہ یہ سب کس کی شرارت ہے لیکن کچھ باتیں ایسی ہیں جو میں قبل از وقت نہیں بتا سکتا۔“

نعیمہ جو بدستور مجھے بگڑے ہوئے تیوروں سے گھور رہی تھی، میری بات سن کر آگے بڑھی پانک کے نیچے سے صندوق نکالا اور ایک جھٹکے سے اسے کھول دیا مگر دوسرے ہی لمحے وہ اس طرح چوکنی جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ میری نظریں پتھر کی اس موتی پر جبی تھیں جسے رات میں نے طاق پر دیکھا تھا، وہی موتی نعیمہ کے صندوق میں موجود تھی، میں نے نکلیوں سے نعیمہ کو دیکھا۔ اس کا چہرہ خوف سے زرد ہو رہا تھا۔ وہ خوفزدہ نظریں سے موتی کو دیکھ رہی تھی یوں جیسے اس پر سکتے کی حالت طاری ہو۔ پھر وہ یلکنت مٹینی انداز میں پلٹی اور میرے قریب آ کر سہمے ہوئے انداز میں بولی۔

”شبیر۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے؟ یہ پتھر کی مورتی میرے صندوق میں کسے آگئی؟“

نیمہ کی حالت اس وقت قابل دید تھی، خوف اور دہشت کے مارے اس کا برا حال تھا، میں نے اسے تسلی دی باہر صحن میں لیجا کر پانی پلایا، جب اس کی حالت سنبھلی تو میں نے حسب وعدہ اسے شروع سے لے کر آخر تک کے تمام واقعات تفصیل سے سنا دیئے، نیمہ بھٹی بھٹی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی، جب میں اپنی داستان سنا چکا تو بولی۔

”شبیر۔۔۔۔۔! میری مانو تو تم کسی بزرگ سے ملو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پراسرار یوگی تمہیں کسی غلط چکر میں پھنسا دے۔“

”میرا اپنا ارادہ بھی یہی ہے لیکن متھرا میرے لئے نیا شہر ہے مجھے کسی بزرگ کا پتہ نہیں معلوم، بہر حال جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ تم اپنی ذات تک ہی محدود رکھنا، اگر مرزا صاحب کو حالات کا علم ہوا تو وہ اور بریشان ہوں گے۔“

”اس مورتی کا کیا بنے گا۔“ نعیمہ نے کہا۔ ”خدا کے لئے شبیر تم اسے کہیں لیجا کر دفن

عمر والے شخص نے جو تانگے کے ساتھ آیا تھا مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”جس وقت مرزا صاحب کو حادثہ پیش آیا اس وقت میں انکے قریب ہی موجود تھا“ شبن مرزا اچھے خاصے سڑک پر جا رہے تھے کہ یکلخت ان پر مرگی کا دورہ پڑ گیا، سڑک پر گر کر لوٹنے اور تڑپنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے حلق اور پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ ہم لوگوں نے انھیں تانگے میں ڈال کر ہسپتال لے جانا چاہا لیکن راستے میں انھیں ہوش آیا تو ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ انھیں ہسپتال کے بجائے گھر پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ہم یہاں آ گئے۔“

شبن مرزا پر مرگی کا دورہ پڑنے کی اطلاع نے میرے رہے سے اوسان بھی خطا کر دیئے، مرزا صاحب کو مرگی کا دورہ تو کیا کبھی ایک چینک بھی نہیں آئی تھی۔ صحت کے معاملے میں قدرت نے شبن مرزا کو نواز رکھا تھا۔ میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ میں شبن مرزا کو پیش آنے والے حادثے کو بھی پر اسرار یوگی کی مکرہ شخصیت سے منسوب کرتا، جو لوگ شبن مرزا کو لائے تھے ان کا شکریہ ادا کر کے اور رخصت کر کے میں دوبارہ گھر میں واپس آ گیا۔ نعیم، باپ کے سینے سے لپٹی دھاڑیں مار رہی تھی۔ شبن مرزا بے ہوش پڑے تھے۔ میں نے نعیم کو سمجھا بھگا کر الگ کیا اور شبن مرزا کے قریب بیٹھ کر ان کے چہرے سے خون صاف کرنے لگا۔ نعیم سرہانے بیٹھی سسکیاں بھر رہی تھی۔ میرے ہوش و حواس ایسے خبط ہوئے کہ ڈاکٹر کو بلانے کا دھیان ہی نہ رہا، کچھ دیر بعد شبن مرزا نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں، نعیم جلدی سے اٹھ کر باپ کے سامنے آ گئی، رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

”ابا حضور۔ یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا؟“

شبن مرزا اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگے، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بڑے ضبط سے کام لے رہے ہیں، معا“ مجھے ڈاکٹر کا خیال آ گیا، اٹھتے ہوئے کہا۔

”نعیم۔ تم مرزا صاحب کا خیال رکھو، میں ڈاکٹر کو لیکر آتا ہوں۔“

”شبن۔ بیٹے!“ مرزا صاحب نے لڑکھائی آواز میں مجھے روکا۔ ”اب ڈاکٹر کو لانے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میں کوئی دم کا صمان ہوں، تم کہیں نہ جاؤ مجھے تم سے ضروری باتیں کرنا ہیں۔“

”ابا حضور.....“ نعیم ہچکیاں پلتے ہوئے بولی ”خدا کے لئے آپ ایسی باتیں نہ کریں، مجھے یقین ہے کہ آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے“

”نعیم۔ یہ سب دلا سے کی باتیں ہیں! تم نہیں سمجھ سکو گی کہ میں کن حالات کا شکار

ہوا ہوں۔“ شبن مرزا نے رقت بھری آواز میں جواب دیا پھر میری طرف دیکھ کر بولے۔ ”شبن بیٹے۔۔۔۔۔! نعیم کو اب میں تمہیں سوپ رہا ہوں۔ اس کا خیال رکھنا اور۔۔۔۔۔ کوشش کرنا کہ تم پر اسرار یوگی..... گلگ..... گی.....“

شبن مرزا جو کچھ یوگی کے بارے میں کہنا چاہتے تھے وہ کہہ نہ سکے ایک شدید ابکائی کے ساتھ ان کے منہ سے ڈھیروں خون ابل پڑا بہتر پر ان کا جسم اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے ان کو بجلی کے جھٹکے لگ رہے ہوں، پھر یکلخت وہ ساکت ہو گئے۔ آنکھوں کے پونے اوپر چڑھ گئے، شبن مرزا کی روح قفسِ غصہ سے پرواز کر چکی تھی، میں ہکا بکا کھڑا مرزا صاحب کی موت کا اذیت ناک منظر دیکھ رہا تھا، نعیم پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی، چند لمحوں تک وہ کسی ستون کی طرح کھڑی پھٹی پھٹی نظروں سے مرزا صاحب کو گھورتی رہی، میں نے جب سفید چادر سے لاش کو ڈھانکا تو وہ یکلخت جیسے ہوش میں آ گئی۔ ”ابا حضور!“ کہہ کر چیخی پھر باپ کے لاشے سے لپٹ کر بین کرنے لگی۔۔۔۔۔!



مرزا صاحب کی موت سے جہاں نعیم کی حالت پر اثر پڑا وہاں میری ذمہ داری بھی بڑھ گئی جو کچھ تھوڑا بہت روپیہ پیسہ موجود تھا، وہ مرزا صاحب کے کنفن و دفن پر خرچ ہو گیا۔ کچھ روپے جو پڑوسیوں نے از راہ ہمدردی دیئے تھے ان سے گھر کا خرچ بمشکل چل رہا تھا۔ میں نے ایک طرف نعیم کو سنبھالا اور دوسری طرف ملازمت کی کوشش اور تیز کر دی لیکن قسمت مہربان نہ تھی جہاں بھی جاتا مایوسی میرا مقدر بن جاتی، مرزا صاحب مرتے وقت پر اسرار یوگی کے بارے میں کیا نصیحت کرنا چاہتے تھے میں نے اس پر بہت غور کیا لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔

شبن مرزا کی موت کو ایک ماہ گزر گیا، اس عرصے میں، میں نے ملازمت کی خاطر کس قدر خاک چھائی، یہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ نعیم کی حالت قدرے سنبھل ضرور گئی تھی لیکن باپ کی موت کا صدمہ اس کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہوا تھا، ہر چند کہ وہ خود کو میری خاطر بہت لئے دیئے رکھتی، لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی صحت روز بروز گرتی جا رہی ہے، گھر میں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی، پاس پڑوس والوں نے کچھ دنوں ساتھ دیا پھر ایک ایک کر کے کئی کترا گئے یہاں تک کہ قانون کی نوبت آ گئی۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ جس روز سے شبن مرزا کا انتقال ہوا تھا اس روز سے پر اسرار واقعات رونما ہونے بند ہو گئے تھے۔ میرا خیال تھا کہ اب یوگی اور اس کی پر اسرار قوتوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہو گا



کی سونگد کھا کر اس بات کا وچن دینا ہو گا کہ تو کبھی میرے ساتھ دھوکہ نہیں کرے گا، جو میں کہوں گا وہی کرے گا۔“

یوگی نے میری دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا تھا، میں اس وقت اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا، مجھے وہ وقت یاد آگیا جب میری آنکھوں نے اپنی بہن کو برہنہ حالت میں دیکھا تھا، اپنے باپ اور ماں کی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ مجھے وہ لمحہ بھی یاد آگیا جب میں نے آخری بار اپنی بہن کی قبر پر فاتحہ پڑھی تھی اور دل میں اس بات کا عہد کیا تھا کہ اگر کبھی حالات سازگار ہوئے تو میں اپنے دشمنوں سے اس کا انتقام ضرور لوں گا۔

میرا ذہن الجھ رہا تھا، مرزا صاحب کی ملازمت کا جانا، ان کی موت اور پھر نیمہ کی بیماری اور فالق۔ یہ سارے واقعات مجھے پریشان کر رہے تھے، میں نے کچھ سوچ کر یوگی کی سمت دیکھا اور بولا۔

”اگر میں تمہارا سیوک بننے اور تمہارے چرن چھونے سے انکار کر دوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

”تجھے پچھتانا پڑے گا۔“ یوگی نے غصہ سے جواب دیا۔ ”تیری من پسند ناری دنیا سے روٹھ جائے گی، تو بھوکوں مرے گا، میں تجھے ایسا کشت دوں گا کہ دھرتی کا سینہ بھی تھرا جائے گا۔“

”میں سب کچھ ماننے کو تیار ہوں یوگی جی، لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔“ میں نے حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تم مجھ سے کوئی ایسا کام نہیں لو گے جو میرے مذہب اور میرے ایمان پر اثر انداز ہو۔“

”بالک! تو مجھ سے سودا بازی کر رہا ہے۔ سو رکھ! کیا تو نے میری فکرتی کے سارے تماشے بھلا دیئے، کچھ اور چھٹکار دکھاؤں تجھے؟“

”تم جو چاہو کر سکتے ہو، لیکن میں اپنے مذہب اور ایمان سے کبھی نہیں پھر سکتا؟“ میں نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

پر اسرار یوگی ایک لمحے کے لئے آگ بگولا ہو گیا، اس کی سرخ آنکھوں سے مجھے شعلے پھوٹنے محسوس ہو رہے تھے، وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے مجھے کچا چبا جائے گا۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہی، جلد ہی وہ خود پر قابو پا کر بولا۔

”مجھے تیری شرط منظور ہے، پر تو سے بدلتے دیر نہیں لگتی! تو نے ابھی

دھرتی کی سندر تاؤں کو قریب سے نہیں دیکھا، دھن دولت اور ناریوں کے چکر نے تو بڑے بڑے سورماؤں کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔“

”یوگی مہاراج۔ ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔“

یوگی میرا جواب سن کر معنی خیز انداز میں مسکرایا، اس کی مسکراہٹ بڑی مکروہ تھی لیکن میں نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا۔ ذاتی طور پر میں نے حالات سے سمجھوتہ ضرور کیا تھا لیکن یہ میرا اہل فیصلہ تھا کہ میں زندگی میں کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جو مجھے میرے مذہب سے ہٹا دے۔ اس وقت میں نے یہی فیصلہ کیا تھا لیکن آج جب میں اپنے پراسرار ماضی کی سست نگاہ ڈالتا ہوں تو میری آنکھیں ننناک ہو جاتی ہیں، مجھے اپنا دم سینے میں گھٹتا محسوس ہوتا ہے، سرتا پارز جاتا ہوں، اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگتا ہوں، سچتا ہوں کہ انسان اپنی خواہشات کے آگے کتنی جلدی ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ بہر حال ان واقعات کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ فی الحال میں اس داستان کے تسلسل میں غلغل ڈالتا نہیں چاہتا۔

یوگی چند لمحوں تک مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھتا رہا، پھر یکفخت سنجیدہ ہو کر بولا۔

”شبیر۔ تم نے مجھے وچن دیا ہے کہ جو میری آگیا ہوگی تم اس کا پالن اوش کرو گے اور خود کو میرا سیوک سمجھو گے۔“

”ہاں۔ لیکن اس وقت تک جب تک تم میری شرط کا خیال رکھو گے۔“ میں نے لمبوس آواز میں جواب دیا۔

”ایک بات کا دھیان اور رکھنا۔“ یوگی میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔ ”میری طرف سے کبھی تمہارے من میں کھوٹ نہیں آنا چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تو تمہیں سارا جیون پچھتانا ہو گا۔“

”میں اس کا وعدہ کر چکا ہوں مگر تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ مجھے تمہارے لئے کیا کرنا ہو گا۔“

یوگی میرا جواب سن کر ایک بار پھر مسکرا دیا، چند ساعت تک مجھے یوں گھورتا رہا جیسے کوئی بزرگ بچے کی کسی غلطی پر اسے سرزنش کرنے کے بارے میں غور کر رہا ہو، پھر فہم کر بولا۔

”تم۔۔۔۔۔ اور میرے لئے کچھ کر سکو گے؟ ابھی سے کا انتظار کرو بالک اور کرو اور چیلے کا فرق سمجھنے کی کوشش کرو، سے تمہیں خود بتا دیا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں



فی الحال عیش کرو۔

کام مت لینا، اگر تم نے ایسا کیا تو جانتے ہو کیا ہو گا۔ میں تمہاری آتما کو بھی چٹاکی دیتی  
آگ میں جلا کر بھسم کر دوں گا۔

شیام لال لپک کر آگے بڑھا اور یوگی کے قدموں میں گر کر بولا۔

”مہمان مہاراج۔ مجھے شاکر دو، مجھ سے بھول ہوئی تھی، میں دیوی کو سوگند کھا کر تمہیں

وجہ دیتا ہوں کہ اب کبھی اپنے من میں کھوٹ نہیں آنے دوں گا، تمہارا سچا سیوک بن کر

سارا جیون تمہارے چروں میں بتا دوں گا۔ مجھ پر دیا کرو مہاراج، مجھے شاکر دو۔“

شیام لال پر اسرار یوگی کے قدموں میں پڑا گر گڑا کر نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا، مجھے

حیرت اس بات پر تھی کہ سڑک پر راہ گیر بھی آ جا رہے تھے لیکن کسی ایک نے بھی وہاں

رک کر اس حیرت انگیز تماشے کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی، ایک دو نے بس میری طرف

دیکھا تھا اور گزر گئے تھے۔ شیام لال بڑی دیر تک منت ساجت کرتا رہا پھر یوگی کے اشارے

پر اٹھا اور ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

”میری آگیا ہے شیام لال کہ تم میرے نئے سیوک کی سیوا پورے تن من اور دھن

سے کرو۔ جو یہ کہے اسے پورا کرنا تمہارا فرض ہو گا۔“

”میں تیار ہوں مہاراج!“ شیام لال نے یوگی کا حکم سن کر سر تسلیم خم کرتے ہوئے

کہا۔

”ایک بات کا دھیان اور رہے۔ جب تک میری آگیا نہ ملے تم اپنے اصلی روپ میں

سوائے میرے نئے سیوک کے کسی اور کے سامنے ظاہر ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔“

یوگی بدستور شیام لال سے مخاطب تھا اور میں خاموش کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک

یوگی مہاراج، شیام لال کو میرے سلسلے میں ضروری ہدایات دیتا رہا پھر میری طرف دیکھ کر

بولا۔

”بالک۔ جا اور عیش کر شیام لال تیری ہر آشا کو پوری کرنے کی شکتی رکھتا ہے، اب

تجھے دھن دولت کی چتا بیا کل نہیں کرے گی، جو تو چاہے گا وہی ہو گا، پر تو اس کا دھیان

رہے کہ تو نے مجھے کیا وجہ دیا تھا اور کیا شرط لگائی تھی۔“

”میں مسلمان ہوں یوگی مہاراج اور مسلمان کبھی اپنے کئے ہوئے وعدے سے منحرف

نہیں ہوتا۔“

”ذات پات کو بیچ میں مت لاؤ بالک۔ سچا منش وہی ہے جو دھرم کے کارن اپنا جیون

بلیان کر دے۔“ یوگی مہاراج نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولے۔ ”بھگوان

جس انداز میں پر اسرار یوگی نے مجھ سے عیش کرنے کو کہا تھا اس سے یہی ظاہر ہوا تھا

جیسے اس نے قارون کا خزانہ میرے لئے کھول دیا ہو لیکن میں جانتا تھا کہ میری جیب میں

ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے، میں نعیمہ سے جھوٹ بول کر گھر سے نکلا تھا، میں نے اس

سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد اس کے لئے دوا لے کر لوٹوں گا۔ نعیمہ کے خیال ہی کے باعث

میں نے یوگی کی کڑوی کسلی ہاتوں کو بھی برداشت کر لیا تھا۔ میں یوگی کی بات کا جواب

دیئے بغیر اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ کچھ لمحے یوں ہی خاموشی سے

گزر گئے پھر یوگی نے مجھے محبت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

”بالک! میں تمہارے چہرے پر گھور اندھیارے دیکھ رہا ہوں۔ پر تو اب یہ اندھیارے

چھٹ جائیں گے۔ تمہارا برا سے بیت چکا ہے، اب تمہارے چاروں اور (طرف) اچیلے

ہوں گے، جاؤ اور دھرتی کا سکھ چین لو، کرو کا آشیر واد تمہارے ساتھ ہے۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ میں نے زہر خند سے جواب دیا ”تم مجھے عیش کرنے اور

مزے لوٹنے کی تلقین کر رہے ہو لیکن کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میرے پاس اسوقت ایک

کوڑی بھی نہیں۔“

”مجھے سب خبر ہے مورکھ۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تو نے نعیمہ سے جھوٹ بولا ہے،

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سے کوئی چتا تجھے بیا کل کر رہی ہے؟ پر تو اب تجھے ان چھوٹی

چھوٹی باتوں پر دھیان نہیں کرنا چاہئے۔“ اتنا کہہ کر پر اسرار یوگی نے ایک لمحے کے لئے

آسمان کی سمت گھور کر دیکھا، پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔ ”آج سے تم اسے اپنا متر سمجھو

گے۔“

میں پوچھنے والا تھا کہ کسے اپنا دوست سمجھوں لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے محسوس

کیا جیسے اچانک کوئی شخص میرے بائیں ہاتھ پر نمودار ہوا ہے، گھوم کر دیکھا تو شیام لال کو

اپنے برابر کھڑے ہوئے دیکھا۔ وہی شیام لال جس نے پہلی بار مجھے پر اسرار یوگی کا پیغام دیا

تھا۔ لیکن جب میں اس سے برسر پیکار ہونے کے لئے لپکا تو وہ اچانک غائب ہو گیا تھا، ابھی

میں شیام لال کو حیرت بھری نظروں سے گھور رہا تھا کہ یوگی مہاراج نے بڑی کرخت آواز

میں شیام لال کو مخاطب کر کے کہا۔

”سنو شیام لال۔۔۔۔۔۔ آج سے تم میرے اس نئے سیوک کے متر سمجھ کر رہو

گے، میں کچھ دنوں کے لئے تمہیں شاکر رہا ہوں، اگر کتنی چاہتے ہو تو پھر کسی چھل کپٹ سے

کے ہزاروں روپے ہیں بالک، پر تو سیوک دی ہے جو اپنے دھرم کے انوسار اپنے پر میثوری پوجا پاٹ اور عبادت میں پورے دھیان گیان سے کام لے، اپنا جیون تیاگ دے لیکن اس دھرتی پر ایسے منٹ بہت کم ہیں جو اپنے من کو مارنے کی قسٹی رکھتے ہوں، یہ دھرتی ایک گورکھ دھندا ہے۔ یہاں منٹ کا عابت قدم رہنا بڑا مشکل ہے، دھن دولت کی چمک دمک نے تو بڑے بڑے دھرماتماؤں کے قدم ڈالواں ڈول کر دیئے ہیں، سندرتا میں بڑی کشش ہے۔ بالک!

”تم ٹھیک کہتے ہو یوگی مہاراج لیکن وقت انسان کو ہر سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔“ میں نے یوگی کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا پھر کچھ دیر تک اس مسئلے پر گفتگو کرنے کے بعد کہا۔ ”مہاراج۔ کیا میں اپنے دشمنوں سے اپنا بدلہ لے سکوں گا۔۔۔۔۔؟ کیا میں اپنے والدین اور اپنی بہن کی روحوں کو تسکین پہنچا سکوں گا؟“

”دھرم سے کام لو بالک۔ لگن بچی ہو تو مٹی بھی سونا بن سکتی ہے پر تو اس کے لئے بھی انسان کو بڑے پاڑ بیٹا پڑتے ہیں۔ تم ابھی نیرمہ کی دیکھ بھال کرو، شیام لال تمہارے ساتھ ہے، دیوی دیوتاؤں کی کہنا سے تمہاری آشنائیں اوش پوری ہوں گی۔ جاؤ سدھارو۔“ میں شیام لال کے ہمراہ گھر کی طرف چل دیا، یوگی کی اس وقت کی باتوں نے مجھے ایک طرح کا سکون بھی دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک الجھن میں بھی ڈال دیا تھا، اس نے مجھے عیش کرنے کی دعا دی تھی۔ اپنے ایک سیوک کو میری خدمت پر مامور کر دیا تھا مگر کیوں؟ کیا وہ مجھے صرف خوش دیکھنے کی خاطر میرے پیچھے لگا تھا؟ کیا اس نے محض میری مسرتوں کی خاطر شبن مرزا کی لگی بندھی ملازمت چھڑا دی تھی اور بعد ازاں انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا؟ کیا اسے میری خوشیاں اس قدر عزیز تھیں کہ اس نے نیرمہ کو بستر مرگ تک پہنچا دیا؟ مجھے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا، میری مجبوریوں، میری بے بسی اور میری غربت کا مذاق اڑایا اور آخر میں مجھے خوش رہنے کی دعا دی تھی!!

میرا دل پر اسرار یوگی کی باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا، یقیناً اسے مجھ سے کوئی اہم کام ہو گا جو اس نے مجھے اپنا دست نگر بننے پر مجبور کیا ورنہ بلا کسی مقصد کے اسے میرا پیچھا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور ایسی صورت میں جبکہ میں مسلمان تھا، خدا اور رسول کا نام لیا اور وہ ہندو مذہب کا پیروکار تھا، پھر کے بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والا۔ لیکن ان باتوں کے باوجود میں یوگی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہو گیا، میں ایسا کرنے پر مجبور تھا، کل کیا ہونے والا ہے اس کے بارے میں میں نے جتنا غور کیا میرا ذہن الجھتا گیا۔

اپنی سوچوں میں گم میں گھر کی طرف تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔ شیام لال میرے ساتھ ساتھ تھا، گھر قریب آیا تو میں کچھ سوچ کر رک گیا، میں نے شیام لال سے پہلی بار مخاطب ہو کر پوچھا۔

”شیام لال۔۔۔۔۔ کیا نیرمہ اپنی کھوئی ہوئی صحت دوبارہ پالے گی؟“ ”میرے دوست جب مہمان یوگی مہاراج کی کہنا تمہارے ساتھ ہے تو تمہیں کسی بات پر زراش نہیں ہونا چاہئے۔“ شیام لال نے با ادب کہا۔ ”تم گھر چلو میں ڈاکٹر کو پلک جھپکتے میں لیکر آتا ہوں۔“

”لیکن میرے پاس۔۔۔۔۔۔“

میں ابھی اپنا جملہ مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ شیام لال نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا جس میں نوٹوں کی گڈی موجود تھی۔ میں ایک ٹانے کے لئے جھجکا پھر میں نے نوٹوں کی گڈی اپنی مٹھی میں دیا لی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے نوٹوں کی اس بے جان گڈی نے میرے جسم میں ایک نئی اور تازہ روح پھونک دی ہو۔ میں اپنے خون میں اب حرارت محسوس کر رہا تھا۔ شیام لال جانے کے لئے پلٹا تو میں نے اسے روک کر کہا۔

”شیام لال۔ نیرمہ تمہارے لئے نا محرم ہے اور تم میری اجازت کے بغیر اندر نہیں آؤ گے۔“

”جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا میرے دوست۔“ شیام لال برا ماننے کے بجائے مسکراتا ہوا چلا گیا۔

میں تیز تیز قدم اٹھا تا گھر میں داخل ہوا تو نیرمہ میری خنجر تھی۔ اس کا چہرہ ابھی تک بخار کی شدت سے تپ رہا تھا۔ میں نے نوٹوں کی گڈی اس کی طرف بڑھا کر ایک بار پھر جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

”یہ لو۔ اسے سنبھال کر رکھو۔ جس سیٹھ نے مجھے ملازم رکھا ہے، میں اس سے ایک ماہ کی پیشگی تنخواہ لے آیا ہوں۔“

”یہ رقم تو بہت ساری ہے شبیر۔“ نیرمہ نے نوٹوں پر ایک نظر ڈال کر مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہیں ہر ماہ اتنی ہی رقم ملا کر لگتی؟“

”ہاں نیرمہ۔۔۔۔۔ میں نے نیرمہ کو پیار سے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ ”قدرت جب دینے پر آتی ہے تو دونوں ہاتھوں سے دیتی ہے۔ اب ہمارے برے دن بیت چکے ہیں نیرمہ، اب ہم ہمیشہ سکھ اور چین سے رہیں گے، اب تمہیں کوئی طاقت مجھ سے دور نہیں کر



لڑکی فرید الدین کے بیٹے ہی ہدیانہ انداز میں چلاتی ہوئی ملحقہ غسل خانے میں گئی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا، کمرے میں اب صرف میں اور فرید الدین باقی رہ گئے تھے، شام

”میرے دوست اب تم اپنی آنکھیں بند کر لو اور ایک سچے سیوک کی طرح اپنے من میں مہمان یوگی مہاراج کا شبھ نام لیکر قدم آگے بڑھاؤ، دیوی دیوتاؤں کی کپا سے تمہارے



جانے کی ہدایت کر رہا تھا، فریدہ کو صورت حال کا احساس ہوا تو وہ یلکھت سسم کر دروازے کی طرف پلٹی لیکن میں اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا، مجھے اپنی بہن کی بے چین روح کو تسکین پہنچانے کا خیال دیوانہ بنا چکا تھا۔ لپک کر میں نے فریدہ کو پکڑ لیا پھر اچانک جیسے میں انسان سے درندہ بن گیا، فرید الدین ہڈیانی انداز میں چلاتا رہا، فریدہ ہاتھ جوڑ ہو کر مجھ سے رحم کی درخواست کرتی رہی لیکن میں کسی خون آشام بھیڑیے کی طرح اس کے جسم کو مھنھوڑتا رہا۔ جب یہ طوفان گزرا تو میں ہانپتا ہوا اٹھا اور فرید الدین پر نظر ڈالی جو سکتے کی حالت سے دو چار بے بس کھڑا فریدہ کے پامال جسم کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس وقت ایک انجانی روحانی مسرت کا احساس ہوا، میں فرید الدین سے بولا۔

”بے غیرت انسان ----- اس وقت جو کچھ تیرے دل پر گزر رہی ہے اس کا شکار میں بھی ہو چکا ہوں لیکن ابھی میرے انتقام کی آگ سرد نہیں ہوئی۔ ابھی مجھے تیرے ناپاک جسم کو بھی خاک میں ملانا ہے۔“ میں اپنا جملہ مکمل کر کے آگے بڑھا، قریب رکھی ہوئی میز سے پھل تراش چاٹو اٹھایا اور کسی بھوکے درندے کی طرح فرید الدین پر ٹوٹ پڑا۔

فرید الدین کی کرناک چیخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں لیکن میں جیسے برا ہو گیا تھا، میرے ہاتھ اس وقت تک مشینی انداز میں چلتے رہے جب تک فرید الدین کا محسوس جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ٹھنڈا نہیں ہو گیا۔ اس کام سے فراغت کے بعد میں نے شیام لال سے کہا۔

”شیام لال، میرا انتقام پورا ہوا۔ اب اس کی لاش کو ٹھکانے لگانا تمہارا کام ہے۔“

”جو آگیا میرے دوست۔“ شیام لال معنی خیز انداز میں مسکراتا ہوا بولا پھر اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں دوبارہ مہمان یوگی مہاراج کا شبہ نام لیکر آنکھیں بند کر لوں اور وہاں سے رخصت ہو جاؤں۔

میرے لئے اب وہاں رکنا مناسب بھی نہ تھا۔ اس لئے میں نے شیام لال کے مشورے پر آنکھیں بند کر لیں اور یوگی مہاراج کا تصور دل میں بسائے دروازے کی سمت اندازے سے بڑھنے لگا، ایک بار پھر میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا توازن بگڑ رہا ہے، مجھے حیرت تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے، میں نے واپسی کے دوران بھی گھبرا کر آنکھ کھولنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، میری وحشت ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی کہ اچانک پراسرار یوگی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”بالک۔ اب اپنی آنکھیں کھول لو۔“

میں نے جلدی سے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ مسٹر میں اپنے گھر کے دروازے کے قریب کھڑا ہوں، پراسرار یوگی میرے سامنے کھڑا مجھے معنی خیز نظروں سے گھور رہا تھا، اس کے ہونٹوں پر بھی اس وقت ویسی ہی مسکراہٹ نظر آ رہی تھی جیسی میں نے فرید الدین کو قتل کرنے کے بعد شیام لال کے ہونٹوں پر دیکھی تھی۔ میں اس راز کو نہ سمجھ سکا اور یوگی کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔

”کس دھار میں گم ہو بالک ----- کیا تمہارے من کی آشا پوری نہیں ہوئی؟“ یوگی نے کچھ توقف کے بعد پوچھا۔

”مہاراج۔ میرا انتقام پورا ہو گیا۔“ میں نے جواب دیا۔ ”میں اس سلسلے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔“

”حکمتی پراپت کرنے کے بعد منش سب کچھ بھول جاتا ہے بالک۔ دھرم اور پریشور کا وہیان تو بس اسی سے تک رہتا ہے جب تک منش بے بس ہو۔“ یوگی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے میرا سیوک بنتے سے کیا شرط رکھی تھی؟“

”مجھے یاد ہے۔“ میں نے تیزی سے کہا۔ ”میں آج بھی اسی شرط پر قائم ہوں یوگی مہاراج۔ جس روز وہ سمجھوتہ ختم ہو گیا ہماری راہیں الگ الگ ہوں گی۔“

”مورکھ۔ اب تو کس منہ سے دھرم اور بھگوان کا نام لیگا۔“ اچانک یوگی کا لہجہ سخت ہو گیا۔ ”کیا دھرم پاپ کی نکمٹا (تعلیم) دیتا ہے، کیا بھگوان نے تجھے اسی کارن حکمتی دی تھی کہ اپنے من کی اگنی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کسی کنواری کنیا کے کول شریر کو اپنے پیروں تلے روند ڈالے۔ تیرا دھرم بھرشت ہو چکا ہے مورکھ۔ میں نے تجھے دہن دیا تھا کہ جب تک تو اپنے دھرم پر چلے گا میں تجھے کسی بات پر مجبور نہیں کروں گا، پرنتو اب تو میری مٹھی میں ہے، تجھے اب میری ہر آگیا کا پالن کرنا پڑے گا۔“

پراسرار یوگی کے لہجے میں اتنی سختی تھی کہ میں گنگ ہو گیا مجھے اس وقت اپنی غلطی کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا، فریدہ کی عصمت کو تار تار کر کے میں نے یقیناً گناہ کیا تھا، میں نے خود کو اپنی سطح سے گرا دیا تھا، اس شرط کو نظر انداز کر دیا تھا جو یوگی سے سمجھوتہ کرتے وقت طے ہوئی تھی، ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ یوگی کی بات کا کیا جواب دوں کہ وہ بدستور سنجیدگی سے بولا۔

”کس دھار میں گم ہو بالک؟ اب پچھتائے سے کیا ہو گا۔ اب تمہارے پاس کیوں ایک

”شیام لال اب تمہارے پاس نہیں رہے گا۔“ یوگی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”پرتو“  
 تمہیں کسی بات کی چتا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، تم جب بھی سچے من سے مجھے یاد کرو





کسی ہوئی ایک ایک بات میرے ذہن میں گونج رہی تھی۔ مجھے بخوبی یاد تھا کہ یوگی کے غائب ہو جانے کے بعد جب میں گھر میں گیا تو وہاں کا سارا ساز و سامان غائب تھا۔ میں نے نعیمہ کو تلاش کرنے کی خاطر گھر کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن وہ مجھے کہیں نہ مل سکی۔ پھر میں مکان کی ویرانی سے سسم کر باہر کی جانب لپکا تھا لیکن کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر گرا اور بیہوش ہو گیا تھا اور اب ہوش میں آنے پر نہ جانے کن آسپی حالات سے دو چار تھا۔ میری عقل خبط ہو رہی تھی۔ میں اس عورت سے جس نے اپنا نام لاجونتی بتایا تھا بڑے محتاط انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ مجھے ان باتوں پر شدید حیرت تھی۔ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے لاجونتی سے دوسرا سوال کیا۔ ”تمہیں میں نے کب ملازم رکھا تھا؟“

”ایک سال سے اوپر کا عرصہ بیت گیا مالک!“ لاجونتی نے تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کیا آپ کو یاد نہیں مالک کہ آپ نے مالکن کے کہنے پر مجھے اپنی حویلی میں جگہ دی تھی، اگر آپ نے مجھ پر دیا نہ کی ہوتی تو میں نہ جانے کہاں در بدر کی خاک چھان رہی ہوتی۔“

”ہوں۔۔۔۔۔۔“ میں نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرا نام کیا ہے؟“

”آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں مالک؟“ لاجونتی کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں تھیں مجھے متحیرانہ نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ ”بھلا میں اور آپ کا شبہ نام نہ جانوں گی، آپ ہی کی کپا سے تو میں۔۔۔۔۔۔“

”فضول باتیں نہیں۔۔۔۔۔۔“ میں نے قدرے تیز آواز میں کہا ”میں نے تم سے اپنا نام پوچھا تھا۔“

”آپ کا نام۔۔۔۔۔۔“ شبیر ہے مالک!“ لاجونتی نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ ان پر اسرار حالات کو سمجھتا میرے بس کی بات نہ تھی۔ میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے لاجونتی کو دوبارہ مخاطب کیا ”تمہاری مالکن کا کیا نام ہے؟“

”نن۔۔۔۔۔۔ نا۔۔۔۔۔۔ نعیمہ۔“ لاجونتی نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں وہ اس وقت بری طرح کانپ رہی تھی۔

لاجونتی کی زبان سے نعیمہ کا نام سن کر میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔۔۔۔۔۔ میں

نے بے اختیار ہو کر پوچھا ”کہاں ہے نعیمہ؟“

”اپنے کمرے میں۔ ان ہی نے مجھے آپ کو بلانے کے لئے بھیجا تھا مالک!“ لاجونتی نے بدستور سہمی لہجے میں جواب دیا۔

میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس وقت میں جس مکان میں تھا وہ حقیقتاً کسی حویلی سے کم نہ تھا۔ وہاں کی ایک ایک شے اعلیٰ معیار کی تھی۔ لاجونتی مجھے ایک راہداری میں لے گئی۔ پھر ایک کمرے کے قریب جا کر وہ رک گئی۔ ایک بار پھر اس نے مجھے سہمی ہوئی مگر حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر نظریں جھکا کر کچھ کسے سے بغیر واپس چلی گئی میں نے اندازہ لگا لیا کہ جس کمرے کے سامنے مجھے چھوڑا گیا تھا وہ نعیمہ کا کمرہ ہو گا۔ میں حیرت میں ڈوبا کمرے میں داخل ہوا۔ میری حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے اس کمرے کو بھی رشک ارم پایا۔ دیواروں پر قیمتی فریموں میں خوبصورت تصاویر لٹک رہی تھیں۔ فرش پر دبیز قالین تھا۔ دو مسریاں برابر برابر بچھی ہوئی تھیں چھت سے فانوس لٹک رہا تھا۔ ایک جانب قد آدم سنگھار میز رکھی تھی جس پر آرائش جمال کے تمام لوازمات بڑے قریب سے سجے ہوئے تھے۔ دوسری طرف ایک قیمتی صوفہ سیٹ تھا، جس کے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر آہوسی لکڑی کی ایک خوبصورت الماری موجود تھی۔ غرضیکہ کمرے کی سجاوٹ اور وہاں کا قیمتی ساز و سامان قابل رشک تھا مگر میں اس ساز و سامان کے بجائے نعیمہ کو دیکھ رہا تھا، جو شب خوابی کے لباس میں ملبوس مسری پر چٹ لٹٹی کسی رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ اس کے خوبصورت بال بکھرے ہوئے تھے، باریک لباس سے اس کا کندن جیسا جسم جھلک رہا تھا۔ میں نعیمہ کو اس حالت میں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ ”معا“ مجھے خیال گزرا کہ کہیں وہ سریتا تو نہیں جو ایک بار پہلے بھی نعیمہ کے جسم پر قبضہ کر چکی تھی۔ میں گنگ سا کھڑا نعیمہ کو دیکھ رہا تھا کہ اس نے رسالہ رکھ کر ایک توبہ شکن انگڑائی لی پھر جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ تیزی سے اٹھ کر میرے قریب آئی اور شکایت بھرے لہجے میں بولی۔

”میں تو سمجھی تھی کہ آپ کسی دوست سے ملنے باہر گئے ہیں لیکن لاجونتی نے ابھی بتایا کہ جناب دیوان خانے میں آرام کر رہے ہیں؟“

وہ آواز سو فیصدی نعیمہ کی اپنی آواز تھی۔ میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ اگر کوئی روح کسی کے جسم میں حلول کر جائے تو اس کی آواز بدل جاتی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر بھی اس بات کا تجربہ اس وقت ہو چکا تھا، جب سریتا نے نعیمہ کے جسم پر قبضہ کیا تھا لیکن اس کے باوجود میں نعیمہ کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جس پیہاکی سے اس نے مجھے

”شادی۔“ میں نعیمة کی زبان سے یہ لفظ سن کر چونکا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ابھی تک نعیمة سے میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ نعیمة کے سوال نے مجھے الجھن میں ڈال دیا لیکن

”بہت خوب۔“ نیمہ مسکرائی۔ ”آپ ہی نے تو اسے ملازم رکھا تھا، اہلستہ سفارش میں نے کی تھی۔ لیکن اس میں پریشانی کی بات کیا ہے اکثر ناوقت سونے سے انسان کا ذہن الجھ جاتا ہے“

مجھے بے چین کر رہا تھا۔ مجھے اپنے بدن پر چوٹیاں سی ریگتی محسوس ہو رہی تھیں۔ چند لمحات تک میں اپنے جذبات پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ پھر میں نے نعیمہ کو اپنے ہاتھوں میں دلوچ لیا۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا اور سمجھاتا رہا کہ میں نے محض اسے چھیڑنے کی خاطر وہ باتیں کی تھیں۔ نعیمہ کی حالت جلد ہی سنبھل گئی لیکن میں اپنے جذبات کے طوفان میں کسی تنکے کی مانند بہہ گیا۔ نعیمہ کے جسم کی گرمی نے جیسے میرے سوچنے سمجھنے کی تمام قوتوں کو سلب کر لیا تھا۔

جب کیف و مست کا طوفان ختم ہوا تو نغمہ مجھے شوق نظروں سے دیکھتی ہوئی دوسری مسہری پر چلی گئی لیکن میری حالت عجیب تھی جو کچھ ہو چکا تھا اس پر میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا۔ مجھے اپنی بے بسی کا احساس بھی تھا۔ حالات کے بھنور نے اتنی تیزی سے مجھے گھیرا کہ میں سنبھل نہ سکا اور چکرات چلا گیا۔ اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا۔ بس اچانک ہی سب کچھ ہو گیا جیسے کسی غیر مرئی قوت نے مجھے اپنے اشاروں پر ناپنے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ رات میں نے بڑی بے چینی کی حالت میں گزاری۔ میرے لئے یہ بات سب سے زیادہ پریشان کن تھی کہ اگر نعیمہ کے ذہن کو پلٹ دیا گیا اور اسے یقین ہو چکا تھا کہ وہ ایک سال سے میری شریک حیات ہے تو پھر مجھے کیوں احساس ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ ایک حسین فریب کے سوا کچھ نہیں۔ میں نیني تال کب آیا تھا؟ مجھے اس کے بارے میں بھی مطلق کوئی خبر نہ تھی۔ میرا ذہن تاریکیوں میں بہک رہا تھا۔ حویلی ————— لاجونی اور نکاح نامہ یہ سب باتیں مجھے الجھن سے دوچار کر رہی تھیں صبح ہونے تک میں ان ہی پریشان کن خیالات میں الجھا رہا۔ اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔

نعیمہ نے مجھے جگایا تو دن نکل چکا تھا۔ میں نے نعیمہ کو غور سے دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی۔ ”ایک بات پوچھوں؟“  
”کیا؟“

”رات آپ نے کوئی نشہ تو نہیں کیا تھا؟“

میں اپنی بے بسی پر مسکرا کر رہ گیا۔ کیا جواب دیتا، نعیمہ کی ہاں میں ہاں ملانے کے علاوہ میرے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے کپڑے تبدیل کئے پھر ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے حویلی سے باہر آ گیا۔ نعیمہ نے غلط نہیں کہا تھا۔ میرا وقت واقعی نین تال کی حسین پہاڑیوں پر تھا۔ کوئی پر سکون لمحہ ہوتا تو میں ان

نورا" ہی میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”اچھا! تو گویا ہماری شادی ہو چکی ہے؟“

”مذاق میں بات مت ٹالے شبیر۔۔۔۔۔۔!“ نعیمہ چڑ کر بولی۔ ”آپ کو بتانا ہو گا کہ آپ مجھ سے کتنا کیوں رہے ہیں، کل تک تو آپ بالکل ٹھیک تھے پھر اچانک یہ تبدیلی کیسے آگئی؟“

"بتادوں-----" میں نے ایک بار پھر دیدہ و دانستہ بڑے مذاقہ موڈ میں کہا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ آج مجھے اچانک اس بات کا خیال آگیا کہ ہم اپنا نکاح نامہ ساتھ نہیں لائے۔ اگر کسی نے تصدیق چاہی تو کیا ثبوت پیش کیا جائے گا۔“

نیوہ نے مجھے گھور کر دیکھا پھر تمللا کر تیر کی طرح اٹھی الماری کھول کر اس میں سے ایک کاغذ نکلا اور میرے قریب آ کر کاغذ میری سمت پھینک کر بولی، یہ رہا ثبوت، اسے غور سے دیکھئے اور پھر مجھے بتائیے کہ اب کیا بہانہ کر سں گے آپ؟“

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کاغذ کو کھول کر دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ یہ میرا اور نعیمہ کی شادی کا باقائدہ نکاح نامہ تھا جس پر ایک سال پہلے کی تاریخ درج تھی۔ میں اس کے اندراجات پر حیرت سے نظریں دوڑانے لگا۔ اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے نکاح نامے پر اپنے دستخط بھی دیکھے۔ میرا ذہن پکڑانے لگا۔ میں اس دستخط کو جھٹلانے سے قاصر تھا۔ وہ سو فیصد میرے دستخط تھے۔ مجھے ایکبار پھر شبہ ہوا کہ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ میں نے نعیمہ کی طرف دیکھا جو زندہ حقیقت کی صورت میں میرے سامنے کھڑی مجھے گھور رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر بولی۔

”اب بتائیے کہ آپ مجھ سے کیوں کترا رہے تھے؟“

”پگلی“ ----- تم اتنی جلدی برا مان گئیں“ میں نے مسکراتے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”میں تو بونہی تمہیں تنگ کر رہا تھا۔“

”شیر!“ یکھت نیہہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں، بھرائی ہوئی آواز میں بولی ”آپ مجھ سے ایسا مذاق نہ کیا کریں۔ میرا دل ڈوبنے لگتا ہے شیر۔ میں آپ کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔“

اور پھر اس سے قبل کہ میں کچھ کتنا نعيم بے اختيار مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے جتے ہوئے آنسو ميرے سينے ميں جذب ہو رہے تھے۔ ميں عجيب کيفيتوں سے دو چار تھا۔ نعيم کی سسکياں مجھے پریشان کر رہی تھیں ليکن اس کا خوبصورت اور جوان قرب

”کس دُچار میں گم ہو بالک؟“ یوگی نے میرے چہرے کے تاثرات سے میرے دل کا راز بھانپتے ہوئے کہا، پھر اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا ”من کو مارو مورکھ“

من کو ----- جیون میں کبھی رہنے کا کیول یہی ایک راز ہے۔“

"میں بہت پریشان ہوں مہاراج۔" میں نے کہا۔۔۔۔۔۔ "جو کچھ ہو رہا ہے اس نے میرا ذہن جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔"

چالاکی کو اپنا شعار بنا کر دھوکے کی کوشش کی تو اس کا خیازہ نعیمہ کو بھگتنا پڑے گا۔ میں کم از کم اپنی خاطر نعیمہ کو کسی مصیبت سے دو چار کرانے کو تیار نہ تھا۔

میں نے اپنے ماضی پر نظر ڈالی تو میرے بدن کے تمام روٹھے کھڑے ہو گئے۔ میرا ماضی بڑا اندوہناک تھا۔ اس ماضی نے میرے والدین کو مجھ سے چھینا، میری معصوم بہن کو حالات کی ستم ظریفیوں کے آگے بے بس کر دیا تھا، میں نے مرنے کی ٹھانی لیکن اسی ماضی نے جیسے میرے قدموں میں گئی بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ میں تڑپ تڑپ کر اور بلک بلک کر زندہ رہنے پر مجبور تھا۔ مجھے اپنی بہن کا انتقام لینا تھا مجھے والدین کی دردناک موت کا قرضہ چکانا تھا لیکن

میں کمزور تھا۔ اس چھوٹی مچھلی کی طرح جو زندہ رہنے کا حق تو رکھتی ہے لیکن اس کی زندگی کا انحصار بڑی اور طاقت ور مچھلیوں پر ہوتا ہے جو جب چاہتی ہیں اپنی شکم سیری کی خاطر انھیں ہڑپ کر جاتی ہیں۔ ماضی کی تلخیوں کو یاد کر کے میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ مجھے شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے حال پر نظر ڈالی جس کی ابتدا اس وقت ہوئی تھی جب میں نے مٹھرا کی سرحد میں قدم رکھا تھا۔ مجھے اپنا حال، ماضی سے بدرجہا بہتر نظر آیا۔ اس حال نے مجھے طاقت بخشی تھی۔ میں نے اپنے دشمن کو کسی حقیر چوہنی کی طرح مسل دیا تھا۔ میں نے اپنی بہن کی عصمت کا حساب فرید الدین کی ہمشیرہ کے ناموس کی دھجیاں اڑا کر بیباق کیا تھا۔ اسی حال نے مجھے نعیمہ جیسی محبوبہ عنایت کی تھی جو اب حالات کے پیش نظر میری شریک حیات بن چکی تھی، میرے پاس سب کچھ تھا۔ میں آسودہ حال تھا۔ پراسرار قوتیں میری حفاظت تھیں۔ میرے ایک اشارے پر دنیا کی تمام نعمتیں میرے قدموں میں ڈھیر ہو سکتی تھیں۔ اور یہ سب کچھ یوگی نے کیا تھا۔! پراسرار یوگی جو نہ جانے کتنی حیرت انگیز اور ناقابل یقین طاقتوں کا مالک تھا۔

میں بڑی دیر تک حال کی تابناکیوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر میرے ذہن نے مجھے مستقبل کے اس دوراے پر لا کھڑا کیا جہاں ایک سمت محرومیاں، ناکامیاں، نامردیاں میری منہ چھڑ تھیں۔ میں نے محسوس کیا جیسے ایک بار پھر درد بدر بھگ رہا ہوں۔ زندگی کی حرارتوں کو برقرار رکھنے کے لئے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہوں۔ لوگ مجھے نفرت سے دیکھتے ہیں اور حقارت سے ٹھوکر مار کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ میرے جسم کے کپڑوں سے نفقہ پھوٹ رہا ہے، میرے پاس سر چھپانے کی کوئی جگہ نہیں، میں نے کئی وقتوں سے ایک نوالہ بھی حلق کے نیچے نہیں اتارا، فاقوں کی وجہ سے مجھ میں چلنے کی سکت بھی نہیں۔ میں

”میرے لئے اب کیا حکم ہے۔“ میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔  
”ابھی وہ سے نہیں آیا منوہرا!“ اس بار یوگی کا لہجہ نرم تھا۔ ”پرتو میں نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا ہے اسے بھولنا نہیں۔ میں تم سے کچھ ضروری کام لوں گا۔“

”مہاراج!“ میں نے قدرے ٹوٹے ہوئے انداز میں کہا۔ ”کیا یہ ممکن نہیں کہ تم میرے ذہن کو بھی نعیمہ کی طرح پلٹ دو“

”کارن؟“ یوگی نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔  
”ذہنوں کی درمیانی خلا جو میرے اور نعیمہ کے درمیان پیدا ہو گئی ہے اس نے مجھے منتشر کر دیا ہے۔“

”جتنا مت کرو بالک، دیوتاؤں کی مرضی یہی ہے۔“ یوگی سنجیدگی سے بولا پھر وہ مجھے بڑے ٹھنڈے دماغ سے ایک سال کی مدت کی وہ تمام فرضی تفصیلات بتانے لگا۔ جو اس نے نعیمہ کے ذہن میں اپنی طاقت کے زور سے بٹھا دی تھیں۔ واقعات کے بارے میں تفصیل مکمل کرنے کے بعد بولا۔ ”ایک بات دھیان میں رکھنا بالک! فحقی پر اپت کرنے کے لئے اور گرد کی نظروں میں عزت حاصل کرنے کی خاطر سیوکوں کو بڑی کٹھنائیوں سے گزرتا پڑتا ہے، گرد اپنے چیلوں سے کبھی کہہ کر امتحان نہیں لیتا۔ تمہیں ہر امتحان کے لئے تیار رہنا ہو گا۔ کبھی کبھی ایک چھوٹی سی بھول بھی سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے۔ تم برہمچاری ہو۔۔۔۔۔ اور برہمچاری کو ہرپنگ، بڑے سوچ دھار کے بعد اٹھانا چاہئے۔“

”نبی تال میں میرا قیام کب تک ہو گا؟“ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔  
یوگی کی باتوں نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ اب میں اس کے جال میں گلے گلے تک پھنس چکا ہوں۔

”کچھ دن اور عیش کر لو برہمچاری۔ اس کے بعد تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“  
یوگی کا لہجہ اس بار بڑا متنی خیز تھا۔

قبل اس کے کہ میں کوئی اور سوال کرتا وہ یلکھت میری نظروں کے سامنے سے، کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا۔ میں اپنی جگہ ساکت و جاہد کھڑا حالات پر غور کرنے لگا۔ یوگی کی لامحدود قوتوں کا مجھے یقین آ چکا تھا۔ میرے لئے بظاہر فرار کی تمام راہیں مسدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ پراسرار یوگی نے مجھے کھلے الفاظ میں باور کرا دیا تھا کہ اگر میں نے ہوشیاری اور

حیثیت سے جانتا ہے۔ میں اس شخص سے بھی واقف ہوں جس نے محض دولت کے حصول کی خاطر اپنے عزیز ترین دوست کو راستے سے ہٹایا اور آج اس کی دولت کے سہارے عزت دار بنا بیٹھا ہے۔

میرا ذہن الجھ رہا تھا۔ میرے سامنے دنیا کی بیشمار زندہ مثالیں موجود تھیں۔ میں نے بڑے غور و خوض کے بعد ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ میں حالات سے سمجھوتہ کرنے پر تیار ہو گیا۔ میں نے طے کر لیا کہ یوگی کے سہارے میں طاقتوں کا حصول کرتا رہوں گا۔ جو موقع قسمت نے مجھے بخشا تھا میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی ٹھان چکا تھا۔ ایک یوگی کی غلامی کے عوض میں دنیا کی ہر خوشیاں خرید سکتا تھا۔ یہ سودا میرے لئے بہت سستا تھا!

مستقبل کے بارے میں یہ فیصلہ کر لینے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے ذہن سے تمام پریشانیاں چھٹ گئی ہوں، میں خود کو بڑا ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ میں نے سکون کا ایک طویل سانس لیا اور اپنی حویلی کی طرف چل دیا۔ میں نیچے کو اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپا لینے کے لئے بے چین تھا۔ رات جو کچھ ہوا تھا اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا لیکن اس وقت نیچے کے قرب کا تصور مجھے گد گدا رہا تھا۔ میں نے کھرے کھوٹے اور گناہ و ثواب کے فرق کو مٹا کر سوچا تھا۔ یوگی کے کہنے پر میں نے اب اپنے من کو مار لیا تھا۔ میں حقیقتاً برہمچاری بن گیا تھا۔ برہمچاری جو گرو کے حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھانا گناہ سمجھتا ہے! میں نے طے کر لیا تھا کہ وقت سے فائدہ اٹھا کر دنیا کی ہر خوشی اور عیش و عشرت کو اپناؤں گا۔ دولت اور طاقت کے بغیر عزت کا بھرم برقرار رکھنا ناممکن تھا۔ میری رفتار اور تیز ہو گئی۔ ----- !!



نئی تال میں رہتے ہوئے مجھے دو ماہ بیت گئے۔ میں بے انتہا خوش تھا۔ عزت، شرافت اور غیرت کے احساس کو میں نے گلا گھونٹ کر مار دیا تھا۔ اب مجھے کوئی الجھن نہیں تھی۔ میں بڑے سکون اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ نیچے اس زندگی میں میرے لئے ایک تازہ گلاب بن کر مہک رہی تھی۔ یوگی نے مجھے سال بھر کی باتوں کی جو تفصیل بتائی وہ میرے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی۔ اسی کی روشنی میں میں نے نیچے کیساتھ قدم ملا کر آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔ نئی تال میں جہاں صرف رؤسا کا گزر تھا میں سب سے زیادہ عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ میرے پاس دولت اور شہرت کی کوئی کمی نہ تھی جہاں بھی جاتا تھا ہاتھ لیا جاتا۔ اس عرصے میں پراسرار یوگی مجھ سے دوبارہ نہیں ملا۔ میں نے بھی اس

کوڑے کے ڈھیر کے قریب، بے یار و مددگار پڑا اپنی موت کی راہ تک رہا ہوں لیکن موت بھی جیسے مجھ سے روٹھ گئی ہے، میرے جسم پر گہرے گہرے زخم آچکے ہیں، جن میں سے پیپ اور مواد رس رہا ہے۔ سڑکوں پر گھومنے والے آوارہ کتے بھی مجھے دیکھ کر غرائے لگتے ہیں۔

میرا دم گھٹنے لگا، میں نے خود کو دوسرے راستے پر ڈال دیا جہاں دنیا کے عیش و عشرت تھے۔ خوشیاں میرے استقبال کی خاطر ہاتھ وا کئے کھڑی تھیں۔ میں فخر سے سرواںچا کئے آگے بڑھا۔ دولت نے بڑھ کر میرے قدم چوم لئے۔ عظیم طاقتیں میرے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ میرے ارد گرد بڑے لوگوں کا جھوم تھا، خوبصورت اور نازک اندام لڑکیاں میرے قریب آنے کیلئے بے چین تھیں۔ میں نے ان لوگوں پر نظر ڈالی جو پہلے راستے پر مجھ سے نفرت اور حقارت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہی لوگ اس وقت میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ وہ آوارہ کتے جو مجھ پر پہلے راستے میں غرا رہے تھے اب میرے قدموں پر پڑے لوٹ رہے تھے اور دم ہلا ہلا کر مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے تھے۔ نیچے میرے ہمراہ کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ میں ابھی زندگی کے اس روشن پہلو کے تصورات میں منہمک تھا کہ میرے دل نے کہا۔

”شیر، کس خیال میں غرق ہو۔ کیا تمہیں اس راستے پر چلنے میں یہی کوئی ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ پاگل مت بنو، گناہ اور ثواب آخرت کی باتیں ہیں جو لوگ موقع سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اسے کھو دیتے ہیں۔ وہ زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ عرومیاں ان کا مقدر بن جاتی ہیں، بولو۔۔۔۔۔ کیا فیصلہ ہے تمہارا؟“

میں یقیناً ہوش میں آگیا۔ نئی تال کی حسین وادیاں اور عطر بیز ہوائیں مجھے زندگی کا پیغام سنا رہی تھیں، مجھے اس ماحول میں بڑی فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے دنیا پر نظر ڈالی۔ میرے سامنے بیشمار ایسی مثالیں موجود تھیں جہاں معمولی درجے کے لوگوں نے وقت سے فائدہ اٹھایا اور راتوں رات کروڑ پتی بن گئے۔ میں ایک ایسے شخص سے بھی واقف تھا جس نے ایک بے سہارا بیوہ کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کی تمام دولت اور جائیداد ہتھیالی تھی۔ وہی شخص جو کل تک لوگوں کا دست مگر تھا آج معاشرہ اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میرے سامنے ایک دوسرے شخص کی مثال بھی موجود تھی جس نے زندگی کی مسرتوں کو خریدنے کی خاطر اپنے سگے بچا کو زہر دیکر ہلاک کیا اور اس کی تمام املاک کا بلا شرکت غیرے مالک بن بیٹھا۔ آج معاشرہ اسے ایک رحم دل اور خدا ترس انسان کی





خوفزدہ نظروں سے خوابگاہ میں چاروں طرف دیکھا لیکن وہاں میرے اور نیمہ کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ میں ابھی حیرتوں میں ڈوبا تھا کہ نیمہ تیزی سے اٹھ کر میرے قریب آئی اور مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔۔

”کیا بات ہے؟ آپ یہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہے ہیں؟ دروازے پر لات مارنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے آپ کے چہرے پر غصے کی کیفیت بھی دیکھی تھی۔“

”ابھیگ گاؤن پہنا، بڑی آہستگی سے خوابگاہ کا دروازہ کھولا۔ اور دبے قدموں راہداری میں آگیا۔ میرے قدم بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن راہداری کو عبور کر کے میں ”نیمہ۔۔۔۔۔۔! میں۔۔۔۔۔۔! کچھ نہیں۔“ میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ مے جیسے ہی بڑے ہال میں قدم رکھا، میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں پراسرار یوگی تنگ نیمہ کو حالات سے باخبر کر کے میں خود کو اس کی نظروں میں گرانا نہیں چاہتا تھا۔ اس غریب و مرگ حالت میں جسم پر ایک لنگوٹی باندھے میری نظروں کے سامنے ایک تخت پر اتنی پالتی کو پراسرار یوگی کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

”شبیر۔۔۔۔۔۔!“ نیمہ میری پریشانی محسوس کر کے تیزی سے بولی ”آپ مجھے اس لٹریں مجھے اپنے رگ و پے میں جھپتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کے تیور بھی خراب وقت بہت زیادہ پریشان نظر آ رہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے بتائیے کے بات کیا ہے؟ آپ کو۔۔۔۔۔۔

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ میں بھرائی ہوئی آواز میں بولا جس میں خوف کا عنصر بھی کیا الجھن لاحق ہے؟“

”کوئی خاص بات نہیں ہے۔۔۔۔۔۔“ میں نے نیمہ کو تسلی دینے کی خاطر کہا۔ ”لال تھا۔“ مجھے شاکر دو مہاراج۔۔۔۔۔۔ میں تمہارا سچا سیوک ہوں۔ لیکن اس منظر نے مجھے طیش دلایا تھا، میں اندھا ہو گیا تھا مہاراج! مجھ سے بھول ہو گئی۔“

یوگی نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدستور مجھے کینہ توڑ نظروں سے گھورتا رہا۔ میں لہجے میں بڑی معصوم شکایت پوشیدہ تھی۔

میں نے حالات پر قابو پانے میں بڑی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ نیمہ کا اصرار بڑھا تو میں نے اسے ایک فرضی کمائی بنا کر مطمئن کر دیا۔ پھر کپڑے تبدیل کئے اور نیمہ کو اپنی کشادہ بانہوں میں سمیٹ کر سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ کب میری آنکھ کھلی مجھے کوئی لاس سے کس کارن تمہارے پاس آیا ہوں۔“

احساس نہیں لیکن یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ دوبارہ میں اسی وقت جاگا تھا جب کسی نے مجھے آواز دے کر بیدار کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ خوابگاہ میں مدھم پاور کے بلب کی روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے دروازے کی سمت دیکھا جو اندر سے بند تھا۔ ہار کیا تھا کہ تمہیں پھر اسی جیون میں پہنچا دوں جہاں تمہاری حالت بھکاریوں جیسی تھی، کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ نیمہ دوسری طرف کروٹا، تمہاری سندری نیمہ کو دوبارہ اسی نرکھ میں جھونک دینا چاہتا تھا جہاں لئے محو خواب تھی۔ میں نے سوچا ممکن ہے وہ میرا وہم ہو۔ ذہن کو جھٹک کر دوبارہ تنکے پر لٹاری سنا کر کہنا والا کوئی نہ تھا۔ میرا سراپا تمہیں برباد کر سکتا تھا منوہر۔ پر تو تم نے اپنی سر رکھا تھا کہ پھر کسی مرد کی آواز بہت واضح طور پر میرے کانوں میں گونجی۔ ”مٹھو مل مان لی ہے۔“ اس لئے میں تمہیں شاکر رہا ہوں دوبارہ اگر تم نے بھول چوک سے کام لیا اچھا نہ ہو گا۔“

برہمچاری۔ یوگی مہاراج تمہیں بلا رہے ہیں۔“

”کہاں۔۔۔۔۔۔؟“ غیر اختیاری طور پر میرے منہ سے نکلا۔

میں خود کو یوگی کے روبرو مجرم تصور کر رہا تھا۔ یوگی کا جواب سکر میں نے اطمینان کا

سانس لیا۔ کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو یوگی نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کی تاکید کرنا ہوئے کہا۔

”میں نے تم سے کہا تھا بالک کہ شکلی پر اپت کرنے کے لئے منش کو اپنے من کو ادا کرو۔“ میں نے کسی وفادار شاگرد کی طرح جلدی سے کہا۔ ”ہماراج“ پڑتا ہے۔ پاپ اور پن کے چکروں سے آزاد ہونا پڑتا ہے۔ پرنتو تم میری شکلا بھول گئے۔“ تھے۔ برہمچاری یہ تمہاری پہلی بھول تھی اس لئے میں تم کو شاکر کہتا ہوں پرنتو اس کے لئے تمہیں ایک اور امتحان سے گزرنا ہو گا۔“

”میں۔۔۔۔۔۔ تیار ہوں ہماراج!“ میں جلدی سے بولا۔ تو یوگی کے ہونٹوں پر ہنسی نظر آئی۔

میری حالت اس وقت کسی ایسے فرمانبردار شاگرد کی سی تھی جو اپنے استاد کی ہر بات کو بڑی مکروہ مسکراہٹ ابھری۔ معنی خیز لہجے میں بولا۔

”برہمچاری“ تم نے کبھی لاجوتی پر بھی دھیان دیا ہے۔“ ”ہماراج۔۔۔۔۔۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”وہ میری ملازمہ ہے۔ آپ۔۔۔۔۔۔ اندازے کو ٹکنا رہا جو بدستور مقلد نظر آ رہا تھا۔ میرا ذہن اس وقت بالکل خالی ہو رہا تھا۔ صرف ایک بات مجھے رہ رہ کر اس بات کا احساس دلا رہی تھی کہ میری ایک معمولی سی ہی بتایا تھا۔“

”ہاں۔۔۔۔۔۔ پر اب تمہیں میری ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔“ یوگی نے سر ہلکے سے بھی نیشہ کی زندگی کو برباد کر سکتی ہے۔ مجھے نیشہ کو ہر قیمت پر بچانا تھا۔ ذاتی طور پر سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”دھیان سے سنو بالک۔۔۔۔۔۔ لاجوتی، اندر دیوتا کی سبھا میں یہ نکتہ میرے ذہن میں بیٹھ چکا تھا کہ دولت اور طاقت کے بغیر انسان زندگی میں ہمیشہ ایک اپرا تھی۔ دیوتا نے اسے میری اچھا (خواہش) پر دھرتی پر بھیجا ہے۔ میں نے اسے لاجوتی کے کوارٹر کی سمت اٹھنے لگے۔ میرے تمہارے کارن اندر دیوتا سے مانگا تھا۔ اب میری آگیا پر تمہیں اسے سوئیکار کرنا پڑے گا۔“

”ہماراج۔۔۔۔۔۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ ”کوئی چٹا مت کرو برہمچاری“ میرا دیا ہوا دھن اپنی جگہ اٹل ہے تمہاری سندری طرح پر اسرار نظر آ رہی تھی۔ میں دروازے کے قریب جا کر رک گیا۔ اندر سے مدھم ان باتوں کی ہوا اس سے ٹک نہیں ملے گی جب تک تم میری آگیا کا پالن کرتے رہو گے۔ پوشی کی ایک کرن پھوٹ رہی تھی۔ چند ثانیے تک میں خاموش کھڑا رہا پھر میں نے میں چاہتا ہوں کہ تم پاپ اور پن کے بکھیڑوں سے چھٹکارا پاؤ۔ اس کا کیل یہی ایک طریقہ دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

”ہے کہ تم کو لاجوتی کے کوئل شریر کو سوئیکار کرنا پڑے گا۔“ یوگی کے لہجے میں حکم تھا وہ۔ ”میرے دستک دینے کی دیر تھی کہ دروازہ یکفخت کھل گیا۔ جیسے لاجوتی میری آمد کی پہلے گھور کر بولا۔۔۔۔۔۔ ”لاجوتی، اندر دیوتا کی داسی ہے مورکھ۔ تم کو اسی سے اس سے خطر تھی۔ میں نے اس کے سر پا پر نظر ڈالی تو خون کی حدت تیز ہونے لگی۔ لاجوتی پاس ہو گا۔ ایک بات اور دھیان سے۔۔۔۔۔۔ لاجوتی کی کسی بات سے کبھی منہ موڑنے کے کبدن جیسے جسم پر اس وقت باریک لباس قلعہ“ ناکانی ثابت ہو رہا تھا۔ اس کے جسمانی کوشش نہ کرنا۔ یہ تمہارا دوسرا امتحان ہو گا۔ اگر تم سے اب کوئی بھول ہوئی تو پھر چہرہ صاف و فراز صاف طور پر نظر آ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نشے کی سی کیفیت موجود بڑی کشائیوں سے گزرنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے تم اپنی سندری سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی۔ مجھے دیکھ کر وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ بڑے مودبانہ انداز میں اپنے بال پیچھے کی۔۔۔۔۔۔ بولو برہمچاری۔ کیا تم اپنے گرو کی آگیا کا پالن کرنے کے لئے تیار ہو؟“

”ہاں جھٹک کر بولی۔۔۔۔۔۔ پدھاریے مالک۔“ یوگی برابر میری آنکھوں میں ڈوب گیا۔ اس کی خوفناک نظروں میں اس کے سر پا کو نکھیڑوں سے دیکھتا ہوا اندر داخل ہوا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نہ جانے کیا سحر تھا کہ میں اس میں ڈوب گیا۔۔۔۔۔۔ یوں جیسے مجھ پر عمل تویم لاجوتی نے دروازہ بند کیا اور میرے قریب آگئی اس کا انداز اس وقت بھی کینڑوں جیسا تھا۔ ”مالک۔۔۔۔۔۔ اس نے میری نظروں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ”میرے بڑے

بھاگ جو آپ کے پوترچن میرے دوار تک آئے۔ داسی سے کوئی کام تھا تو حویلی میں بلا ہوتا۔“

”لاجونتی۔۔۔۔۔ میں نے تھوک نلگتے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔۔“ کیا جانتی ہو کہ اس وقت میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟“

”کیوں آئے ہیں مالک۔۔۔۔۔؟ میں کیا جانوں۔“ لاجونتی نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ لیکن میں اس کی آنکھوں میں تیرنے والے سرخ ذوروں کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ میری آمد کا راز پہلے سے جانتی ہے۔

”لاجونتی میرے قریب آؤ۔۔۔۔۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

لاجونتی ایک لمحے کے لئے جھجکی پھر شرماتی لجاتی میرے قریب آگئی۔ میرا اور اس درمیانی فاصلہ ایک قدم سے زیادہ نہ تھا۔ اس کے لباس سے جھلکنے والا جسم مجھے دیوانہ بنا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں نے آج سے پہلے اس کے نشیب و فراز کو کیونکر نظر انداز کیا میں لپٹائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر لاجونتی کا کلائی پکڑ لی اور اسے خود سے اور قریب کر لیا۔ اتنا قریب کہ اس کی سانسیں میری سانسیں میں مدغم ہونے لگیں۔ لاجونتی نے میری اس جسارت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ خود پردگی کے انداز میں میری آغوش میں نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔ اس جسم کی گرمی مجھے پاگل بنا رہی تھی۔ یوگی کے الفاظ میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ یلکھ میں نے لاجونتی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور اس پلنگ پر آگیا جو ایک جانب بڑے سلیقے سے تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ یوگی کی مرضی کے عین مطابق تھا۔ لاجونتی نے میری حرکت پر اعتراض نہیں کیا۔ طوفان گزر گیا تو اس نے اٹھ کر اپنے کپڑے درست کئے اور میرے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ اس کی نظروں میں اب کیف و مستی کے بجائے وقار جھلک رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ مجھے شوخ نظروں سے دیکھ بولی۔ ”منوہر۔۔۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے یوگی مہاراج کا کتا نہیں ٹالا اور اس امتحان میں پورے اترے۔“

مجھے لاجونتی کا لہجہ گراں گزرا۔ آج سے پہلے اس نے اس قدر بے تکلفی سے گفتگو نہیں کی تھی۔ ”معا“ مجھے یاد آگیا کہ یوگی نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں لاجونتی کی کسی بات ماننے سے انکار نہ کروں۔ میں نے لاجونتی کو غور سے دیکھا پھر اسے گھسیٹ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے بڑی اپنائیت سے بولا۔

”لاجونتی“ آج سے ہم دونوں دوست ہیں، یوگی مہاراج نے مجھے یہی ہدایت دی تھی لیکن تمہیں بہر حال نعیم کے سامنے محتاط رہنا پڑیگا۔ خود مہاراج نے مجھے دہن دیا تھا کہ نعیم ان باتوں کے بارے میں کچھ نہ جان سکے گی۔۔۔۔۔“

”تم اس کی چٹا مت کرو منوہر۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے جواب دیا۔ ”میں اندر دیوتا کے اکھاڑے کی اپرا ہوں۔ دیوتاؤں کی سیوا نے مجھے سارے گر سکھا دیئے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ کس سے مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔“



لاجونتی سے میرے تعلقات باقاعدہ استوار ہو چکے تھے لیکن جو کچھ ہوتا وہ رات کے اندھیرے میں ہوتا۔ دن کے اجالے میں وہ کینڑوں جیسے انداز میں مجھ سے پیش آتی تھی۔ نعیم غریب کو کسی بات کا مطلق کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے چونکہ خود کو حالات کے دھاروں پر چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے مجھے بھی بظاہر کسی بات کی فکر یا پریشانی نہیں تھی۔ البتہ کچھ دنوں سے میں ایک بات ضرور محسوس کر رہا تھا کہ لاجونتی مجھ پر حاوی ہوتی جا رہی ہے۔ جہاں تک جسمانی تعلق تھا اس نے کبھی میری خواہشات کو رد نہیں کیا، مگر دوسرے معاملات میں وہ مجھ سے اختلاف کرنے لگی تھی۔ یوگی کی نصیحت میرے ذہن میں موجود تھی اس لئے میں نے کبھی لاجونتی سے شکایت نہیں کی۔ مجھے یقین تھا کہ اسے کسی خاص مصلحت کی بنا پر میرا اتالیق مقرر کیا گیا ہے۔ البتہ مجھے اس بات کا شبہ نہیں ہوا تھا کہ لاجونتی بھی کچھ پوشیدہ قوتوں کی مالک ہو گی۔ لیکن ایک رات ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے اس شبہ کو حرف لفظ کی طرح مٹا دیا۔

اس روز میں حسب دستور نصف رات گزر جانے کے بعد چوری چھپے اپنے کمرے سے نکلا اور لاجونتی کے کوارٹر میں پہنچ گیا۔ معمول کے مطابق لاجونتی میری منتظر تھی۔ میں اس روز کچھ زیادہ ہی جذبات میں تھا۔ چنانچہ لاجونتی کے سامنے آتے ہی میں نے اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔ اسے بھی دروازے کو بند کرنے کا خیال نہ رہا۔ میری بے اختیار حرکت نے غالباً اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ہم دونوں ہمیشہ کی طرح آج بھی جذبات کی رو میں دیوانے ہو رہے تھے کہ یلکھ لاجونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ اس کے لہجے میں درندوں جیسی غراہٹ موجود تھی۔

”منوہر۔۔۔۔۔ چھوڑ دو مجھے۔ آج میں اس راکشش کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں اسے بتاؤں گی کہ اپرا نین چخ کام کرنے کے باوجود اپنے اندر تھوڑی بہت فکرتی بھی

اچانک گوگل داس نے اپنا پیر زمین پر مارا پھر نہ جانے اس نے کیا منتر پڑھ کر پھونکا کہ

”کیا یہ تیرا پریمی ہے جو تو اس کے کارن مجھے دھتکار رہی ہے۔“ کوکل داس غزلیا پھر اپنا عجیب الحلقہ سرہلا کر بولا ----- ”میں سمجھ گیا یہ منش وہی ہو گا جسے پورن لال نے انا اوسیدھا کرنے کے لئے پہچانا ہے پر نتو اب یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اس منش کو مار



تجھے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں اور اس وقت یہاں کس ارادے سے آیا ہوں۔“  
اپنا جملہ ادا کر کے میں نے لپک کر گلدان اٹھالیا پھر نفرت بھری نظر نعیمہ پر ڈالی۔ وہ  
تابکار عورت بجائے مجھ سے خائف ہونے اور اپنی ذلیل حرکت پر پشیمانی کا اظہار کرنے کے  
مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں غصے میں آگے بڑھا تو نعیمہ یکفخت کسی چوٹ کھائی  
ہوئی ناگن کی طرح تیزی سے اچھل کر مسہری سے نیچے آئی اور حقارت بھرے کرخت لہجے  
میں مجھے مخاطب کر کے بولی۔

”شیر! اگر تم نے اب ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ اگر  
تمہیں اپنی زندگی پیاری ہے تو خاموشی سے اگلے قدموں میری خوابگاہ سے باہر چلے جاؤ۔  
ورنہ مجھے مجبوراً ملازموں کو آواز دینی پڑیگی جو تمہیں دھکے مار کر باہر پھینک آئیں گے  
----- سنا تم نے، میں تم سے کیا کہہ رہی ہوں؟“

ایک لمحے کے لئے میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ مجھے نعیمہ سے اس رویے کی  
توقع نہ تھی۔ اس کے الفاظ پچھلے ہوئے سیسے کی طرح میرے کانوں کے ذریعے دل کی  
گہرائیوں میں اترتے چلے گئے تھے۔ وہ اپنے کسی آشنا کی خاطر اس کی موجودگی میں مجھے  
یوں حقارت سے دھتکار دیگی، میں نے خواب میں بھی اس کا تصور نہیں کیا تھا۔ چند ثانیے  
کے لئے میں گنگ سا رہ گیا۔ پھر نعیمہ کو قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا حلق کے بل چلایا۔

”فاحشہ ----- تیری یہ مجال کہ تو مجھے اپنے آشنا کی موجودگی میں ذلیل کر رہی  
ہے۔“

”بکواس بند کرو شیر -----“ نعیمہ نے بھی اسی لہجے میں تڑپ کر جواب دیا  
”اگر میں فاحشہ ہوں تو تم بھی آوارہ اور بدکردار ہو۔ کیا تم نے میری محبت کو دھوکا نہیں دیا  
-----؟ تم نے فرید الدین کی بہن فریدہ کے دامن عصمت و تار کیا لیکن میں  
نے کچھ نہیں کہا۔ تم نے اپنی ملازمہ لاجپتی کے ساتھ منہ کالا کیا، میں نے اس وقت بھی تم  
کو لعنت ملامت نہیں کی۔ خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گئی ----- پھر  
----- آج تم کس منہ سے مجھے کسی غیر مرد کے ساتھ دیکھ کر لال پیلے ہو رہے ہو  
----- جاؤ نکل جاؤ میری خواب گاہ سے، میرے نجی معاملات میں اب تمہیں دخل  
دینے کا کوئی حق نہیں۔“

نعیمہ اپنا جملہ مکمل کر کے تیزی سے مسہری پر گئی اور بڑی بے غیرتی سے میری نظروں  
کے سامنے دوبارہ اسی اجنبی نوجوان سے ہم آغوش ہو گئی ----- میں اعتراف کرتا

میں بڑی احتیاط سے ترائی کی طرف بڑھ رہا تھا ایک مسطح حصے پر پہنچ کر میں سانس درست  
کرنے کے لئے رکا، لیکن پھر جو میں نے سامنے نظر ڈالی تو مجھ پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو  
گئی۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اب نہ میرے سامنے کوئی دریا  
تھا نہ سمندر بلکہ وہی ویران میدان تھا جس کو عبور کر کے میں نے ہڑی سلسلہ طے کیا  
تھا۔ پلٹ کر میں نے پشت کی سمت نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ میں پہاڑی کے بچ و بچ کھڑا  
ہوں۔ میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیلنے لگا۔ حالات نے مجھے جن ناقابل یقین اور پراسرار  
حالات سے دو چار کر دیا تھا اس کی شدت کو محسوس کر کے تھکن کا احساس اور بڑھ گیا۔  
میں کسی لئے ہوئے مسافر کی طرح اس مسطح حصے پر بیٹھ گیا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوت  
مفلوج ہو چکی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا اگلا اقدام کیا ہونا چاہئے۔ ایکبار  
دل چاہا کہ دوبارہ پہاڑ کی چوٹی پر جاؤں لیکن اب مجھ میں اتنی ہمت باقی نہ تھی۔ متواتر تین  
چار گھنٹے چلنے سے میرا جوڑ جوڑ پھوڑے کی مانند درد کر رہا تھا۔ پیاس کی شدت کے باعث  
حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ میں اسی مسطح مگر پتھریلی زمین پر کمر سیدھی کرنے کے ارادے  
سے لیٹ گیا۔ ہوا کے تیز جھونکوں نے میری تکان اور بڑھا دی۔ میرا ذہن ایک بار پھر  
تاریکیوں میں مدغم ہو گیا۔ نیند کا غلبہ اتنی تیزی سے میرے اعصاب پر حاوی آیا کہ میں اس  
سے نجات نہ حاصل کر سکا ----- اور پھر -----

میں نے خود کو اپنی حویلی میں پایا۔ میرے قدم خود بخود نعیمہ کی خوابگاہ کی جانب اٹھنے  
لگے۔ میں نعیمہ سے ملنے کی خاطر بڑا بے چین تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا میں خوابگاہ میں داخل  
ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے ٹھٹھک کر رک گیا۔ میری نظروں نے جو کچھ دیکھا اس نے مجھے  
غصے سے پاگل بنا دیا ----- مجھے اپنی نظروں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ نعیمہ اس وقت  
نیم عریاں حالت میں ایک خور و نوجوان سے ہم آغوش تھی۔ میں نے اس نوجوان کو اس  
سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابھی میں طیش کی حالت میں کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ قریب  
رکھی ہوئی میز سے پتیل کا گلدان اٹھاؤں اور ایک ہی وار میں نعیمہ کی کھوپڑی دو حصوں میں  
منقسم کر دوں کہ یک لخت خور و نوجوان نے کروٹ لی۔ میری اور اس کی نظریں چار ہوئیں  
تو ایک لمحے کے لئے وہ گڑبڑا گیا۔ لیکن پھر بڑی ڈھٹائی سے مجھے مخاطب کر کے بولا

”مہاشے ----- تم کون ہو اور اس سے بنا اجازت کے کمرے میں کیوں گھس  
آئے۔“

”کینے ذلیل -----“ میں آپے سے باہر ہو کر غصے میں چیخا۔ ”نہر میں اسی

میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی گئیں۔۔۔۔۔



جواب میں پراسرار یوگی کی آنکھیں دہکتے انگاروں کی طرح سرخ ہو گئیں۔ کچھ دیر وہ



خون کی گردش تیز ہونے لگی۔

”اب کیوں یہی طریقہ ہے برہمچاری۔“ یوگی نے زہر خند سے بولا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ تم پاپ اور پن کے جھیلوں سے دور ہو جاؤ، میں نے کہا تھا کہ فکٹی پراپت کرنے کے لئے تم کو اپنے من کو مارنا ہو گا۔ پرنتو تم نے میری آگیا کا پالن نہیں کیا، تم کو صرف اپنی سندری کا پیار لبھا رہا تھا، تم نے میری فکٹی سے نجات پانے کی کوشش شروع کر دی، لاجونتی نے تمہیں سمجھایا پرنتو تم نے اس کا کہا بھی نہیں مانا، تم گھنڈی ہو گئے تھے برہمچاری! میں تمہیں کچھ اور بتانا چاہتا ہوں، مہان فکٹی کا مالک، بلوان، اور ان باتوں کو حاصل کرنے کے لئے منش کو پاپ اور پن کے چکروں سے آزاد رہنا چاہئے۔“

پراسرار یوگی کا ایک ایک لفظ میری سماعت پر بجلی بن کر ٹوٹ رہا تھا، گھلے ہوئے سیسے کی طرح میرے دل کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا۔ میں ٹپ کر رہ گیا، میرا دل چاہا کہ میں اپنی اور یوگی کی جان ایک کر دوں لیکن میں جانتا تھا کہ پورن لال، مہان فکٹی اور شیطانی قوتوں کا مالک ہے۔ اس کا ایک اشارہ مجھے خاک کے ڈھیر میں بدل سکتا تھا، میں نے خون کے گھونٹ پینے پر اکتفا کیا، اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا، پراسرار یوگی نے مجھے خاموش دیکھا تو مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

”کس دچار میں گم ہو برہمچاری، کچھ بولو، مورت بنے کیوں کھڑے ہو۔“

”یوگی مہاراج۔“ میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ”صرف ایک بار مجھے اور معاف کر دو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ کبھی تمہیں شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔“

”نہیہ سے ملنے کو بہت بیاکل ہو۔۔۔۔۔۔ کیوں منوہر؟“

یوگی کے لہجے میں طنز تھا، مجبوری اور بے کسی کے احساس کی شدت کی وجہ سے میری آنکھیں نمناک ہو گئیں، دل بھر آیا۔ میں نے جواب دینے کے بجائے اثبات میں سر کو جنبش دی تو پورن لال بولا

”میں تمہیں حویلی میں پہنچا سکتا ہوں برہمچاری پرنتو ایک شرط ہے۔“

”وہ کیا؟“ میں نے تیزی سے پوچھا۔

”تمہیں نہیہ اور اجیت کمار کے سمبندھ کو برداشت کرنا ہو گا۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ میں نے مختصراً احتجاج کیا تو یوگی نے لا پرواہی سے کہا۔

”سوچ لو منوہر۔۔۔۔۔۔ منش کو کچھ حاصل کرنے کے لئے بڑے پاپز بیٹے پڑتے

ہیں۔“

مجھے گھورتا رہا۔ اس کی نظریں مجھے چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی فکٹی کے زور سے میرے دل کا حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، میں نے نظریں اس کے چہرے سے ہٹانی چاہیں لیکن ایسا نہ کر سکا، کوئی غیر مرئی قوت بڑی تیزی سے میرے اعصاب پر قابو پا رہی تھی، ایک ایک لمحہ میرے لئے بڑا اذیتناک تھا، تھوڑے توقف کے بعد پراسرار یوگی کے بھدے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ ابھری پھر یلکھت وہ سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

”منوہر! کیا مجھے، تمہیں سمجھانا پڑیگا کہ گرد اور چیلے کا آپس میں کیا سمبندھ ہوتا ہے۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔“

”مورکھ۔“ پورن لال نے تیزی سے میرا جملہ کاٹے ہوئے کہا۔ ”تو میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہا ہے، بتاؤں تجھے کہ تو اس سے کس فکٹی سے بات کر رہا ہے۔“

”مجھے شاکر دو مہاراج!“ میں نے ہاتھ جوڑ کر رو دینے والے انداز میں کہا۔ ”اب کبھی مجھ سے کوئی بھول چوک نہ ہوگی۔“

”اس کا دچن تو نے پہلے بھی دیا تھا، پرنتو تو نے ایسا نہیں کیا۔“

”رحم کرو یوگی مہاراج!“ میں گڑ گڑانے لگا۔ ”اب میں کبھی تمہارے کسی حکم کی تعمیل سے گریز نہیں کروں گا۔“

”اپنی نہیہ سندری کے کارن بیاکل ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔ کیوں؟“ یوگی نے معنی خیز لہجے میں کہا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میں نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے سختی سے بھینچ لیا، میرے تصورات کے پردوں پر ایک بار پھر وہی منظر ابھر آیا جو کچھ دیر پہلے میں نے سوتے میں دیکھا تھا، بے بسی کے احساس نے مجھے تڑپا دیا۔

ابھی میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ پورن لال نے کہا۔

”سنو برہمچاری، تم جسے پہنا سمجھ رہے ہو وہ پہنا نہیں بلکہ حقیقت ہے۔“

”کیا۔۔۔۔۔۔“ میں نے متحیرانہ نظروں سے یوگی کو گھورتے ہوئے حیرت سے

پوچھا تو وہ بدستور خوفناک سنجیدگی سے بولا۔

”تمہاری سندری نے میرے ایک چیلے اجیت کمار کو اپنے پریمی کے انوسار سویکار کر لیا، تم نے جس منش کو اپنی سندری کے شریر سے کھیلتے دیکھا تھا وہی اجیت کمار ہے۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ میں نے بڑے تلخ لہجے میں کہا پھر ہنٹ چبانے لگا، میرے

مگرزاکہ میں نے یوگی کی شرطوں کو نہ مان کر غلطی کی، اگر میں اس کی بات مان لیتا تو وہ یقیناً اپنے وعدے کے مطابق مجھے حویلی پہنچا دیتا، نیکمہ میری نظروں کے سامنے ہوتی۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں نے اس بیسودہ خیال کو ذہن سے جھٹک کر نکال پھینکا۔ میں مرجانا پسند کر سکتا تھا لیکن اپنی نظروں کے سامنے اپنی غیرت کا خون دیکھنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

خاصی دیر تک میرا ذہن قلا بازیاں کھاتا رہا پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا، ایک آخری اور اٹل فیصلہ۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ خواہ حالات کچھ ہی ہوں، میں مرتے مرجاؤں گا لیکن نیکمہ کے ضمن میں پورن لال کی اس بیسودہ شرط کو کبھی تسلیم نہ کروں گا۔ اس فیصلے پر پہنچ کر مجھے قدرے سکون ملا لیکن یہ میرا وہم تھا، سکون محض عارضی تھا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ پر اسرار یوگی کی ناراضگی مجھے ہر بات کے لئے مجبور کر سکتی ہے، میرا ضمیر مردہ کر سکتی ہے اور خود اپنا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹنے پر تیار کر سکتی ہے، تو میں اس کی شرط ماننے سے کبھی انکار نہ کرتا۔ لیکن مقدر کا لکھا پورا ہونا تھا، میرے نصیب میں ٹھوکریں تھیں، مجھے زمانے میں رسوا ہونا تھا، اس لئے میں نے ایک غلط فیصلے پر ٹھوس ارادوں کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا تہیہ کر لیا، جو کچھ میرے اس فیصلے کا نتیجہ ہوا اس کا تذکرہ میں بعد میں کروں گا۔

غرضیکہ میں نے ایک آخری فیصلہ کر کے وقتی طور پر اپنے ذہن کے بوجھ کو ہلکا کیا اور ایک بار پھر پہاڑ کی چوٹی کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ میں اس بات کو مطلق بھول گیا تھا کہ میرا سابقہ پورن لال جیسے پر اسرار یوگی اور خطرناک حد تک شیطانی قوتوں کے مالک سے تھا۔ میں تمام باتوں سے بے نیاز تیز تیز قدم اٹھاتا چوٹی کی جانب بڑھتا رہا، چوٹی پر پہنچ کر میں نے دوسری سمت دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا، اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا، میں تعجب خیز نظروں سے نیکمہ کو دیکھا رہا تھا جو مجھ سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر اسی کینے اجیت کمار کے ساتھ ہم آغوش تھی۔ ایک ٹانے کے لئے میں گنگ ہو گیا، بت بنا کھڑا ان دونوں کو دیکھتا رہا جو ایک دوسرے میں جذب ہو جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر میں چونکا اور حلق پھاڑ کر چلایا۔

”نیکمہ۔۔۔۔۔“

نیکمہ میری آواز سن کر چوکی، نظر گھما کر میری سمت دیکھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ وہ اہانک مجھے دیکھ کر گھبرا جائے گی، لیکن ایسا نہیں ہوا، اس کی نگاہوں میں اجنبیت کا احساس

میں تھلا کر رہ گیا، یوگی کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، ذہن میں طوفان اٹھ رہے تھے، پورن لال کی شرط مان لیتا میرے پاس سے باہر کی بات تھی، میری غیرت بھلا یہ کیونکر برداشت کر سکتی تھی کہ میں نیکمہ کو کسی غیر کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے دیکھوں اور ہر بلب رہوں، ابھی میں اندر ہی اندر جھلس رہا تھا کہ یوگی نے بڑی سنجیدگی سے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

”تم یوں نہیں مانو گے، مجھے تمہارے لئے کوئی اور اپائے کرنا ہو گا۔“

”پورن لال!“ میں نے اس بارہمت سے کام لیتے ہوئے قدرے ٹھوس لہجہ اختیار کیا۔ ”تم نیکمہ کے سلسلے میں اپنا ارادہ بدل لو، اسے صرف میرے لئے مخصوص رہنے دو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہربانی کے عوض تمام عمر تمہاری غلامی کرتا رہوں گا۔“

”اچھا۔۔۔۔۔“ پورن لال نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا پھر بولا۔

”اگر میں تمہاری بات ماننے سے انکار کر دوں تب تم کیا کرو گے۔۔۔۔۔“ میں خود کشی کر لوں گا پورن لال لیکن اپنی غیرت کو سرعام نیلام نہیں ہونے دوں گا۔“

”نونیکی کے مسخروں جیسی باتیں مت کرو منوہرا!“ پورن لال یلکھت غصبناک ہو گیا۔

میری آگیا کے بغیر موت بھی تمہارے قریب نہیں آ سکتی، تمہیں ابھی میری ہلکتی کا اندازہ نہیں جو تم مورکھوں جیسی باتیں کر رہے ہو پر نتو اب تمہیں سے بتائے گا کہ میں کیا ہوں۔“

پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا، پورن لال کسی پھلاوے کی طرح میری نظروں

کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ نیکمہ تک پہنچنے کی خاطر امید کی ایک کرن جو نظر آئی تھی

اسے او جھل پا کر میرا ذہن ماؤف ہو گیا، مجھ پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے حلق

پھاڑ پھاڑ کر پورن لال کو آوازیں دیں۔ لیکن میری آواز پہاڑیوں میں بھٹکتی رہی، میری

نظروں کے سامنے اندھیرا پھیلنے لگا، چیختے چیختے میری آواز بیٹھ گئی۔ نیکمہ کی جدائی مجھے خون

کے آنسو رلا رہی تھی۔ پورن لال نے اجیت کمار کی کہانی سنا کر میرا سکون برباد کر دیا تھا۔

میں نے نیکمہ کے بارے میں سوچا کیا وہ دیدہ و دانستہ کسی غیر مذہب کے شخص کے ساتھ

رنگ رلیاں منانے پر آمادہ ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔! لیکن پر اسرار یوگی کی

قوت کے تماشے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا، اس کے لئے ہر بات ممکن تھی، ہو سکتا ہے کہ

اس نے میری طرح نیکمہ کو ذہن کو بھی پلٹ دیا ہو؟

میرا ذہن الجھتا رہا، حالات نے مجھے بے بسی کی انتہا تک پہنچا کر بے یار و مددگار چھوڑ

دیا تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ ایک لمحے کو مجھے خیال

ٹھوڑا رک بننے سے محفوظ کر سکوں لیکن اب مجھ میں اتنی سکت نہ تھی کہ میں پیروں پر کھڑا ہو سکتا۔ میں نے اپنے ذہن کو بیدار رکھنے کی بہتری کوشش کی لیکن غنودگی بڑی تیزی سے مجھ پر حاوی آ رہی تھی۔ سورج کی تپش نے ریت کے ذروں کو حرارت بخشی تو مجھے ایسا لگا جیسے میرے تمام بدن پر مردم آزار جنگلی چوئیاں لپٹی ہوں۔ زخموں سے چپکے ہوئے ریت کے ذرات نشتر بن کر میرے بدن میں چھو رہے تھے، بے ہوشی کا غلبہ شدید ہو رہا تھا۔ میں نے نیم و نظروں سے ایک بار پھر آسمان کی سمت نظر ڈالی، دونوں گدھ خاصے نیچے اتر آئے تھے، میں نے سہم کر آنکھیں بند کر لیں، میرا ذہن بڑی تیزی سے تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا، صرف اتنا یاد ہے کہ میرے بازوؤں میں بڑی شدید جلن ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے بازوؤں کو ٹکچے میں جکڑ دیا ہو، ڈوبتے ذہن نے یہی خیال کیا کہ آدھوڑ گدھ مجھ پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد کے حالات کیا تھے مجھے اس کی بابت کچھ علم نہیں!-----!

دوبارہ غنودگی کے بادل چھٹے اور ذہن جاگا تو میں نے خود کو کچی زمین پر پڑا پایا۔ عام حالات میں زمین کی سیلن مجھے یقیناً "نا پسند ہوتی لیکن اس وقت اسی سیلن نے مجھے سکون بخشا تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی زمین میرے زخموں کے لئے مرہم ثابت ہوئی، میں نے آنکھیں کھول کر اطراف کا جائزہ لیا، میں کسی عمارت کے زمین دوز کمرے میں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کا اندازہ یوں ہوا کہ کمرے میں کھڑکی اور روشندان نام کی کوئی چیز نہیں تھی ایک دروازہ تھا جو بل کھاتی سیڑھیوں کے آخری سرے پر زمین سے چوہہ فٹ کی بلندی پر نظر آ رہا تھا۔ ایک لمحے کو میں نے غور کرنا چاہا کہ میں صحرا سے یہاں کیسے آگیا۔ آدم خور گدھوں سے کیونکر نجات ملی۔ لیکن معا" میرے ذہن میں پراسرار یوگی پورن لال کا تصور بڑی تیزی سے ابھرا، اس کے لئے کوئی بات نا مکن نہ تھی، میرے دل سے ایک سرد آہ نکل کر ویران کمرے کی ویرانیوں میں مدغم ہو گئی۔ میں آہستہ سے اٹھ بیٹھا، میرے زخموں میں پہلی جیسی سوزش نہیں تھی، درد کی شدت بھی کم تھی البتہ بھوک پیاس کی شدت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

چند ٹانے میں بکھرے بکھرے خیالات کو جمع کرتا رہا پھر اٹھا اور سیڑھیوں کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ سیڑھیاں عبور کر کے میں دروازے تک پہنچا، دروازے پر زور دیا تو معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بند ہے، کچھ دیر تک میں دستک دیتا رہا لیکن دوسری جانب سے کسی نے جواب نہ دیا، میری الجھن بڑھتی جا رہی تھی پھر جھلٹ کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ میں نے بند

دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھا۔ میں بے چین ہو گیا، میں نے ایک اور فیصلہ کیا، نغمہ کو مار ڈالنے کا۔ اس کی موت میری دشواریوں کو کم کر سکتی تھی، میرا خون کھولنے لگا، میں تیزی سے خطرناک ارادوں کو ذہن میں بسائے نشیب کی طرف دوڑا۔ لیکن ٹھوکر کھائی اور ناہموار پہاڑی پر منہ کے بل گر کر نیچے لڑھکنے لگا۔ میرا سر کسی پتھر سے ٹکرایا تھا، چوٹ شدید تھی، میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ بیہوشی کا غلبہ اتنی تیزی سے حاوی ہوا کہ مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

دوسری بار مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک لق و دق ریگستانی علاقے میں پایا، اٹھنے کی کوشش کی تو جسم کا جوڑ جوڑ احتجاج کرنے لگا۔ نس نس میں ٹیسس اٹھ رہی تھیں۔ بمشکل کراٹ لے کر آہستہ سے اٹھا اور اطراف میں نظر ڈالی تو موت کا بھیاں تک تصور نظروں کے سامنے پھر گیا، تاحد نظر ریت ہی ریت نظر آ رہی تھی۔ میں اس صحرا تک کیونکر پہنچا مجھے اس کا کوئی علم نہیں البتہ میری حالت قابل رحم تھی، میرے جسم پر موجد کپڑے تار تار ہو چکے تھے ان پر جابجا خون کے دھبے نظر آ رہے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ میں نینمہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے ارادے سے اس کی جانب لپکا تھا اور کسی شے سے ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرا تھا۔ میں نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا، خون کے جتے ہوئے لو تھڑے ابھی تک چہرے پر جتے تھے۔ بھوک کی شدت اور پیاس کی ناقابل برداشت حاجت نے مجھے بے حد کمزور و نڈھال کر دیا تھا۔ اس بے بسی کے عالم میں مجھے ہر سمت موت نظر آ رہی تھی، مجھے اس وقت کچھ یاد نہ تھا، صرف دو گھونٹ پانی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی تاکہ میں اپنے حلق کو تر کر سکوں، جس میں کانٹے پڑنے لگے تھے، میں نے ہمت کر کے اٹھنے کی کوشش کی ایک دو بار مایوسی ہوئی پھر کسی نہ کسی طرح اٹھ کر کھڑا ہوا، جوڑ جوڑ پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔ جن لوگوں کو کبھی ریت پر کھیلنے یا چلنے کا اتفاق ہوا ہے وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ ریت پر چلنے میں انسان کو دو گنی طاقت لگانی پڑتی ہے۔ میں خود کو رک رک کر اور ہانپ ہانپ کر گھسیٹا رہا۔ سو گز بمشکل گیا ہوں گا کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرے لپکنے لگے، پیاس کی شدت نے بے حال کر دیا۔ میں نے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی مگر مایوسی ہوئی اور تیور کر ریت پر آ رہا۔ آسمان پر نظر پڑی تو موت کا تصور یقینی ہو گیا۔ میرے عین اوپر آسمان کی وسعتوں میں دو آدم خور گدھ بازو واکنے اور نظریں جمائے میری موت کے منتظر تھے۔ خوف و دہشت کے احساس سے مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی، میں خود کو کسی محفوظ مقام تک گھسیٹ لے جانا چاہتا تھا تاکہ خود کو ان گدھوں کی

دروازے پر دوہڑ مارنی شروع کر دی۔ دس منٹ میں متواتر دروازہ پھٹتا رہا لیکن بے سود دوسری جانب سے ذرا سی آہٹ بھی نہیں سنائی دی، میں نے ہاتھ روک لئے۔ ٹھیک اسی وقت کمرے کی ویرانی میں ایک نسوانی قہقہے کی آواز گونجی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا تو لاجونتی سیڑھیوں کے قریب زمین پر کھڑی قہقہہ لگا رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو یلکھت سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔

”بڑی جلدی ہاتھ روک لئے تم نے، میں تو سمجھتی تھی کہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں تک دروازہ پھٹتے رہو گے۔“

میں گنگ سا کھڑا لاجونتی کو گھورتا رہا، کبھی اس کی نظروں میں میرے لئے دعوت نگاہ ہوا کرتی تھی، خود سہرگی کا انداز ہوتا تھا لیکن اس وقت اس کی سرخ سرخ آنکھوں میں نفرت اور حقارت کا احساس چمک رہا تھا۔ میں امید و بیم کی کیفیتوں سے دو چار خاموش کھڑا اسے تنکٹا رہا، میں نے سوچا اگر لاجونتی کو راضی کر لیا جائے تو میری پریشانیوں کے دن ختم ہو سکتے ہیں۔ میں تھکے تھکے قدم اٹھاتا سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا، لیکن قبل اس کے کہ کچھ کہتا لاجونتی نے مجھے بڑی حقارت سے مخاطب کیا۔ ”اب کیا حال ہے برہمچاری!“

لاجونتی کے لہجے کی چیخ میں نے براہ راست اپنے ذہن کی اتھاہ گہرائیوں میں محسوس کی، وہ میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی تھی، مجھے باور کرانا چاہتی تھی کہ شیطانی قوتوں کے آگے میرا وجود ڈوبتے ہوئے اس جہاز کی مانند ہے جو موجوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ لاجونتی کو تنکٹا رہا وہ مسکرا کر بولی۔

”اتنے دھیان سے کیا دیکھ رہے ہو منوہر، کیا پہلے کبھی نہیں دیکھا مجھے۔“

”لاجونتی -----“ میرے ہونٹوں کو جنبش ہوئی لیکن اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

”میں جانتی ہوں برہمچاری کہ اس سے تمہارے من میں کیا ہے، تم مجھ سے دیا کی بھیگ مانگنا چاہتے ہو۔“ لاجونتی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ پھر بڑی لگاوت سے بولی ”تم نے میرا شریر چھوا ہے منوہر، میرا تمہارا سبندھ قریب کا ہے، تمہاری جدائی مجھے بھی بیا کل کئے رہتی ہے۔ پرنتو میں تمہاری کوئی سہائتا نہیں کر سکتی، تم نے یوگی مہاراج کی آگیا کا پالن نہیں کیا، جو وجہ تم نے مہاراج کو دیا تھا اس میں پورے نہیں اترے، تم نے من کو مارنے کی کوشش بھی نہیں کی۔“

لاجونتی کے لہجے کی اپنائیت محسوس کر کے مجھے ہمت ہوئی، تیزی سے بولا۔

”لاجونتی، میں جانتا ہوں کہ مجھ سے بھول ہوئی لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی مہاراج کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا، تم نے مجھے سزا دی تھی لاجونتی، تم ہی مہاراج سے میری سفارش کر سکتی ہو۔“

”مہاراج کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں منوہر، میں تم کو کوئی وجہ نہیں دیتی البتہ میں کوشش کروں گی کہ مہاراج تمہیں شام کر دیں۔“ لاجونتی نے ہمدردانہ لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ ”پرنتو ایک بات سوچ لو، تمہیں مہاراج کی ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ اگر پھر تم اپنے وجہ سے بٹے تو کوئی فکری تمہیں مہاراج کے کٹ سے نہیں بچا سکے گی۔“

”میں وہی کروں گا لاجونتی جو تم کہو گی۔“ میں نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا پھر آگے بڑھ کر لاجونتی کے قریب گیا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولی۔

”ابھی تم میرے شریر کو ہاتھ نہیں لگا سکتے منوہر، میں مہاراج کی داسی ہوں، ان کے پوتر چرنوں کی دھول ہوں جب تک مہاراج تمہیں شام نہیں کر دیتے میں تم کو سو بیکار نہیں کر سکتی۔“

لاجونتی کچھ لمحے میرے نزدیک کھڑی باتیں کرتی رہی پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی، اس نے جاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ پورن لال سے مل کر وہ جلدی سے واپس لوٹے گی، میں امید و بیم کی حالت میں کمرے میں ٹپٹنے لگا، میرا ذہن متضاد خیالات سے الجھ رہا تھا۔ میں ہر قیمت پر اپنی پریشانیوں سے چھٹکارا چاہتا تھا لیکن ایک بات میرا ذہن پراگندہ کر رہی تھی، یوگی مہاراج نے اجیت کمار اور نعیمہ کی وابستگی کی شرط لگائی تھی، میں سوچنے لگا کیا میں اسے برداشت کر سکوں گا؟

خاصی دیر تک میں پریشان خیالات کے جھوم کے درمیان گھرا رہا پھر اس وقت چونکا جب لاجونتی کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی، میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے تیزی سے پلٹ کر دیکھا، لاجونتی میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی، اس کے ہاتھ میں مٹی کا ایک بڑا پیالہ دیا ہوا تھا، اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات دکھ کر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ جس مقصد سے گیت ہی اس میں اسے کامیابی ہوئی ہے آزادی کے تصور نے میرے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں، میں نے آگے بڑھتے ہوئے بے اختیار لہجے میں پوچھا

”لاجونتی، یوگی مہاراج نے میری قسمت کا کیا فیصلہ کیا ہے؟“

”برہمچاری، تم قسمت کے دھنی ہو جو مہاراج نے تمہیں شام کر دیا۔ مہاراج نے مجھے آگیا دی ہے کہ میں تمہارا دھیان رکھوں اور اگر تم سے پھر کوئی بھول ہو اس کی خبر مہاراج

تھی اگر تم نے مہاراج کو پھر ناراض کیا تو -----

میری حالت قابل رحم تھی، میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہ تھا، انکار کی صورت میں مجھے پھر تکلیف دہ حالات سے دو چار ہونا پڑتا، چنانچہ میں نے سانس روکی اور ایک ہی سانس میں پیالہ منہ سے لگا کر تمام مشروب کو حلق سے نیچے اتارتا چلا گیا، مجھے یوں لگا جیسے میرے حلق کے اندر کسی نے کچلے ہوئے شیشے کے بیشمار ذرات بھر دیئے ہوں، مشروب کی ٹپنی اور تیزی نے مجھے تڑپا دیا، سینے میں شدید جلن مجھے کرب کی کیفیت سے دو چار کر رہی تھی، مجھے زور سے ابکائی آئی لیکن میں نے اپنا منہ سختی سے بند کر لیا۔ مشروب میں نہ جانے کیا بات تھی کہ اسے پیتے ہی میرے ذہن پر بیہوشی کا غلبہ ہونے لگا، میں نے لاجونتی کی طرف دیکھا، وہ اس دقت مجھے ہمیشہ سے زیادہ حسین اور پرکشش نظر آ رہی تھی میں نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانوں میں سمیٹ لینا چاہا۔ لیکن ذہن چکرا گیا، میں خود کو سنبھالنے کے باوجود نرم اور سلیکی زمین پر لیٹ گیا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ لاجونتی نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھاما تھا، آگے کے حالات ڈوبتے ہوئے ذہن کی گہرائیوں میں گم ہوتے چلے گئے۔

کتنی دیر تک میں بیہوشی کی کیفیت سے دو چار رہا مجھے اس کا صحیح اندازہ نہیں لیکن جب دوبارہ ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک آرام دہ بستر اور خوبصورت کمرے میں پایا۔ لاجونتی میرے قریب موجود تھی، میں نے اپنی حالت دیکھی تو دنگ رہ گیا، میرے جسم پر اسوقت سلیقے کے کپڑے تھے، جسمانی کمزوری کے بجائے میں اپنے اندر خاصی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ معاں میرا ہاتھ چہرے کی طرف اٹھ گیا لیکن وہاں بھی زخم کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ لاجونتی نے میری دلی کیفیت کا اندازہ لگایا تو مسکرا کر بولی۔

”کہاں کھو گئے برہمچاری، کس وجہ میں ہلکان ہو رہے ہو؟“

”لاجونتی، میں تمہارا احسان مند ہوں۔“ میں نے بلی زبان میں جواب دیا تو لاجونتی قدرے خفگی سے بولی۔

”تم کو ایسی بات نہیں کہنی چاہئے تھی منوہر، یہ سب مہاراج کی کہپا ہے، ان ہی کی فہمی نے تمہاری حالت بدلی ہے، تمہیں مہاراج کا شکر گزار ہونا چاہئے۔“

مجھے علم تھا کہ پراسرار یوگی مہمان فہمی کا مالک ہے، میں اس کے چمکدار پہلے بھی دیکھ چکا تھا چنانچہ میں نے ذہن پر بوجھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ یوں بھی میرے لئے موجودہ حالات کے آگے سینہ سپر ہونا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، نعرے کے سلسلے میں میرے ذہن میں جو بات پہلے تھی۔ وہ اب ختم ہو چکی تھی، ایسا کیونکر ہوا، میں کچھ نہیں کہہ

تک پہنچاؤں۔“

”لاجونتی ----- لاجونتی“ میں خوشی کے جذبوں سے سرشار ہو کر بولا ”تم میری محسن ہو، میں تمہارا یہ احسان تمام زندگی فراموش نہیں کروں گا۔“

”من کو ٹٹول کر دیکھ لو منوہر کہیں پھر تم مجھے برا نہ سمجھنے لگو۔“ لاجونتی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، اس کی نظروں میں میرے لئے اپنائیت تھی، ایسا سحر تھا کہ میں بے خود ہو کر بولا۔

”اب ایسا نہیں ہو گا لاجونتی، میں تمہیں ہر روپ میں پیار کرتا رہوں گا۔“

”سچ -----؟“ لاجونتی نے خوشی سے دریافت کیا۔

”ثبوت چاہتی ہو۔“ میں اپنا دکھ درد بھول کر معنی خیز لہجے میں بولا تو لاجونتی شرما گئی۔

جلدی سے بات کا رخ بدل کر ہاتھ میں دبے پیالے کی سمت اشارہ کر کے بولی۔

”مہاراج نے تمہارے لئے دیوتاؤں کا یہ رس بھیجا ہے منوہر، لو اسے پی لو، تم پہلے منش ہو جسے یوگی مہاراج نے یہ سوم رس پینے کو دیا ہے ورنہ آج تک مہاراج کا کوئی چیلہ یا سیوک اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکا۔“

”تمہاری عنایت ہے دیوی!“ میں نے لاجونتی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا پھر آگے بڑھ کر پیالا اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

اپنی آزادی کا مژدہ سن کر میں اس وقت زہر کا پیالا بھی پی سکتا تھا۔ میں نے پیالے کو ہونٹوں کے قریب کیا، لیکن دوسرے ہی لمحے اتنی ہی تیزی سے پیالے کو منہ سے دور کر لیا، پیالے میں گاڑھے اور - باہ رنگ کا کوئی رقیق مشروب موجود تھا لیکن اس میں سے پھوٹنے والا تقفن نا قابل برداشت تھا۔ ایک لمحے کو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی سڑتے ہوئے نابدان کی بدبو میرے ذہن میں بس گئی ہو۔ میں نے مشروب کو غور سے دیکھا جس کے اندر گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی موجود تھے اگر میں اس مشروب کو جے ہوئے خون سے تشبیہ دوں تو غلط نہ ہو گا، میں نے پیالے سے نظر ہٹائی، میرا جی متلانے لگا، لاجونتی نے مجھے تذبذب کی کیفیت سے دو چار دیکھا تو میرے قریب آ کر بولی۔ ”منوہر۔ شاید تم بھول رہے ہو کہ یہ رس یوگی مہاراج نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔“

میں نے لاجونتی کو رحم طلب نظروں سے دیکھا، کچھ بولنا چاہا لیکن لاجونتی نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا، قدرے روکھے انداز میں بولی۔ ”برہمچاری۔ یہ مت بھولو کہ مہاراج نے تمہارے اوپر بڑی کہپا کی ہے، میں نے تمہارے کارن مہاراج کے آگے ہاتھ باندھ کر ہنسی کی

0

”ابھی ان باتوں کو ست پوچھو منوہرا“ لاجوتی اچانک کچھ اداس ہو گئی، میری نظروں

”مجھے خوشی ہے منور کہ اب تم نے منش کے جیون کا راز پالیا، لیکن تمہیں خبر ہے



لاجوتی کی بات مجھے کچھ عجیب سی لگی، وہ میرے رقیب کو میرا دوست کہہ رہی تھی، بس ایک لمحے کے لئے مجھے خیال ہوا کہ اجیت کمار سے میری ملاقات میری غیرت اور حمیت پر تازیانہ ہو گی لیکن دوسرے ہی لمحے میرا ذہن جیسے صاف ہو گیا، میں نے لاجوتی کا ہاتھ تھاما اور حویلی کے اندر داخل ہو گیا۔ راستے میرے دیکھے بھالے تھے، میں درمیانی ہال میں تھا کہ اجیت کمار مجھے سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ میں اسے خواب میں دیکھ چکا تھا، میں نے اسے ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ اجیت کمار اور میں دونوں اس طرح ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے جیسے بڑی پرانی شناسائی ہو۔ جلد ہی ہم دونوں کھل مل گئے، لاجوتی ہمارے قریب ہی ہاتھ باندھے باندیوں کی طرح کھڑی تھی۔ میں نے اس سے بیٹھنے کو نہیں کہا، وہ مجھے بتا چکی تھی کہ دیوی دیوتاؤں کی موجودگی میں اس کی حیثیت داسیوں جیسی ہوتی ہے۔

میں اجیت کمار کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا، اجیت کمار نے مجھے ہندو دھرم کے بارے میں اور اپنے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بتایا، اس کے بعد اس نے میری خاطر تواضع شروع کر دی، میرے سامنے ایک بار پھر وہی بدبودار مشروب لا کر رکھا گیا جسے پہلی مرتبہ لاجوتی نے مجھے پلایا تھا۔ میں جھجکا مگر جب اجیت کمار نے مشروب کو اٹھایا اور مزے لے لے کر اسے پینا شروع کیا تو میں نے بھی پیالہ اٹھا کر اس کا ایک گھونٹ حلق کے نیچے اتار لیا، بھڑکتے ہوئے شعلوں کی ایک لکیر سی حلق سے لیکر پیٹ تک کھنچ گئی۔ مجھے متلی کا احساس ہوا میں نے لاجوتی کی طرف دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے ہدایت کر رہی تھی کہ میں مشروب پینے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کروں۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میں نے مشروب کا پیالہ اٹھایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا، لاجوتی کی آنکھیں جوش سے چمک رہی تھیں۔ اجیت کمار نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

”منوہر مجھے وشواس ہے کہ تم دیوتاؤں کی راہ میں ضرور سہل ہو گے پر تو ایک بات سدا یاد رکھنا، من کو مارنا ہمارے دھرم کی پہلی ننگھٹا ہے، پاپ اور پن کے بکھیروں میں پڑنے والے اور استری (عورت) جات کے چکروں میں الجھ کر منٹ کبھی ممان ہستی پر اپت نہیں کر سکتا، اپنے راستے سے ہلک جاتا ہے۔“

میں نے اثبات میں سر کو جھنک دی، مجھ پر نشے کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ اجیت کمار نے لاجوتی کو اشارہ کیا تو وہ میرے لئے مشروب کا ایک اور پیالہ لے آئی، میں لاجوتی کے اشارے پر اسے بھی خالی کر گیا، نشے کی کیفیت دو چند ہو کر بتدریج بڑھ رہی تھی۔

”تم قسمت کے، منی ہو منوہر جو یوگی مہاراج نے تمہیں اپنا سیوک بنانا منظور کر

لا۔“

”مہاراج ممان ہیں اجیت۔“ میں نے کہا۔

”ممان شکتیوں کی آگیا اور ان کی ننگھٹا پر سچے من سے عمل کرنا ہمارا دھرم ہے منوہر۔“

”میں مہاراج کی ہر آگیا کا پالن کروں گا میرے دوست۔“ میں نے لاجوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مہاراج نے مجھے شاکر کے مجھ پر احسان کیا ہے۔“

میں یوگی مہاراج کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا، اجیت کمار مجھے اپنے دھرم کے بارے میں بتاتا رہا۔ میرے نشے کی حالت بڑھتی جا رہی تھی، اجیت کمار مجھ سے بے تکلف ہونے لگا تھا، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بھی نشے کی حالت میں ہے۔ مجھے اسکی رفاقت سے خوشی ہو رہی تھی لیکن جب اس نے لاجوتی کو اشارے سے اپنے قریب بلایا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر بوس و کنار شروع کیا تو مجھے شدید گھٹن کا احساس ہوا، میں اپنی محبوبہ کو اجیت کمار کی آغوش میں بھلا کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ لاجوتی میرے سامنے اس قدر ڈھٹائی کے ساتھ اجیت سے کیسے ہم آغوش ہے۔ مجھے اس کے چہرے یا اس کی حرکات و سکنات سے اس بات کا شبہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ اجیت کمار کی حرکت پر ناراض ہے، میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت بڑھنے لگی لیکن قبل اس کے کہ میں اپنی ناراضگی کا اظہار کرتا یا اجیت کمار کو اس کی بیہودہ حرکتوں پر سرزنش کرتا میرے کانوں میں پراسرار یوگی مہاراج کی آواز گونجی۔

”منوہر۔ سنبھلو بالک، اگر تمہارے قدم لٹکھڑائے تو انجام خطرناک ہو گا، میرا سراپ تمہارا جیون نشٹ کر دے گا۔“

میں نے ہڑبڑا کر اطراف میں دیکھا لیکن پورن لال وہاں موجود نہ تھا، مجھے ماضی کے سابقہ تلخ تجربے اور اذیت ناک مرحلے یاد آئے تو سنبھل گیا، یوگی مہاراج کے علاوہ لاجوتی اور اجیت کمار نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ عورت کے چکر میں پڑنے والے کبھی عظیم قوتوں کے مالک نہیں بن سکتے، ہستی پر اپت کرنے کے لئے منٹ کو اپنا من مارنا پڑتا ہے۔

میں نے لاجوتی کو دیکھا جو بڑی بے حیائی سے اجیت کمار کی گود میں لیٹی تھی، میں نے اپنے دل سے لاجوتی کو بھی جھٹک دیا، مجھے یوگی پورن لال کی خوشنودی کی زیادہ ضرورت تھی۔ میں نے سوچا اگر میں نے ہستی حاصل کر لی تو میں بھی اجیت کمار کی طرح جس عورت



تمہارے دل میں میری محبت نہیں رہی؟ تم کتنے بدل گئے ہو شبیر۔“  
آخری جملہ ادا کرتے وقت نعیمہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کتنی خوبصورت اداکاری کر رہی تھی نعیمہ، وہ مجھے اپنی وفاداری باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی، اسے غالباً اس بات کا علم نہیں تھا کہ میں ابھی باہر اس کے چہیتے اجیت کمار کے ساتھ بیٹھا دیوتاؤں کا مشروب پیتا رہا ہوں، میں نے نعیمہ کو سر تپا غور سے دیکھا وہ بیوفا ہونے کے باوجود مجھے قیامت نظر آرہی تھی، میرا نشہ بڑھتا جا رہا تھا، میں نے لپک کر نعیمہ کو کلائی سے تھاما اور ایک ہی جھٹکے میں گھسیٹ لیا، میرے کان ہرے ہو گئے، نعیمہ کیا کچھ کہہ رہی تھی میں نے سننے کی کوشش نہیں کی، اس کے جسم کے نشیب و فراز سے کھیلتا رہا، کیف و مستی نے مجھے مدہوش کر دیا تھا، البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ اس عرصے میں نعیمہ کی مسکیاں میرے کانوں سے ٹکراتی رہیں۔

کچھ دیر بعد جب میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا اور کروٹ بدلی تو وہ اٹھ کر لمحہ کمرے میں چلی گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں، میرا جسم ٹوٹ رہا تھا، مجھے آرام کی ضرورت تھی لیکن تھوڑی دیر بعد نعیمہ کپڑے تبدیل کر کے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی۔ میرا بازو تھام کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔

”شبیر۔۔۔۔۔۔ خدا کے لئے مجھے بتا دو کہ تم اتنے دن مجھے چھوڑ کر کہاں غائب رہے؟ تم نے مجھے اپنی خیریت سے باخبر کرنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی۔ واپس لوٹے تو درندہ بن کر، یہ سب کیا ہے شبیر، مجھے بتاؤ نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گی، تمہاری جدائی نے میرے دل و دماغ پر پہلے ہی بہت ستم توڑے ہیں۔“

میں نعیمہ کی باتیں سن کر لاپرواہی سے مسکرایا، اس کے چہرے پر سرسری نظر ڈال کر کہا۔

”کیا دریافت کرنا چاہتی ہو تم۔۔۔۔۔۔“  
”تم اچانک مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟“ نعیمہ نے حیرت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”یونہی ذرا دنیا کی سیر کرنے گیا تھا۔“ میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔  
”تم نے مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کرنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی۔“ نعیمہ اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

”ہاں۔۔۔۔۔۔“ میں قدرے درشت آواز میں بولا ”میں نے تمہیں اپنے

سے چاہوں دل بہلا سکوں گا، لاجوئی میرے اشارے پر ٹاپنے پر مجبور ہو گی، میں نے اپنی نظر اس کی جانب سے پھیر لی۔ میرا نشہ تیز ہو رہا تھا، اپنی نظروں کے سامنے کھیلے جانے والے ڈرامے کو دیکھ کر میرے جذبات میں بھی ہلچل مچی ہوئی تھی، معا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں نعیمہ کا خیال ابھرا میں کچھ سوچ کر لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور اندر کی طرف بڑھا، راہداری عبور کر کے نعیمہ کی خوابگاہ کے دروازے پر پہنچا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا، نعیمہ میرے سامنے مسہری پر محو خواب تھی، اس نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا جسکی بے ترتیبی نے اسے کسی قدر نیم عریاں کر دیا تھا۔ میں دروازے پر کھڑا نعیمہ کو دیکھتا رہا۔ کبھی میں نعیمہ سے بے پناہ محبت کرتا تھا، اس کے بغیر ایک لمحہ بھی میرے لئے گزرانا مشکل تھا، مگر اس وقت وہ میرے لئے نعیمہ نہیں تھی۔ عورت تھی، محض ایک خوبصورت اور حسین عورت اور پراسرار یوگی نے مجھے یہی تعلیم دی تھی کہ عورت کا چکر انسان کو اس کے دھرم کے راستے سے بھٹکا دیتا ہے، میں پہلے بھی بہت بھٹک چکا تھا، مزید بھٹکانا اور کرناک حالات سے دو چار ہونا مجھے منظور نہ تھا۔ میں نے نعیمہ کو وقتی طور پر اپنی آغوش کی زینت بنانے کا ارادہ کیا، قدم اٹھاتا قریب گیا، دوسرے ہی لمحے وہ میری آغوش میں تھی۔ وہ ہڑبڑا کر جاگی تھی، ایک لمحے کو گھبرا گئی لیکن مجھ پر نظر پڑی تو سکون کا طویل سانس لیکر بولی۔

”شبیر۔۔۔۔۔۔ تم، کہاں غائب رہے اتنے دنوں۔“ نعیمہ کی لیشلی آنکھوں میں شکایت تھی۔ ”میں نے امید کا دامن نہیں چھوڑا، مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے لیکن اب تک تم تھے کہاں؟“

میں نعیمہ کی باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ اتنے دنوں میں کس قدر مکار اور فریبی ہو گئی ہے، وہ کتنی معصومیت اور بھولپن سے میری نظروں میں دھول جھونک رہی تھی، میں نے اسکی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے جسم کو شب خوابی کے لباس سے آزاد کیا، میرا انداز جارحانہ تھا، نعیمہ کی آنکھوں سے حیرت جھانک رہی تھی۔ وہ مجھے جن نظروں سے دیکھ رہی تھی، ان میں الجھن ناچ رہی تھی، میں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا تو وہ مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے پہلو سے نکل گئی۔ غصے سے لال چلی ہو کر حقارت بھرے لہجے میں بولی۔

”شبیر۔۔۔۔۔۔ تم اب انسان نہیں بلکہ پتھر بن گئے ہو، اتنے دنوں بعد ملے نہ اپنی کسی نہ میری سنی، اسی درندگی پر اتر آئے جو خود غرض مردوں کا خاصا ہوتی ہے، کیا

ارادے سے مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھا، دراصل میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے اچانک چلے جانے سے تمہارے اوپر کیا اثر ہوتا ہے، میں تمہاری وفاؤں اور تمہاری محبت کو پرکھنا چاہتا تھا۔

”شاید اسی لئے تم نے واپسی کے بعد بھی مجھے ہمدردی کا مستحق نہیں جانا اور اپنی درندگی کو افضل سمجھا۔“ نعیمہ طنزیہ انداز میں بولی اس کی آنکھوں میں نفرت اور محبت کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے، کبھی وہ مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھتی اور کبھی نفرت سے منہ پھیر کر اپنا ہونٹ چبانے لگتی۔

”جذبات کی آسودگی انسان کے ذہن کو ہلکا کر دیتی ہے نعیمہ، کیا تمہیں اس کا ذاتی تجربہ نہیں ہوا“

”شبیر“ اس بار نعیمہ کسی زخمی شیرنی کی طرح تڑپ کر بولی ”تم اپنے تجربے کی بنا پر جو چاہو کہہ سکتے ہو، اس لئے کہ لاجوتی تمہارے ساتھ تھی لیکن مجھے زندگی کا تجربہ اتنے قریب سے نہیں ہوا۔“

”اداکاری اچھی خاصی کر لیتی ہو۔“ میں لڑکھاتا ہوا غصے سے اٹھا، گرج کر بولا۔

اجیت کمار غالباً ”تمہارا کوئی پرانا شناسا ہو گا جو یہاں حویلی میں تمہارے ساتھ رہتا ہے۔“

”شبیر“ نعیمہ نے حیرت سے کہا ”کس اجیت کمار کی بات کر رہے ہو، تمہیں دھوکہ ہوا ہے، کسی نے ضرور تمہارے کان بھرے ہیں، تم میری عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو، میرے اچلے دامن کو داغدار کرنے کی سعی کر رہے ہو۔“

میں اس سے زیادہ سننے کو تیار نہ تھا، نعیمہ کو بال سے پکڑ کر باہر کھیٹ لایا، اس کی کرناک چیخوں کی آواز حویلی میں گونجتی رہی، میں اسے راہداری سے کھیٹ کر باہر والے بڑے ہال میں آیا جہاں اجیت کمار بدستور موجود تھا البتہ اس وقت لاجوتی وہاں موجود نہ تھی۔ میں نے نعیمہ کو اجیت کمار کے سامنے لا کھڑا کیا، اس کے چہرے پر بدستور حیرت کے تاثرات نمایاں تھے وہ اجیت کمار کو یوں تعجب سے دیکھ رہی تھی جیسے پچھاننے کی کوشش کر رہی ہو، اجیت کمار نے نظریں اٹھائیں اور نعیمہ کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ میں نعیمہ کے چہرے کے تاثرات کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ چند ثانیے تک وہ گنگ رہی پھر اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے شروع ہوئے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے میرے شبہ کی تصدیق کر دی نعیمہ تیزی سے آگے بڑھ کر اجیت کمار سے بغل گیر ہو گئی بڑی اپنائیت سے بولی۔

”میں بڑی دیر سے تمہاری راہ تک رہی تھی، کہاں کھو گئے تھے تم۔“

”میرے دوست سے ملو رانی!“ اجیت نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”یہ ہیں منوہر، میرے پرانے متر۔“

نعیمہ نے مجھے غور سے دیکھا، بڑی سنجیدگی سے مخاطب کر کے بولی۔

”پدھارو منوہر بالو۔ کھڑے کیوں ہو۔“

نعیمہ کی نظروں میں میرے لئے اجنبیت کا احساس تھا میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں، میں نفرت بھری نگاہ نعیمہ پر ڈالتا کرے سے باہر نکل گیا، یوگی پورن لال اور لاجوتی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ عورت کا چکر انسان کو اس کی منزل سے گمراہ کر دیتا ہے، میں راہداری عبور کر کے کچھلی سمت سے باہر نکلا تو لاجوتی میری منتظر تھی، اس نے میرا استقبال کیا لیکن میں اسے بھی نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا اور باہر نکل کر کھلی سڑک پر آ گیا، میں جلد از جلد اس حویلی سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ ابھی میں کچھ ہی دور گیا تھا کہ ایک جانی پچانی آواز میری پشت سے سنائی دی اور میں یوں چونک کر رکا جیسے کسی نے میرے پیروں میں پتلیاں ڈال دی ہوں، پلٹ کر دیکھا تو یوگی پورن لال مجھ سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا، اس وقت اس کے جسم پر صرف ایک دھوتی تھی، اوپر کا جسم ننگا تھا۔

”مہاراج“ میں نے بڑی عقیدت سے سر جھکاتے ہوئے کہا، آگے بڑھ کر پورن لال کے چرن چھونے کو جھکا تو اس نے مجھے بازو سے تھام کر سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

”برہمچاری، مجھے خوشی ہے کہ اب تم منش بننے جا رہے ہو، تم نے ناری کے چکر سے ہٹکارا حاصل کر کے اپنے راستے کی سب سے کٹھن منزل کو طے کر لیا، تم میرے ایک اچھے سیوک بن سکتے ہو۔“

”مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے مہاراج!“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”میں تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں۔“

”مجھے اس کا دشواں ہو چلا ہے بالک، پر تو تم کو لاجوتی سے منہ نہیں موڑنا چاہئے تھا، وہ دیوتاؤں کی سویکار کی ہوئی ناری ہے، اس کا دھرتی سے کوئی سبندھ نہیں، تمہیں اس کا من نہیں مارنا چاہئے، قدم قدم پر تمہیں اس کی ضرورت ہو گی۔“ یوگی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا پھر بولا۔ ”میں سوچ رہا ہوں کہ اب تمہیں اس راستے پر لگا دوں جو بلوانوں کا ہے، تمہیں کشتی پر اپت کرنے کے لئے دیوتاؤں کے لئے کٹھن جاپ کرنا ہو گا۔“

ایک سو برسوں میں نے آخری کنکری کو دوسری کنکریوں کے ڈھیر پر ڈالا تو مجھے یقین ہو چکا تھا کہ اب میری کامیابی یقینی ہے، دوپہر کا وقت تھا، میں جاپ میں مصروف تھا کہ شیر کے ہاڑنے کی آواز سن کر آنکھیں کھول دیں، مندر کے دروازے پر ایک خونی درندہ کھڑا مجھے سرخ سرخ نظروں سے گھور رہا تھا۔ مجھے جھرجھری آگئی، شیر اچانک پیچھے کی طرف ہٹا اور اگلے پتھوں پر جھک کر اس نے جست بھری، میں چلانے ہی والا تھا کہ لاجوتی کی آواز

غرضیکہ اٹھارہ دن بہ آسانی بیت گئے لیکن انیسویں دن رات کے وقت مجھے ایک نئے تجربے سے دو چار ہونا پڑا، میں نے جس مندر کا انتخاب کیا تھا وہ آبادی سے خاصا دور تھا،

”اسی ابھی معلوم کر کے آتی ہے مہاراج۔“ لاجوئی نے براہمانے کے بجائے سر جھکا کر کہا پھر اس سمت چلی گئی جہاں مقامی بچاریوں کی بیشمار چھوٹی چھوٹی کنیاں بنی ہوئی تھیں، میں پھر مندر کی طرف دیکھنے لگا، بچارن کی سندر تانے میرا من موہ لیا تھا، میں بتارس

چھوڑنے سے پہلے ایک بار اس پجارن سے ملنے کا فیصلہ کر چکا تھا، کچھ دیر بعد لاجونتی والہر آئی اس نے مجھے بتایا۔

”ہماراج۔ اس پجارن کا نام بلا ہے، آج ہی یا ترا کے ارادے سے بتا رہی آئی ہے اور اپنے پتا پنڈت دیا شکر کے ساتھ یہاں ایک کٹی میں ٹھہری ہے۔“

”لاجونتی۔۔۔۔۔۔ میں نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔“ میں بلا سے ملنا چاہتا ہوں اس کے شریر کی کوہلتا نے میرا من بیاکل کر دیا ہے۔“

لاجونتی میری بات سن کر ایک لمحے کو چوکی پھر زیر لب مسکرا کر دبی زبان میں بولی۔

”ہماراج کی فحقی اپرم پار (غیر محدود) ہے، جو من چاہے کریں پر تو پنڈت پجاریوں کو چھیڑنا اچھا نہیں، کون جانے وہ کس روپ میں ہوں۔“

میں لاجونتی کی بات سمجھ رہا تھا لیکن میں نے اس پر غور کرنا مناسب نہیں سمجھا، مندر کی سیڑھیوں کے قریب کھڑا پجارن کی واپسی کی راہ نکلتا رہا، مجھے زیادہ دیر انتظار کی زحمت نہیں اٹھانا پڑی، کچھ دیر بعد وہی معصوم اور حسین پجارن مجھے مندر کے بڑے دروازے کے چبوترے پر نظر آئی، نظرس جھکائے وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں ملے کرتی ہوئی نیچے اتری اور

پجاریوں کی کٹی کی سمت بڑھنے لگی، اس نے کسی کی سمت دیکھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ شاید وہ ابھی پنڈت پجاریوں کے کروٹوں سے نا واقف تھی۔ میں اس کے تعاقب میں قدم بڑھانے لگا۔ دوسری کٹیوں کے درمیان سے گزرتی وہ ایک ایسی کٹی کے اندر گئی جو قدرے

الگ بنی ہوئی تھی۔ میں نے لاجونتی کو رکنے کا اشارہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔ مجھے خوب یاد تھا پراسرار یوگی نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ بلوان اور ممان فحقی کے مالک ناریوں کے چکر

میں الجھ کر اپنا سے برباد نہیں کرتے۔ ہماراج نے یہ بھی کہا تھا کہ ناری ایک کھلونے کے انوسار ہے، جسے کھیلنے کے بعد چھوڑ دیا جاتا ہے، میں اس وقت اس پجارن کے شریر سے

کھیلنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ لاجونتی مجھے بتا چکی تھی کہ جاپ کرنے کے بعد میں نے ممان فحقی پر اپت کر لی ہے، مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ طاقت جو میں نے حاصل کی تھی کس نوعیت کی تھی یا اس کے استعمال کا طریقہ کیا ہے؟ بس میرے لئے یہی کافی تھا کہ میں طاقتور بن

چکا تھا، میں بلا دھڑک کٹی کے اندر گھستا چلا گیا۔ پجارن اس سے کٹی کے اندر اکیلی تھی، مجھے دیکھا تو وہ سہم گئی گہرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”تم شاید غلط کٹی میں آ گئے ہو پجاری، یہاں میرے پتا دیا شکر رہتے ہیں، تمہیں کس سے ملنا ہے؟“

”میں تم سے ملنے آیا ہوں پجارن۔“ میں نے خوبصورت پجارن کو گھورتے ہوئے کہا ”اچھا ہوا جو تمہارے پتا اس سے کٹی میں نہیں، ہماری ملاقات ادھوری رہ جاتی۔“

”پجاری۔۔۔۔۔۔ لڑکی کی آنکھیں سرخ ہو گئیں غصے سے بولی۔“ تمہیں لاج میں آتی کسی پجارن کو چھیڑتے۔“

”مورکھ۔۔۔۔۔۔ میں پجاری نہیں بلکہ منوہر ہماراج ہوں، ممان فحقی کا مالک۔“ میں نے تیزی سے کہا۔ ”تو قسمت کی دھنی ہے جو ہم نے تیری کٹی میں آ کر تیری عزت

بڑھائی، اگر میں نے تجھے سوینکار کر لیا تو تیرے بھاگ کھل جائیں گے مندر پجارن۔“

”تم مجھے ممان فحقی کے مالک کے بجائے کوئی کھور دل راکھش نظر آتے ہو۔“ لڑکی کرخت آواز میں بولی۔ ”پاپی، چلا جا میری کٹی کے باہر۔“

”پجارن۔ تو میرا اہمکن کر رہی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تجھے جلا کر بھسم کر دوں۔“ میں نے بھی سخت لہجے میں کہا پھر آگے بڑھ کر پجارن کی کلائی پکڑ کر بولا۔ ”چھو کری، اگر تو

نے اب زبان کھولی تو میں تجھے اور تیرے پتا دونوں کو ایسا کشت دوں گا کہ دھرتی کانپ اٹھے گی۔“

پجارن سہم گئی، ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو میری گرفت اور مضبوط ہو گئی، وہ کسی ایسے پنچھی کی طرح تڑپ رہی تھی جسے جال میں پھنس جانے کے بعد اپنی موت نظر آ رہی ہو، اس نے شور مچانے کے لئے منہ کھولا تو میں گرج کر بولا۔ ”لڑکی، میری آگیا ہے کہ تو

اپنی زبان بند رکھ۔“

پجارن کا منہ کھلا کا کھلا رہا گیا، یوں جیسے کسی پراسرار قوت نے اس کا حلق بند کر دیا ہو، البتہ وہ خود کو میرے چنگل سے بچانے کی خاطر ہاتھ پاؤں مارتی رہی لیکن میری طاقت

کے سامنے مجبور و بے بس ہو گئی، میں نے ایک ہی جھٹکے میں اسے کٹی کے فرش پر گرا دیا پھر جھک کر اسے دبوچ لیا لیکن قبل اس کے میں اپنا مقصد پورا کر سکتا کٹی کے دروازے پر

سے ایک خوفناک آواز سنائی دی، میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ہٹا کٹا پنڈت دروازے پر کھڑا مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا اس کی خونی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے۔

”پاپی، لیہرے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“ پنڈت کڑک کر بولا پھر اس نے لپک کر کٹی کے دروازے کے قریب پڑی ہوئی کلاڑی اٹھالی۔

میں بھانپ گیا کہ آنے والا بلا کا باپ پنڈت دیا شکر ہے، اس کے تیور بے حد خطرناک تھے، میں نے بلا کو چھوڑا اور اچھل کر مقابلے کے لئے کھڑا ہو گیا!!

وہا شکر ابھی تک اس مقام کو حیرت بھری نظروں سے گھور رہا تھا جہاں کلباڑی اس کے ہاتھ سے گر کر نذر آتش ہوئی، میری آواز سن کر یوں چونکا جیسے کوئی بھیاںک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہوا ہو۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا لیکن جلد ہی اس کی یہ کیفیت دور ہو گئی، ایک نظر اس نے ملا پر ڈالی تو تصویر حیرت بنی کھڑی تھی پھر مجھ سے مخاطب ہو

اس کے بعد پنڈت دیا شکر چ مچ آپے سے باہر ہو گیا۔ کسی عیار چیتے کی طرح یلخت اپنی جگہ سے جست لگا کر وہ میرے سر پر آگیا پھر اس کا کھاڑی والا ہاتھ بھی اتنی ہی تیزی سے لہرایا، اگر میں نے ایک لمحے کی دیر کی ہوتی اور اچھل کر دوسری طرف نہ چلا گیا ہوتا تو میرا سر یقیناً تن سے جدا ہو گیا ہوتا۔ دیا شکر نے اپنا وار خالی جاتے دیکھا تو اور بھڑک کر پلٹا اور کھاڑی سر سے بلند کر کے دوسرا وار کیا۔ اس بار بھی قدرت نے میرا ساتھ دیا اور میں

مٹ کر رہ گئی۔ پھٹی پھٹی نظروں سے وہ اپنے باپ کو فضا میں بلند ہوتے اور زمین پر گرتے  
 بھتی رہی، میں بھی بڑی دلچسپی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ دیا شکر کی حالت بڑی مضحکہ خیز  
 تھی، وہ خود کو بچانے کی خاطر فضا میں ہاتھ پاؤں چلاتا رہا لیکن میری قوت کے آگے اس کی  
 بل نہ چلی، کچھ دیر بعد وہ دم توڑ چکا تھا۔ میرے دوسرے اشارے پر میرے منتر کے نادیہ  
 اسے گھسیٹ کر کئی سے باہر لے گئے میں نے بلا پر نظر ڈالی وہ گنگ سی کھڑی تھی، میں  
 نے اسے پیار بھرے لہجے میں مخاطب کیا۔

”رائی، میں جانتا ہوں کہ تیرا من بیاکل ہے پر تو میری ممان فکنتی تیرے من کو بھی  
 نانت کر سکتی ہے، تجھے چننا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے قریب آ۔“

بلا کسی بھری ہوئی شیرنی کی طرح انتہائی جذبے سے میر طرف جھپٹی، اس وقت اس  
 کے چہرے پر خون کی تمازت نے اس کی سندر تا کو چار چاند لگا دئے تھے۔ میں نے جھپٹ کر  
 اسے دبوچ لیا، وہ خود کو میرے آہنی شکنجے سے چھڑانے کی خاطر چلتی رہی، میرے سینے پر  
 گھونے مارتی رہی، میں چاہتا تو اپنے بیروں کے ذریعے بلا کو بھی قابو کر سکتا تھا، لیکن میں  
 نے ایسا نہیں کیا، مجھے اس کی اچھل کود میں بڑا لطف آ رہا تھا، میں اس کے شریر کی گرمی  
 سے ایک کیف و سرور کی دنیا میں گم تھا۔ میرے خون کی حدت بھی بڑھتی جا رہی تھی، میں  
 ضبط کرتا رہا لیکن میرا حلق خشک ہونے لگا تو میں نے ایک ہی جھٹکے میں بلا کو نیچے فرش پر  
 گرا دیا، وہ تڑپ کر اٹھنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے مہلت نہ دی، میرے جذبات میں بڑا  
 ہونے والا ہیجان شدید ہو رہا تھا۔ بلا کے کول شریر اور شریر کی سوندھی سوندھی مہک نے  
 مجھ پر جیسے دیوانگی طاری کر دی، میں انسان سے جانور بن گیا، بلا کی کرناک چیمیں ابھرتی  
 ڈوبتی رہیں لیکن میں نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا، آج میں نئی لذتوں سے سرشار ہو رہا  
 تھا، مجھے کسی بات کا خطرہ نہ تھا۔ پورن لال کے بتائے ہوئے جاپ کو پورا کر لینے کے بعد  
 میں نے ممان فکنتی پر اپت کر لی تھی، مجھے کوئی ڈر نہ تھا، میں نے اپنے بیروں کو ہدایت کر  
 دی تھی کہ میرے حکم کے بغیر کسی کو کئی کے اندر نہ آنے دیا جائے۔ میں بلا کھٹکے بلا کے  
 مدھ بھرے شریر سے اپنے من کی پیاس بجھاتا رہا، جب میرا نشہ اتر گیا تو میں نے بلا کو  
 بیہوش پایا، اس کے معصوم چہرے پر بڑی کرناک کیفیت طاری تھی۔ ایک لمحے کو میں نے  
 سوچا کہ میں نے جو سلوک اس بھولی بچارن کے ساتھ کیا وہ درندگی کی انتہا تھی لیکن  
 دوسرے ہی لمحے پورن لال کی آواز پھر میرے کانوں میں گونجی۔

”برہمچاری، سنہلو، ابھی تمہیں جیون میں بہت کچھ کرنا ہے، اگر پہلے ہی پگ پر تم ڈگنا

کر بولا۔

”مماشے، میری کئی سے چلے جاؤ، تمہارے من میں جو پاپ چل رہا ہے وہ میری زندگی  
 میں کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔“

”مورکھ۔“ تجھے خوش ہونا چاہئے تھا کہ میں تیری بیٹی کو سویکار کر رہا ہوں، پر تو اگر مرنا  
 چاہتا ہے تو تیری مرضی، میں تجھے وچار کرینا ایک آخری موقع دے رہا ہوں۔“ میں نے سرد  
 لہجے میں جواب دیا۔ ”اگر اب بھی تو نے میرا کمانا مانا اور اپنی ہٹ سے باز نہ آیا تو مجھے  
 تیرا پائے کرنا ہی پڑیگا۔“

میں نے لچائی نظروں سے بلا کی طرف دیکھا تو وہ دوڑ کر دیا شکر سے لپٹ گئی، سہمی  
 آواز میں بولی۔ ”بابا۔“ مجھے اس راکشش سے بچاؤ، یہ پاپی ہے، اس کے من میں کھوٹ بھرا  
 ہے۔“

جواب میں دیا شکر نے بلا کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا پھر اسے ایک طرف کر کے  
 میرے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا اور فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

”میں کہتا ہوں دور ہو جا میری نظروں سے نہیں تو میں اپنا اور تیرا جیون ایک کر دوں  
 گا۔“

”پنڈت ————— زبان کو لگام دو، تم ایک ممان فکنتی کے مالک کا اہمیان کر رہے  
 ہو۔“ میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں نہیں معلوم مورکھ کہ تم اس سے کس سے  
 گفتگو کر رہے ہو۔“

یگنخت دیا شکر نے مجھ پر جست لگا دی، حملہ اچانک اور بھرپور تھا اس لئے میں خود کو  
 بچا نہ سکا، پنڈت کا ایک ہاتھ میرے منہ پر پڑا تو میں چکرا گیا مگر دوسرے ہی لمحے میں آپے  
 سے باہر ہو گیا، میں نے ایک بھرپور لات دیا شکر کے پیٹ پر ماری، وہ بلبلا ہوا فرش پر گر  
 پڑا، اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میں نے اپنے منتر کے بیروں کو من ہی من میں یاد کر کے  
 کہا۔

”اس کیبنے پنڈت کو سر سے بلند کر کے زمین پر دے مارو، اس سے تک یہ عمل جاری  
 رہے جب تک یہ مر نہیں جاتا۔“

میری خواہش کی دیر تھی کہ میں نے پنڈت دیا شکر کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا، وہ لمحے  
 بڑے پراسرار تھے، دیا شکر کو میرے بیروں نے سر سے بلند کر کے پوری قوت سے زمین پر  
 دے مارا پھر یہ عمل جاری رہا۔ بلا نے چلانے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز حلق میں





عقیدہ تمندانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے دہلی زبان میں بولی۔

”مہاراج! میں دیوی دیوتاؤں اور ان کے سیوکوں کی داسی ہوں، پجاری جب مہا ہتکتی پر اپنت کر لیتا ہے تو میں اس کی ہر آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھتی ہوں، اندر دیوتا کا نگہشا بھی یہی ہے مہاراج، یوگی مہاراج کی آگیا بھی یہی ہے، جس کے انوسار میں ہر بلوا کا من خوش کرنے پر مجبور ہوں۔“

”اب یہ ناممکن ہے لاجوتی۔“ میں لاجوتی کی باتوں کی تہ تک پہنچ کر قدرے درشت لہجے میں بولا۔ ”یوگی مہاراج کی بات دوسری ہے پرتو اور کس میں اتنی فطرت ہے کہ تمہیں مجھ سے جدا کر سکے، تمہیں کیول میرا من خوش کرنا ہو گا، اگر کسی اور نے تمہارا طرف بری نظر ڈالی تو میں اسے ایسا سراپ دوں گا کہ اس کی آتما بھی تڑپ اٹھے گی۔“

”مہاراج!“ لاجوتی کی نوکسی آنکھوں میں خوشی کے ہزاروں ویپ جل اٹھے۔ ”تمہاری کرپا ہے جو تم داسی کو اس قاتل سمجھتے ہو پرنتو تم بھول رہے ہو کہ یوگی مہاراج نے کیا کہا تھا۔۔۔۔۔۔؟ مہاراج نے کہا تھا کہ مہان ہلکتی رکھنے والے ناری کے چکر میں پڑ کر اپنا سہ برباد نہیں کرتے، ناری منٹش کے چرنوں کی دھول ہوتی ہے مہاراج۔“

”تم ناری نہیں لاجنقی میرے من کی رانی ہو۔“ میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر لاجنقی کو گھسیٹ کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”اب کوئی فحقی تمہیں مجھ سے دور نہیں کر سکتی۔“

لاجوتی بے اختیار میری آغوش میں سمٹ گئی، میرے کشادہ سینے پر سر رکھ کر سسکنے لگی، میں اسے دلاسا دیتا رہا۔ لاجوتی کے لمس نے مجھے بے چین کر دیا تھا، میں نے اس کی تھوڑی پر ہاتھ رکھ کر اس کا حسین چہرہ اٹھایا اور اس کے ہونٹوں کے مخروطی ابھار کو چوم لینے کے لئے ذرا سا جھکا ہی تھا کہ کمرے میں ایک خوفناک آواز ابھری۔

”منوہر! رک جاؤ۔“

میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا تو ایک ہٹا کٹا بچاری جس کے چہرے اور سینے پر بھبھوت ملا ہوا تھا ایک لگنوٹی باندھے میرے سامنے کھڑا مجھے تہہ آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا، مجھے اس کی مداخلت سخت ناگوار گزری، اسے نفرت بھری نظروں سے دیکھ کر درشت آواز میں پوچھا۔

”تو کون ہے۔۔۔۔۔؟ یہاں کس لئے آیا ہے؟“

”مورکھ ----- کیا تو نے ابھی تک مہاراج گوبند نرائن کا نام نہیں سنا۔“

لوہارو نے سخت لہجے میں کہا۔ پھر لاجونی کو کرخت نظروں سے گھور کر بولا۔ ”لاجونی، تو اسے بتا کہ میں کون ہوں۔“

میں نے لاجوتی کی سمت دیکھا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے، اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی، مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

”منوہر مہاراج۔ اس سے تمہارے سامنے مہاراج گوہند زرائن کھڑے ہیں، ان کی ہفتی تم سے ادھک ہے، دیوی دیوتاؤں نے ان کو مہمان ہفتی دان کی ہے۔ تمہیں ان کے سامنے ڈنڈوت کرنی ہوگی، ان کو پرنام کرو مہاراج۔“

”تمہارے اس سے یہاں آنے کا کیا کارن ہے۔“

”مورکھ۔ میں تجھے یہ بتانے آیا ہوں کہ داسیوں اور پجاریوں پر کسی ایک ہلکتی کا ادھکار نہیں ہوتا“ تو ابھی بالک ہے اس لئے میں تجھے شاکر رہا ہوں پر تو اگر دوبارہ تو نے کبھی برے شبد زبان سے نکالے تو مجھے مجبوراً ”تجھے بتانا ہو گا کہ میں کون ہوں۔“

گوہند زرائن کا لہجہ اتنا تضحیک آمیز تھا کہ میں اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا، بگڑے تیور سے بولا۔

”مہاراج مانا کہ تم مجھ سے ادھک شہتی کے مالک ہو، پرتو تمہیں میرا اعلان کرنے کا ادھکار نہیں۔“

”مچھا۔۔۔۔۔۔“ گوہند نرائن زہر خند سے بولا۔ ”تیری یہ مجال جو تو گرو سے بھی منہ زوری کرے گا، کیا بتاؤں تجھے کہ میری آنکھوں کا ایک اشارہ تجھے کیسا کٹ دے سکتا ہے۔“

”گوند نرائن!“ میں نے آپ سے باہر ہو کر کہا۔ ”تم پھر میرا اعلان کر رہے ہو، تمہیں اپنی زبان کو لگام دینا چاہئے، یہ مت بھولا کہ کبھی چوٹی بھی ہاتھی کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔“

گوہند زائن کا چہرہ ایدم سرخ ہو گیا، اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے، غصے کی وجہ سے وہ سرتپا لرز رہا تھا، لاجوتی نے بڑھ کر مجھ سے کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اسے اشارے سے روک دیا، ایک لمحے کو بھی میں اپنی توجہ گوہند زائن کی طرف سے ہٹانا نہیں چاہتا تھا۔

جلا کر بھسم کیا کہ اس کی ہڈیوں تک کا کوئی سراغ باقی نہ رہا، لاجوئی گنگ کھڑی سب دیکھ رہی تھی، آگ کے شعلے غائب ہوئے تو اس نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر کر میرے پاؤں پکڑ کر بولی۔

”مہاراج۔ تمہاری فکٹی اپرم پار ہے، داسی کے بڑے بھاگ جو تمہاری سیوا کا موقع“

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ لاجوئی کو کیا جواب دوں کہ یکفخت میری نظریں سامنے کی لال انھیں جہاں یوگی پورن لال مہاراج کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ لاجوئی کی نظریں یوگی مہاراج کی طرف تو جلدی سے اٹھ کر اس نے ڈنڈوت کیا اور ہاتھ باندھ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی، میں نے عقیدت بھرے انداز میں بڑھ کر پورن لال کے پیروں کو ہاتھ لگایا اور ڈنڈوت کرتا ہوا بولا۔

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ تم نے اپنے سیوک کی فکٹی کا مان بڑھا کر بڑی کمپاکی، میں ضرگزار ہوں مہاراج۔“

”تم نے مجھے سچے من سے یاد کیا تھا منوہر! اسی لئے میں نے تمہاری سہانتا کی۔“ پورن لال نے سنجیدگی سے کہا۔ ”گوہند زرائن کے بارے میں تم زیادہ نہیں جانتے، بڑی مہان فکٹی کا مالک تھا۔ اگر میں تمہاری سہانتا نہ کرتا تو اس کے ہیرم کو جلا کر بھسم کر دیتا۔ اسے دشو اس تھا کہ تم کو بڑی آسانی سے نیچا دکھانے میں سہل ہو جائے گا۔“ ”یوگی مہاراج!“ میں نے ہمت کی۔ ”کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ میں بھی اور قوت حاصل کر لوں، ایسی قوت جس کے آگے دھرتی کی تمام قوتیں بے کار ہوں۔“

جواب میں پورن لال نے مجھے سر تپا بغور دیکھا پھر گردن ہلا کر کہا۔ ”دیوی دیوتا کا گیان دھیان رکھنے والے ایسی فکٹی پراپت کر سکتے ہیں پرنتو اس کے لئے منش کو بڑی کٹھنائیوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ سارا جیون دنیا کو تیاگ کر تپسیا کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر منش بلوان ہوتا ہے۔“

”مہاراج۔ تم مجھے آگیا دو، میں دیوی دیوتاؤں کے گیان دھیان کے لئے تیار ہوں۔“ ”دھیرج سے کام لو بالک!“ پورن لال بولا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے من میں گھور فکٹی پراپت کرنے کی لگن ہے تم اوش سہل ہو گے، پرنتو ابھی وہ سے نہیں آیا۔“ ”کیا تم مجھے کوئی ایسا طریقہ نہیں بتا سکتے مہاراج کہ میں دو چار چاپ اور کر کے مہان فکٹی کا مالک بن جاؤں۔“ میں نے اصرار کرتے ہوئے کہا ”میں دھن کا پکا ہوں مہاراج“

گوہند زرائن مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا، اچانک اس نے اپنے چہرے کو زور سے دائیں بائیں جھٹکا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے تمام جسم میں آگ لگ گئی ہو، میں تڑپ اٹھا، ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ گوہند زرائن نے اپنا ہاتھ اٹھا کر میری طرف نہ جانے کیا اشارہ کیا کہ میں تیور کر فرش پر الٹ گیا، کسی غیر مرئی قوت نے مجھے شدت سے جکڑ رکھا تھا، میرا دم گھٹنے لگا، میں بے بسی سے دو چار تھا کہ گوہند زرائن نے مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے بڑی نفرت سے کہا۔

”کیوں بالک، کس دھار میں گم ہو، اپنے پیروں کو آواز کیوں نہیں دیتے۔“ میری حالت اس وقت قابل رحم تھی، میرے لئے اپنی زبان کو جنبش دینا بھی محال تھا، ”معا“ میرے ذہن میں پورن لال کا تصور ابھرا، میں نے دل ہی دل میں یوگی مہاراج کو یاد کیا تو یکفخت جیسے غیر مرئی قوتوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی درد کی شدت غائب ہو گئی، میرے کانوں میں پورن لال کی آواز گونجی۔

”منوہر۔۔۔۔۔۔ تم نے سچے من سے مجھے یاد کیا ہے، اب تمہیں چتا کرنے کی ضرورت نہیں، کالی کا شہ نام لیکر اٹھو، دیوی دیوتا تمہاری سہانتا کریں گے۔“ مجھے اپنے جسم میں ایک نئی قوت محسوس ہوئی، میں تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہوا تو گوہند زرائن کی آنکھوں میں حیرت عود کر آئی، اسے اپنی قوت پینائی پر شبہ ہو رہا تھا، اسے غالباً اس بات کی امید نہیں تھی کہ میں اس کے دیئے ہوئے کشت سے چھٹکارا پاسکوں گا۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”کہاں کھو گئے گوہند زرائن مہاراج۔۔۔۔۔۔ حیرت سے آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہے ہو،۔۔۔۔۔۔ گرو دیو، چیلے کو کوئی کشت دو، بڑی کمپا ہوگی تمہاری۔“

”میں تجھے جلا کر بھسم کر دوں گا۔ لے سنبھل!“ گوہند زرائن نے پھر کر کہا، پھر اپنے سینے کا ایک بال توڑ کر میری طرف پھینکا، فضا میں بجلیاں سی کڑکنے لگیں، پورا کمرہ لرز اٹھا لیکن دوسرے ہی لمحے ماحول پر سکون ہو گیا، گوہند زرائن کا وار خالی گیا تو اس نے تمللا کر دوسرا حملہ کیا لیکن غالباً یوگی مہاراج کی نادیہ قوت نے اس کا توڑ بھی کر دیا۔ گوہند زرائن کی جھلاہٹ قابل دید تھی۔ اس نے بوکھلا کر ایک حملہ اور کیا، اس بار آگ کے شعلے طوفانی انداز میں زمین سے بلند ہو کر میری طرف لپکے لیکن دوسرے ہی لمحے ہوا ایک شدید جھونکا آیا اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کا رخ گوہند زرائن کی سمت پھر گیا اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے ناقابل یقین تھا، بھڑکتے ہوئے شعلوں نے پلک جھپکتے میں گوہند زرائن کو اس

اج کے بعد سے تمہارے سوا کسی دوسرے پنڈت پجاری کا اس پر کوئی ادھیکار نہیں ہو گا۔  
اس کے لئے تم کو ایک وجہ دینا ہو گا۔  
”میں تیار ہوں مہاراج!“ میں نے خوشی خوشی جواب دیا تو پورن لال بدستور سنجیدگی سے بولا۔

”تمہیں سچے من سے وجہ دینا ہو گا کہ تم لاجونتی کو کبھی دکھی نہیں رکھو گے اور اس کی ہر خوشی کو پورا کرنا اپنا دھرم سمجھو گے، بولو بالک کیا تم یہ ہوتکھا کرنے کو تیار ہو؟“  
”میں تیار ہوں مہاراج!“ میں جلدی سے کہا۔ ”تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنا میں اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔“

لاجونتی نے یوگی مہاراج کی باتیں سنیں تو اس کا چہرہ خوشی سے تھما اٹھا، لپک کر اس نے یوگی مہاراج کے چرن چھو لئے، پورن لال نے اسے آشیرواد دیتے ہوئے کہا۔  
”لاجونتی، اب تو داسی نہیں رہی، ایک برہمچاری کے من مندر کی رانی بن گئی ہے، مجھے دشواری ہے کہ تو منوہر کے من کو جیتنے کے لئے اپنا جیون بھی دان کرنے کو تیار رہے گی۔“

”ایسا ہی ہو گا مہاراج۔۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔ ”میں سدا داسی بن کر مہاراج کی سیوا کرتی رہوں گی۔“

پورن لال بڑی دیر تک مجھے اور لاجونتی کو نصیحتیں کرتا رہا اس نے مجھے کچھ اور چاپ بھی کرنے کو کہا پھر اپنی مٹھی سے ایک چمکدار شے جو دور سے شیشے کا کوئی ٹکڑا نظر آتی تھی نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا

”لو بالک۔ اسے نگل جاؤ، آج میں تم کو ایک ایسی چیز دان کر رہا ہوں جو ہریدھ میں تمہاری سہانت کرے گی، اسے کھا لینے کے بعد تمہارے شریر میں بلوانوں جیسی فکری پیدا ہو جائے گی، اگر تم چاہو گے تو پہاڑوں کا رخ بھی بدل جائے گا۔ تمہارے پیری تم کو کوئی کشت نہیں دے سکیں گے، پرنتو اتنا دھیان میں رکھنا کہ تم اپنی فکری سے کسی منٹ کو بلاوجہ کوئی دکھ نہیں دو گے۔“

میں نے پورن لال کے ہاتھ سے چمکدار شے لے کر جلدی سے منہ میں ڈال کر نگلی پھر اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ میں تم کو وجہ دیتا ہوں کہ سارا جیون تم کو اپنا گرو سمجھوں گا، جو تم آگیا دو گے وہی کروں گا۔“

تمہارے آشیرواد کی ضرورت ہے۔“  
”جلدی مت کرو بالک، تم کیا چاہتے ہو، میں جانتا ہوں پرنتو سے کا انتظار کرو۔“ پورن لال نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا، پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ ”منوہر تم نے پنڈت دیا شکر مار کر اچھا نہیں کیا، پجاریوں کو یہ بات شوبھا نہیں دیتی کہ وہ کسی ناری کے کارن کہ بھولے بھالے منٹ کا خون کریں۔“

”اگر تم کو دکھ ہوا ہے مہاراج تو میں معافی چاہتا ہوں۔“ میں نے بڑی صاف گوئی۔  
”بلال کماری کی سندرتا نے میرے من کو بیاکل کر دیا تھا، میں نے اسی کارن پنڈت راستے سے ہٹا دیا تھا۔“

”میں سمجھتا ہوں منوہر، تم سندر مکھڑے اور سندر شریر کے پجاری ہو، تم نے لاجونتی کے لئے جس آشا کا خیال کیا تھا اسی نے گوہند زائن کو غصہ دلایا تھا، مہان فکری رکھنے والے داسیوں اور اہیرواں پر اپنا برابر کا ادھیکار سمجھتے ہیں۔ پجاریوں اور داسیوں کا کیول یہی کام ہے کہ وہ پجاریوں کا دل لہمائیں۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ لاجونتی کا تذکرہ نکل آیا تو میں سنجیدگی سے بولا ”مجھے ابھی تمہارے دھرم کی باتیں نہیں معلوم، تمہاری کہنا رہی تو آہستہ آہستہ سب کچھ لول گا، پرنتو لاجونتی کے سلسلے میں میرا فیصلہ اٹل ہے، میں اسے کیول اپنا سمجھتا ہوں، کوئی اور اس کی طرف بری نظر ڈالے میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔“

”منوہر۔۔۔۔۔۔“ پورن لال نے بدلے ہوئے تیور سے کہا۔ ”تم بد دل رہو۔۔۔۔۔۔“  
کہ اس سے تم اپنے گرو سے باتیں کر رہے ہو۔“

”مجھے شاکر دو مہاراج۔۔۔۔۔۔ پرنتو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ فکری پر اپت کر لینے کے بعد میرے من کی آشائیں ضرور پوری ہوں گی، میں تم سے لاجونتی کی شکشا مانگتا ہوں گرو دیو۔۔۔۔۔۔“ تم اس داسی کو مجھے دان کر دو۔“

میری خواہش کے اظہار پر یوگی ایک لمحے کیلئے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا، اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے میری بات گراں گزری ہے، میں پورن لال کا جواب سننے کو بے چین تھا۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی پھر پورن لال نے ایک نظر لاجونتی کے چہرے پر ڈالتے ہوئے مجھ سے کہا۔

”بالک۔۔۔۔۔۔ تم نے گرو کے ناطے سے مجھ سے کچھ مانگا ہے، تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے لاجونتی کو اندر دیوتا سے مانگا تھا، پرنتو اب میں اسے تمہیں دان کرتا ہوں،“

○

لاجوتی کو اپنے لیے مخصوص کرا لینے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب کوئی دوسرا اس کی سست بری نظر نہیں اٹھا سکے گا۔ پورن لال بھی مجھ پر مہربان تھا، عظیم قوتوں کا مالک بننے کا سودا میرے سر میں سایا ہوا تھا چنانچہ میں نے اپنی زندگی کے دو ڈھائی سال دیوی دیوتاؤں کے گیان دھیان اور جنت منتر سمجھنے میں گزار دیئے۔ پورن لال کے بتائے ہوئے جاپ کو مکمل کرنے کے بعد لاجوتی کے کہنے پر پہلے میں نے شیوجی کے لئے ایک جاپ کیا پھر ادیتی (ایک ہندو دیوی کا نام) کو رام کرنے کے لئے ایک سو ایک دن کی بیٹھک کی، اس کے علاوہ میں نے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے سارے وید، شاستر اور ان مذہبی

”کوئی بھی نہیں ہو سکا منوہر۔ کوئی بھی نہیں۔“ لاجوتی بولی ”تم پہلے پجاری ہو جس کی بوجا کو ادیتی نے سویکار کیا ہے۔“

ادیتی کا جاپ پورا کرنے کے بعد میں نے ایک بار پھر کالی کے مندر پر حاضری دی، یوگی پورن لال نے مجھے تاکید کی تھی کہ جب بھی میں کوئی جاپ پورا کروں میرا کالی کے چرنوں میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ کالی کے چرنوں کو چھو کر میں مندر سے باہر نکلا تو مجھے بلا بھارن اور اس کا باپ دیا شکر یاد آ گئے، بلا کی یاد نے میرے جذبات کو گدگدایا، میں اپنے دھیان میں مست چلا جا رہا تھا کہ ایک کٹی کے اندر سے کسی لڑکی کے چیخنے کی آواز ابھری،

”سے برباد مت کر مورکھ ----- تو نیا پکھیرو ہے اس لئے شاکرنا ہوں پرنتو دوبارہ کبھی یہ بھول نہ کرنا۔“

”جو آگیا مہاراج!“ میں سے ہوئے لہجے میں بولا، جانے کے لئے پلٹا پھر پجارن پر نظر پڑی تو اسے لپٹائی نظروں سے دیکھنے لگا۔ رام سروپ نے میری نظر کو بھانپا تو کڑک بولا۔

”مورکھ، کیا دیکھ رہا ہے، میری آگیا کا پالن کر اور کئی سے باہر نکل جا۔“ میں نے بدستور پجارن کو لپٹائی نظروں سے گھورتے ہوئے پروہت کو چھیڑنے کی خاطر کہا ”پروہت مہاراج، تم قسمت کے دھنی ہو جو روز ایک نئے شریر کو اپنی آشاؤں کی بھینٹ چڑھاتے ہو، تمہارے لئے پجارنوں اور داسیوں کی کوئی کمی نہیں، پرنتو یہ پجارن میرے من کو بھانگ رہے ہیں، اس پجارن کو مجھے دان کر دو، میں سارا جیون تمہارے گن گاتا رہوں گا۔ مجھے نراش نہ کرنا مہاراج!“

رام سروپ میری بات سکر آگ بگولا ہو گیا۔ غضبناک لہجے میں مجھے گالیاں بکتا ہوا لپکا لیکن میرے بیروں نے میری آنکھوں کا اشارہ پا کر اسے راستے میں یوں جکڑ لیا کہ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھے کے اٹھے رہ گئے۔ دوسرا اشارہ پا کر رام سروپ کی مزاحمت کے باوجود میرے بیروں نے اسے اوپر کی سمت اٹھالیا، اب اس کے پیر بھی زمین سے ایک فٹ اوپر اٹھے ہوئے تھے، رام سروپ کے چہرے کی رنگت یلغٹ زرد پڑ گئی، اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا، میں نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

”مہاراج ----- سچ ہے کہ تم پروہت ہو، دیوی دیوتاؤں نے تمہیں مہمان شکنی دان کی ہے جیسی تم دھرتی سے اونچے نظر آ رہے ہو۔“

”تم کون ہو -----“ اس بار رام سروپ نے خوف زدہ آواز میں دریافت کیا۔ اس کی تمام اکڑفوں پر رن پکڑ ہو چکی تھی۔

”میں -----“ میں نے یلغٹ سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ”میرا نام منوہر ہے مہاراج، میں نے تمہارے پاپ کی کمائیاں بہت سن چکا ہوں اسی کارن آج ادھر آ نکلا ہوں تمہارے کرتوتوں کی پستک آج پوری ہو جائے گی رام سروپ، میں تم کو ایسا کشت دوں گا، جسے تم سدا یاد رکھو گے۔“

قبل اس کے کہ رام سروپ کوئی جواب دیتا میں نے سہمی ہوئی پجارن کو گھور کر کہا۔ ”پجارن، میں تجھے آگیا دیتا ہوں کہ آگے بڑھ کر اس راکھش کا پیٹ پھاڑ دے، یہ سچ اسی قابل ہے۔“

میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، لڑکی کی چیخ میں کرب تھا میں نے بائیں جانب والی کٹی نظر ڈالی جس پر مندر کے پروہت کا جھنڈا لہرا رہا تھا، میرے تیور بدلے تو لاجوختی نے کہا۔ ”منوہر ----- میں نے پجاریوں کی زبانی سنا ہے کہ یہاں کا پروہت بڑا ظالم ہے، پجارنوں اور داسیوں کے سلسلے میں اس کی رال بڑی جلدی ٹپک جاتی ہے، اب تک نہ جانے یہ راکھش کتنی بھولی بھالی پجارنوں کی عزت لوٹ چکا ہے، اس سے بھی وہ کسی نادر کا جیون برباد کر رہا ہو گا۔“

لاجوختی کیا چاہتی تھی میں پل بھر میں سمجھ گیا، قدم اٹھاتا ہوا پروہت کی کٹی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ درندوں کی طرح ایک نوخیز پجارن کے شریر کو مہنبوڑ رہا ہے، پجارن رو کر اس سے فریاد کر رہی تھی لیکن پروہت کے شکنجے سے بچ نکلتا اس کے بس کی بات نہ تھی، میں نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد غصے میں پروہت کو لکڑا تو وہ غضبناک نظروں سے مجھے گھور کر بولا۔

”چلا جا ----- دفع ہو جا۔“

”کینے -----“ میں خوفناک آواز میں بولا۔ ”مندر کا پروہت ہو کر تجھے پاپ کرتے لاج نہیں آتی، میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ لڑکی کو چھوڑ دے اور اس کے چرن چھو کر شاکا مانگ پرنتو اگر تو نے میرا کہا نہ مانا تو میں تجھے ایسا کشت دوں گا کہ تو سارا جیون بیاکل رہے گا۔“

”تو ----- مجھے کشت دے گا، کالی کے مندر کے پروہت کو؟“ پروہت لڑکی کو چھوڑ کر کسی بھوکے بھیڑیے کی مانند اٹھ کھڑا ہوا، غضبناک آواز میں بولا ”تو نے شاید پنڈت رام سروپ کا نام پہلے کبھی نہیں سنا، اگر سنا ہوتا تو بے قدموں چپ چاپ میری کٹی کے قریب سے گزر جاتا، مورکھ، اب بھی سے ہے، اگر جیون پیارا ہے تو چلا جا یہاں سے۔“

میرا جی چاہا کہ ایک ہی اشارے سے اپنے بیروں کو حکم دوں اور اس موذی پروہت کے شریر کی دھجیاں اڑا دوں لیکن نہ جانے کیوں مجھے شرارت سوچھی، میں نے قدرے نرم آواز میں کہا۔

”پروہت جی، میں اس شہر میں نیا نیا آیا ہوں، کالی کے چرن چھونے آیا تھا، لڑکی کی چیخ کی آواز سنی تو تمہاری کٹی میں آگیا اگر معلوم ہوتا کہ اس کٹی میں رام سروپ مہاراج براجمان ہیں اور مندر کی کسی کمزور پجارن سے اپنے من کی آگنی کو ٹھنڈا کر رہے ہیں تو کبھی اندر نہ آتا۔“

”ہماراج۔۔۔۔۔ تم نے جو کپا میرے اوپر کی ہے اسے میں سارا جیون یاد رکھوں گا۔“ پجارن نے بڑی عقیدت سے جواب دیا پھر پردہت پر حقارت بھری نظر ڈال کر بولی۔ ”یہ پاپی بڑا کٹھور دل ہے ہماراج۔ پرنتو کالی کے مندر کا پردہت ہے اس لئے اسے شاکر دو ہماراج۔ دیوی اسے سراپ ضرور دے گی۔“

”پجارن۔۔۔۔۔ تو منوہر ہماراج کی آگیا کا پالن نہ کر کے اسکا اہمٹن کر رہی ہے۔“ میں نے کڑک کر کہا۔ ”تجھے میری آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ سنا تو نے۔“

پجارن ہچکچا رہی تھی، اس کی نظروں سے خوف مترشح تھا، رام سروپ بدستور زمین سے ایک فٹ اوپر فضا میں معلق تھا، اس کے چہرے پر مردنی طاری تھی، موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہماراج۔۔۔۔۔ مجھے شاکر دو، میں وجہ دیتا ہوں کہ پھر بھی لسی داسی یا پجارن پر بری نظر نہیں ڈالوں گا۔“

ٹھیک اسی وقت لاجوتی کی آواز میرے کانوں میں گونجی ”منوہر۔ یہ پاپی جھوٹ بول رہا ہے، اس کا من کالا ہے، اس کی نس نس میں پاپ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے، اسے شاکر نہ کرنا منوہر۔۔۔۔۔ اسے مار ڈالو۔ اگر تم نے اسے شاکر دیا تو یہ پاپی اور درندہ بن جائے گا۔“

لاجوتی کی آواز سن کر میں نے رام سروپ پر نظر ڈالی پھر میں نے اپنے ایک ہیر کو پجارن کے شریر میں داخل ہونے کا اشارہ کیا، پجارن اپنی جگہ سہمی کھڑی تھی لیکن پھر اچانک اس کے سر کو دو تین شدید جھٹکے لگے اور اس کے بعد اس کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے لپکنے لگے، اس کے چہرے پر کڑھکی کا راج ہو گیا، جن نظروں سے اب وہ رام سروپ کو دیکھ رہی تھی ان میں حقارت اور انتقام کی خوفناک چمک تھی۔

”پجارن۔ کیا تو میری آگیا کا پالن نہیں کرے گی؟“ میں نے پجارن کو مخاطب کیا۔

”تمہاری حقنی مہان ہے منوہر ہماراج۔۔۔۔۔ تمہاری آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔“ پجارن نے ٹھوس آواز میں کہا ”میرے لئے کیا آگیا ہے ہماراج۔۔۔۔۔“

”پجارن۔۔۔۔۔ تیرے سامنے اس سے کالی کے مندر کا پردہت کھڑا ہے جس کا من کالا ہے، یہ پاپی بچ ذات اور راکھش سے بھی بدتر ہے اس اپرا دھی نے تجھے برباد کرنے کے لئے اپنی کٹی میں بلایا تھا، میری آگیا ہے کہ تو اس کو جان سے مار ڈال

دیوی دیوتا کا آشیرواد تیرے ساتھ ہے۔“

”جو آگیا ہماراج!“

پجارن نے جس کے شریر میں اس وقت میرے ایک ہیر کا قبضہ تھا سر جھکا کر کہا، پھر وہ آگے بڑھی، کئی میں ایک سمت رسوئی کا سامان رکھا تھا، پجارن نے وہاں سے سبزی کاٹنے والی چھری اٹھائی، رام سروپ کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں، پجارن کو قریب آتا دیکھ کر اس نے چیخا چلانا شروع کر دیا، اس کی حالت نہ صرف قابل دید بلکہ معکھ خیز بھی تھی۔ فضا میں معلق وہ پاؤں مار رہا تھا، پجارن کے تیور خطرناک تھے، رام سروپ کے قریب پہنچ کر اس نے چھری والا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر ایک ہی جھٹکے میں چھری اس کے پیٹ میں اتار دی، رام سروپ کے پیٹ سے خون کا فوارہ ابل پڑا، اس کی کرناک چیمیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں اور پجارن کے ہاتھ مشینی انداز میں چل رہے تھے، کئی میں پردہت کا گندہ خون پھیل رہا تھا، کچھ دیر بعد جب وہ مر گیا تو میرے ہیروں نے اسے زمین پر پھینک دیا، پجارن بدستور اس کے مردہ جسم پر چہرے کے پے در پے وار کر رہی تھی، میں پردہت پر ایک آخری نظر ڈالی اور کئی سے باہر آگیا جہاں لاجوتی میری راہ دیکھ رہی تھی، میں لاجوتی کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

بنارس میں میرا قیام ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں تھا، کالی کے مندر پر حاضری دینے کے بعد میں واپس جانا چاہتا تھا لیکن لاجوتی کے اصرار پر مزید دو روز رک گیا، اگر نہ رکتا تو شاید وہ واقعہ بھی پیش نہ آتا جو اب میں بیان کر رہا ہوں۔

اس روز میں شام کو نما دھو کر اور کپڑے تبدیل کر کے لاجوتی کے ساتھ تفریح کی غرض سے باہر جانے کے لئے کمرے سے باہر نکلا تھا۔ راہداری عبور کر کے سیڑھیوں کے قریب آیا تو نیچے ہال میں کچھ گڑ بڑ نظر آئی، ایک پولیس انسپٹر اور چار مسلح سپاہی کاؤنٹر پر کھڑے کچھ معلومات کر رہے تھے، میں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا پھر ہال عبور کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ایک سپاہی تیز قدم اٹھاتا ہوا میرے قریب آیا اور بولا۔

”کیا منوہر تمہارا ہی نام ہے؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ کیوں؟“ میں نے سپاہی کو گھورتے ہوئے قدرے ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ اس کا انداز تکلم مجھے ناگوار گزرا تھا، اگر لاجوتی ساتھ نہ ہوتی اور ہال میں لوگ نہ ہوتے تو میں یقیناً اس پولیس کے سپاہی پر ہاتھ چھوڑ بیٹھتا، جن نظروں سے وہ مجھے

ہے، جو سچے ہوتے ہیں بچ جاتے ہیں۔ پرتو جن کے من میں چور ہوتا ہے انھیں دونوں انھوں سے لوٹا جاتا ہے۔“

میں نے لاجوتی کی طرف دیکھا، وہ نظریں جھکائے خاموش بیٹھی تھی، اس کی پر اسرار آواز سن کر سارا معاملہ میری سمجھ میں آ گیا، میں نے دوبارہ انکسٹر کی طرف دیکھا اور گھبرائے ہوئے لہجے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

”یہ لڑکی ----- یہ لڑکی میرے ساتھ ہے۔“  
 ”میں بھی دیکھ رہا ہوں، لیکن یہ تمہاری کون ہے؟“ انپکٹر میری گھبراہٹ دیکھ کر اور  
 تیز ہو گیا۔ ”تمہارا اس لڑکی سے کیا رشتہ ہے؟“

”رشتہ ----- ابھی ہمارے درمیان کوئی سمبندھ نہیں ہے پرنتو ہو جائے گا“

میں نے بدستور گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”پر تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”صورت سے تو بگلا بھگت نظر آتے ہو۔“ انکپٹر نے میری داڑھی پر ہتھ کرتے ہوئے

”یہ غلط ہے“ میں نے احتجاج کیا۔ ”لڑکی خود اپنی مرضی سے میرے ساتھ آئی ہے،  
میں نے اسے نہیں بھگایا۔“

”مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔“ انسپکٹر نے منیجر کو مخاطب کر کے معنی خیز انداز میں کہا پھر میری طرف دیکھ کر افسرانہ شان سے بولا۔ ”تم دونوں کو ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہو گا۔“

پوچھا۔ ”ہمیں تھانے تک لیجانے کی ہفتی رکھتے ہو؟“  
 ”میں تمہیں نہ کہ تک لیجانے کی ہفتی رکھتا ہوں بگلا بھگت۔“ انسپٹر کڑک کر بولا ”  
 سیدھی طرح نہیں چلو گے تو ہمیں سختی کرنا بھی آتا ہے۔“

سید کی طرح میں چلوں گا۔ میں نے کہا کہ لاجنتی یکجہت اٹھ کھڑی ہوئی۔ براہ راست انکسٹر کی نظروں میں نظر آئی۔

”تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟“ انکپٹر کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ ابھری، مجھ پر حشرات  
”سمجھ دار معلوم ہوتی ہو؟“ انکپٹر کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ ابھری، مجھ پر حشرات  
بھری نظر ڈال کر لاجپتی سے بولا۔ ”منش دس بار بدنام ہو پھر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا پرتو  
استری جات ایک بار بدنام ہو جائے تو اس کا سارا بھرم خاک میں مل جاتا ہے۔“  
”چکنی چٹری باتیں مت کرو کنہیا لال۔“ لاجپتی کا لہجہ ٹھوس تھا۔ ”میں جانتی ہوں کہ

”انسپکٹر صاحب تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں؟“ سپاہی نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا، اب مجھے تاؤ آگیا۔ میں غصیلے لمبے میں بولا۔

”دفع ہو جاؤ یہاں سے“ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہارا دانت توڑ دوں۔“

سپاہی میرا جواب سن کر سکتے میں آگیا، میں نے ایک نظر انپکٹر پر ڈالی جو بدستور کاؤنٹر پر کھڑا مجھے اور لاجوتی کو مشکوک نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے لاجوتی کا ہاتھ تھاما، دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ انپکٹر اور اس کے ساتھی لپک کر تیزی سے آئے اور میرے راستے میں حائل ہو گئے، انپکٹر نے مجھے سر تاپا گھورتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

[illegible]

میرا دل چاہا کہ اٹھ ہاتھ کا ایک زور دار تھپڑ ایسا رسید کروں کہ انپکڑ کی بتیں پیٹ میں اتر جائے لیکن لاجوتی نے میرا ہاتھ آہستہ سے دبا دیا، میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے مجھے اشارے سے انپکڑ کی بات مان لینے کو کہا، میں اندر ہی اندر خون کا گھونٹ پیتا انپکڑ کے ساتھ ہو لیا، مینجر کے کمرے میں مینجر، انپکڑ اور ہمارے علاوہ ایک مسلح سپاہی بھی موجود تھا باقی تین سپاہیوں کو بیرونی دروازے پر تعینات کر دیا گیا تھا۔ میں نے اندر پہنچ کر چاہا کہ قبل اس کے کہ انپکڑ کچھ دریافت کرے اس پر چڑھ دوڑوں لیکن لاجوتی نے میرا ہاتھ تھام کر ایک صوفے پر بٹھایا اور خود بھی میرے قریب کھڑی ہو گئی۔ مینجر کے چہرے پر الجھن اور جھلاہٹ کے طے جملے تاثرات موجود تھے، انپکڑ نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

”تمہارا نام منوہر ہے۔ کیوں؟“

”ہاں۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ لڑکی کون ہے؟“ انکپٹر نے اس بار لاجوتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

”دھیرج سے کام لینا مہاراج“ لاجپتی کی آواز میرے کانوں میں گونجی ”دراصل یہ مہاشے تم پر مجھے اغوا کرنے کا شبہ کر رہے ہیں، ہوٹل کا مینیجر بڑا بد معاش ہے اس نے پولیس والوں سے ساز باز کر رکھی ہے نئے آنے والے جوڑوں کو اسی طرح پریشان کیا جاتا

[illegible]

بنارس کو ہم نے اسی رات خیر باد کہہ دیا، میرا ارادہ اچودھیا جانے کا تھا لیکن لاجوئی نے بڑی خوبصورتی سے اور خوشدلانہ انداز میں میرا پروگرام تبدیل کر دیا اور مجھے ایک بار پھر اسی حویلی کے سامنے پہنچا دیا جہاں سے میری پراسرار زندگی کی ابتدا ہوئی تھی، لاجوئی نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ پورن لال سے ملاقات کرنے کی غرض سے حویلی تک آنے پر مجبور تھی، میں نے پورن لال کا شبہ نام سنا تو خاموش ہو گیا ویسے یہ دیگر بات تھی کہ حویلی کو نظروں کے سامنے دیکھ کر مجھے بہت سی گزری ہوئی باتیں یاد آ گئی تھیں۔ خاص طور پر نغمہ کے ساتھ گزارے ہوئے رنگیں لمحات کی یادیں میرے لئے سوہان روح تھیں میں نے ایک لمحے میں ان تلخ یادوں کو ذہن سے جھٹک دیا، نغمہ نے مجھ سے بے وفائی کی تھی اور اجیت کمار کو اپنا لیا تھا، مجھے اب ان باتوں پر کوئی رنج نہیں تھا، پورن لال اور لاجوئی کے



”تو آج دور دور کیوں ہے لاجونتی۔۔۔۔۔۔ کیا آج تو میری آتما کی پیاس نہیں

”ہو سکتا ہے تم اپنے کی باتیں کر رہی ہو۔“ میں نے بے رخی سے جواب دیا۔ ”جہاں

اجیت کمار غصے کی کیفیت میں سر تپا لرز رہا تھا، مجھے اس بات کا احساس تھا کہ وہ یوگی پورن لال مہاراج کا مہمان سیوک ہے پر نتو لاجپتی کے کارن میں پہاڑوں سے بھی ٹکرانے کو تیار تھا، میں نے طے کر لیا کہ جب تک کہ اجیت مجھ پر حملہ نہیں کرتا اپنی طرف سے

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو اجیت پر تو میرا فیصلہ بھی اٹل ہے۔“ میں نے سینہ تازہ جواب دیا ”لاہوتی میری آگیا کے بنا ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی۔“

’اجیت‘ نکتیوں کا فیصلہ نکتیوں سے ہونا چاہئے‘ تم لاجنقی کو درمیان میں مت لاؤ‘



مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا، میں نے جلدی سے بات بتانے کی خاطر نعیم سے اس کی خیریت دریافت کی، پھر اسے الٹے سیدھے قصے سنا کر اپنی طویل غیر حاضری کا سبب بتانے لگا،

میں نے بغور نعیم کے لب و لہجے اور چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا، وہ مجھے روزِ اول کی طرح معصوم اور سنجیدہ نظر آئی، ”معا“ میرے ذہن کی گریں کھل گئیں، اجیت کی موت نے یقیناً وہ سحر توڑ دیا تھا جس کے زیر اثر ہو کر نعیم مجھ سے بدل گئی تھی، میرے دل کو دھچکا لگا، میں نے نعیم کی یوفائی کو یکسر نظر انداز کر دیا، میرا دل چاہا کہ دوڑ کر نعیم سے پلٹ جاؤں اور اس کو اپنے دل کی گمراہیوں میں چھپا لوں لیکن یہ جذبہ زیادہ دیر برقرار نہ رہا سکا۔



پروگرام بتایا تو وہ مسکرانے لگی۔

پروگرام کے مطابق جب رات ہوئی تو میں نے لاجوتی کو آخری بار چند ضروری ہدایتیں دیں پھر اسے لیجا کر پنڈتوں کے کمرے میں چھوڑ دیا اس کام سے فراغت پا کر: جاگی داس کے پاس آیا اور اسے ساتھ لے کر تیرے کمرے میں آگیا جو پنڈتوں کے کمرے سے ملحق تھا۔ یہاں میں نے سارا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا تھا، دروازے کے ساتھ بڑے تلے اوپر دو میزیں رکھ دی تھیں جس پر کھڑے ہو کر روشن دان کے ذریعے ہم دوسرے کمرے کا سارا منظر دیکھ سکتے تھے۔ جاگی داس میری حرکت پر جھلا رہا تھا لیکن جب میں اسے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ دونوں پنڈت اسے ٹھک رہے ہیں اور ان کی اصلیت کیا ہے تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اسے میری بات پر شبہ تھا لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ میری ہدایت پر عمل کرے چارہ ناچار جاگی داس نے میری بات مان لی اور میرے ساتھ میزوں پر چڑھ کر روشن دان سے دوسرے کمرے میں جھانکنے لگا جہاں لاجوتی ایک کرسی پر بت بنی بیٹھی تھی اور دونوں پنڈت اس کے سامنے بیٹھے اسے بھوکے نظروں سے گھور رہے تھے، کچھ دیر تک یہی پوزیشن رہی پھر رام سہائے نے لاجوتی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”سندری، تیرے پتی نے ہمیں بتایا ہے کہ تیرے اوپر کسی گندی آتما کا پھیر ہے۔۔۔۔۔ کیا یہ سچ ہے۔“

لاجوتی نے میری ہدایت کے مطابق کوئی جواب نہیں دیا۔ رام سہائے کو دیکھ کر دیوانوں کے انداز میں ہنسنے لگی، سروپ نرائن نے رام سہائے کے کان میں کچھ کہا تو وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں شیشے کی ایک صراحی اور ایک گلاس تھا، کمرے میں داخل ہو کر اس نے قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں صراحی اور گلاس سروپ نرائن کے ہاتھ میں دے دیا۔ لاجوتی بدستور مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھی، سروپ نرائن نے صراحی کا مشروب گلاس میں ڈالا پھر لاجوتی کے قریب لا کر اسے دیتے ہوئے بولا۔

”سندری، لو اسے پی جاؤ، یہ سوم رس ہے، بھگوان بھلی کریگا۔“

لاجوتی نے جھپٹ کر گلاس لیا اور ایک ہی گھونٹ میں اس کا تمام مشروب حلق سے نیچے اتار گئی، دوسرے گلاس کے ساتھ بھی اس نے یہی کیا لیکن تیسرے گلاس کے بعد اس نے باقاعدہ جھومنا شروع کر دیا، میں اس کی اداکاری پر عیش عیش کر رہا تھا، لاجوتی کی

آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے تیرنے لگے، اس کا پورا چہرہ خمار آلود ہو رہا تھا، دونوں پنڈت اس سے ادھر ادھر کی بات کرتے رہے۔ جب خاصی دیر ہو گئی تو سروپ نرائن نے اپنے ماتھی کو آنکھ مارتے ہوئے لاجوتی سے کہا۔

”سندری، تیرے شریر پر کسی گندی اور بھکی ہوئی آتما کا قبضہ ہے، ہم اپنی ہمتی سے آج اس آتما کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔“

”مہا..... آ..... راج“ لاجوتی نے جھومتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری بڑی کپا ہو گی۔“

”پرتو تجھے اپنے شریر کو کپڑوں کی قید سے آزاد کرنا ہو گا۔“ سروپ نرائن کی آواز جذبات کی شدت سے لڑکھڑاہی تھی، رام سہائے مزیدے کتوں کی طرح اپنی جگہ بیٹھا لاجوتی کو گھور رہا تھا۔

”مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجوتی نے قدرے شرماتے ہوئے پیباکی سے کہا۔ ”ہمیں لاج آئے گی تمہارے سامنے۔“

”مورکھ۔۔۔۔۔“ سروپ نرائن نے جلدی سے جواب دیا۔ ”دھرماتماؤں سے کیسی شرم۔۔۔۔۔ ہم جو کچھ کریں گے تیرے بھلے کو کریں گے۔“

لاجوتی کچھ جھجکی پھر اس نے لباس اتارنا شروع کر دیا، رام سہائے کی حالت غیر ہو رہی تھی، میرا خون کھول رہا تھا جاگی داس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

”منوہرجی۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

”دھیرج سے کام لو سیٹھ جاگی داس۔“ میں دانت پیستے ہوئے بولا۔ ”تم نے جن سانپوں کو آستین میں پال رکھا ہے ان کا نالک خاموش ہو کر دیکھو۔ میں ابھی ان پایپوں کو بتاؤں گا کہ وہ کتنی ہمتی کے مالک ہیں۔“

”منوہرجی۔۔۔۔۔“ جاگی داس مجھے غصے کی حالت میں دیکھ کر گھبرا گیا پھر نا خوشگوار لہجے میں بولا ”تم میرے مہمانوں کا اہمکن کر رہے ہو، میں ان دونوں کو بہت عرصے سے جانتا ہوں، دونوں ہی بڑے دیالو اور نیک پنڈت ہیں۔“

”بکواس بند کرو جاگی داس۔“ میں نے سرد لہجے میں جاگی داس کو گھور کر کہا۔ ”جو کچھ ہو رہا ہے اسے چپ چاپ دیکھتے رہو اگر تم نے آواز نکالی تو تمہارا حشر بھی خراب ہو گا۔“ جاگی داس کی نسی گم ہو گئی، ہونٹ چبا کر خاموش ہو گیا میں نے روشن دان سے اندر جھانکا، لاجوتی اب نیم عریاں حالت میں کھڑی شرماء رہی تھی ابھی تک اس کا جسم قطعی طور

”اپر ادھی۔ اب تو مجھے یہ بتائے گا کہ تو نے اور رام سروپ نے لاجپتی کو کس کا ریا:

”مہاراج۔۔۔۔۔ کیا تم اپنی فطرت کے زور سے اپنے متر کو اس کٹ سے نجات



دستور میرے قدموں پر سر رکھے ہوئے گڑ گڑایا لیکن میرے دل میں اسکے لئے ہمدردی

”اپنے ملازموں سے کہو کہ ان دونوں کو اٹھا کر یہاں سے کہیں دور پھینک آئیں۔“

ہوں۔“

”مہاراج‘ جاگی داس بہت دیر سے باہر کھڑا تمہاری راہ دیکھ رہا ہے‘ رات سے اوڑھا

علوم ہو گیا تو میں نے دوبارہ تیور بدلا اور کڑک کر کہا۔  
 ”گیتا چمارن، تو اس سے کس سے بات کر رہی ہے تجھے نہیں معلوم، کلکنی، میں پھر  
 لکھا ہوں کہ اوشا کے شریر ہے دور ہو جایا رکھ اگر تو نے انکار کیا تو میں تجھے جلا کر بھسم  
 کر دوں گا۔“

میرے جواب میں کمرے میں ایک بھیانک نسوانی قفقہ گونجا پھر اس سے پشیم کر میں  
 گیتا کی گندی آتما کو قابو کرنے کیلئے کوئی جنتز منتر کرتا اوشا بیہوش ہر کر بستر پر گرمی، جاگی  
 اس جو ابھی تک پتھر کے بت کی مانند خاموش کھڑا پھٹی پھٹی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا  
 اوشا کو دوبارہ بیہوش ہوتا دیکھ کر گھبرا گیا۔ دیوانگی کے عالم میں اس نے اوشا کی سمت بھاگے  
 کی کوشش کی لیکن میں نے اسے پکڑ لیا، یہاں میں بڑی صاف گوئی سے یہ عرض کر دوں کہ  
 مطلق علوم کے توڑ کے سلسلہ میں میرا تجربہ نہ ہونے کے برابر تھا، چنانچہ میں ایک لمحے کو  
 موج میں پڑ گیا اور دوسرے ہی لمحے لاجونتی کی آواز میرے کانوں میں سرگوشی بکرا بھری۔  
 ”پریشان نہ ہو مہاراج، گیتا چمارن کی آتما تمہاری ہستی کے آگے کسی حقیر کیڑے سے  
 زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اسی کارن وہ ڈر کر بھاگ گئی۔“

”لاجونتی، مجھے بتاؤ کہ اس پاپن کو کچلنے کے لئے مجھے کیا کرنا ہو گا۔“ میں  
 نے من ہی من میں لاجونتی کو مخاطب کیا۔

”اس کا کیول ایک ہی طریقہ ہے مہاراج۔“ لاجونتی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔  
 ”سروپ زائن نے گیتا چمارن کی آتما کو قابو کرنے کیلئے اس کا ایک پتلا بنا کر اس پر عمل  
 کیا تھا جب تک وہ پتلا برباد نہیں ہو گا گیتا کی گندی آتما اوشا رانی کا شریر نہیں چھوڑے گی،  
 سروپ زائن نے وہ پتلا اپنے کمرے کے غسل خانے میں دفن کیا ہے۔“

میرے لئے لاجونتی کا اتنا اشارہ ہی بہت تھا، جاگی داس کا ہاتھ تھام کر میں اوشا کے  
 کمرے سے باہر نکلا اور تیز تیز قدم اس کمرے میں آیا جہاں سروپ زائن مقیم تھا، حویلی  
 کے ملازموں کو بلا کر جب میں نے غسل خانے کا فرش اکھاڑنے کا حکم دیا تو جاگی داس مجھے  
 یوں گھورنے لگا جیسے اسے میری ہوشندی پر شبہ ہو رہا ہو لیکن اس نے زبان سے کچھ نہیں  
 کہا۔ ملازموں نے فرش اکھاڑنا شروع کر دیا تھا، جاگی داس خاموش کھڑا اپنا نچلا ہونٹ کاٹا  
 رہا لیکن اس وقت اس کی آنکھیں بھی حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں جب فرش کی تہ  
 سے ایک کپڑے کا پتلا برآمد ہوا۔ میں نے ملازموں کو باہر جانے کا حکم دیا پھر پتلا اٹھا کر اسے  
 دیکھنے لگا، پتلے میں بیشمار سویاں پیوست تھیں ”مہاراج“ یہ سب کیا ہے؟“ جاگی داس نے

”دھرج سے کام لو جاگی داس“ میں نے اسے دلاسا دیا اور بمشکل اٹھا کر کھڑا کیا۔  
 ”اوشا کے لئے تمہیں چتا نہیں کرنا چاہئے مجھے دشواس ہے کہ تمہارا گھر سونا نہیں ہو۔  
 پائے گا۔“

میں نے جاگی داس کو اوشا کی صحت یابی کا یقین دلانے کے بعد دوبارہ بستر کی سمت لٹا  
 اٹھائی تو دیکھا کہ اوشا اکڑی بیٹھی ہے اور سرخ سرخ خونخوار آنکھوں سے مجھے گھور رہی  
 ہے، اس کی آنکھوں میں شعلوں کا شیطانی ناچ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ سفلی علم  
 کی علامت ہے۔ ابھی میں اپنے اگلے قدم کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا کہ اوشا  
 کرخت مگر منتناتی ہوئی آواز کمرے میں گونجی۔

”تو کون ہے؟ میرے کمرے میں کیا لینے آیا ہے؟ مورکھ جا چلا جا یہاں سے۔“  
 ”کلکنی۔۔۔۔۔۔“ میں صورت حال بھانپ کر مگر جدار آواز میں بولا ”میں تجھے  
 آگیا دیتا ہوں کہ اوشا کے شریر کو چھوڑ دے، اگر تو نے میری آگیا کا پالن کیا تو میں تجھے  
 کر دوں گا پرتو اگر تو نے ہٹ دھری سے کام لیا تو میں تجھے ایسا کشت دوں گا کہ نہک کی آگ  
 بھی تجھ سے دور بھاگے گی۔ سنا تو نے؟ میں کیا کہہ رہا ہوں؟“

اوشا کی آنکھوں کی سرخی یلکھت غائب ہو گئی، ایک ٹانے کے لئے اوشا لڑکھائی، یہ  
 خیال تھا کہ وہ گر جائے گی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے جسم میں جیسے دوبارہ جان آگئی  
 آنکھوں کی سرخی دوبارہ نمودار ہوئی۔ اوشا کی نمرود آواز پھر گونجی۔  
 ”میں تمہاری آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں پرتو اسکے لئے تمہیں میری ایک شرط مانو  
 پڑے گی، جاگی داس کو اپنی بھینٹ دینی ہو گی۔“

”میں تیار ہوں۔“ جاگی داس جذباتی انداز میں چیخا، وہ آگے بڑھتا چاہتا تھا لیکن میر  
 نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اوشا کی نظروں سے نظریں ملا کر سرد آواز میں کہا۔  
 ”بھینٹ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے؟“

”نہیں۔ صرف بھینٹ ہی ایک طریقہ ہے جو اوشا کو بچا سکتا ہے۔“  
 ”بھینٹ کس کے نام پر دینی ہو گی۔“ میں نے بڑی مشکلوں سے خون کا گھونٹ پی کر  
 سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

”گیتا چمارن کے نام پر۔“ اوشا نے جھومتے ہوئے جواب دیا۔  
 سفلی علوم کے بارے میں مجھے علم تھا کہ جب تک اس گندی اور ناپاک آتما کا نام نہ  
 معلوم ہو جو کسی کے سر پر مسلط کر دی گئی ہو اس کا اتارنا ممکن ہے چنانچہ جب مجھے نام

مردہ آواز میں کہا۔

”دھیرج رکھو جاگی داس۔“ میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ ”یہی پتلا اوشا کی بیماری کا رن تھا۔“ اس کے بعد میں نے ایک ملازم کو آواز دے کر تیل اور ماچس لانے کو کہا جاگی داس گنگ ساکھڑا تھا، ملازم نے تیل اور ماچس فراہم کی تو میں نے پتلے پر تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دی، پتلے کو آگ لگتی تھی کہ کمرے میں وہی منمناتی ہوئی آواز ابھری، میں اوشا کے کمرے میں سن چکا تھا، اب اس آواز میں بلا کا کرب تھا بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی عورت موت اور زندگی کی کشمکش سے دو چار ہو، جوں جوں پتلے سے شعلے بلند ہوتے رہے کرناک آواز کی شدت بڑھتی گئی پھر جب پتلا جل کر راکھ ہوا تو آوازیں بھی بنا ہو گئیں، میں نے راکھ کو پیروں سے مسل دیا۔ جاگی داس کے ساتھ دوبارہ اوشا کی خواہگا میں داخل ہوا تو وہ ہوش میں تھی، البتہ ابھی تک اس کی کمزوری میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ جاگی داس کو دیکھ اوشا نے اپنی آواز میں کہا ”پتا جی۔“

”میری بچی۔ میری اوشا۔“ جاگی داس نے آگے بڑھ کر اوشا کو چوم لیا۔ باپ بیٹی ملاپ دیکھ کر میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ میں نے جاگی داس کو وہاں تما چھوڑا اور کچھ کسے سے بغیر باہر آ گیا۔ بعد میں لاہوتی کی دیکھ بھال اور میرے جنرل منتر نے اوشا کی صحت بھی بحال کر دی، پندر روز کے اندر وہ دوبارہ کسی شوخ و چنچل ہرنی کی مانند اپنے باپ کی حویلی میں کلیں بھرنے کے قابل ہو گئی۔ جاگی داس نے میری شکلی کا تماشا دیکھنے کے بعد میری آؤ بھگت دوگنی کر دی، اب پوری حویلی پر میرا راج تھا، تمام ملازم اور نوکر چاکر ہر وقت مع جاگی داس کے میرے آگے پیچھے ہاتھ باندھے موجود رہتے۔ اوشا کی صحت یابی، جشن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا جس میں، میں نے اور لاہوتی نے بھی شرکت کی۔ جاگی داس چونکہ کچے عقیدے کا مالک تھا اس لئے ہندوستان کے بیشتر شہروں سے بڑے بڑے پنڈت پجاریوں کو اس دعوت میں شرکت کی غرض سے بلایا گیا اور ان کے ہمبھی میں قیام، معقول بندوبست کیا گیا۔



ہمبھی میں میری آمد کا مقصد محض تفریح کرنا تھا چنانچہ اوشا رانی کے ٹھیک ہو جانے کے بعد میں شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں منتقل ہو گیا۔ جاگی داس نے مجھے اپنی حویلی میں روکنے پر بچہ اصرار کیا لیکن جب میں کسی طرح تیار نہ ہوا تو جاگی داس نے بڑے خلوص سے کہا۔

”ہمارا راج“ میں تمہارے چرنوں کی دھول ہوں تمہیں کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا، تو ایک بات تم کو ضرور مانتی پڑے گی، جب تک تم ہمبھی میں رہو گے تمہارا مارا خرچ یہ سیوک برداشت کرے گا۔“

”دھن دولت آتی جانی چیزیں ہیں جاگی داس، یوں بھی تم میری شکلی کے چھینکار ہی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو، مجھے دھن کی کوئی چٹنا نہیں۔“

میں نے جاگی داس کو ٹالنا چاہا مگر وہ بضد رہا تو میں نے مجبوراً ”اسے سیوا کرنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ جس ہوٹل میں، میں نے لاہوتی کے ساتھ قیام کیا اس کا تمام خرچ جاگی داس برداشت کر رہا تھا۔

ہوٹل میں آنے کے بعد میں نے ہنگامہ شروع کر دیا۔ لاہوتی نے کبھی میری کسی حرکت پر اعتراض نہیں کیا۔ ہر رات ہمبھی کی ایک نئی اور الہڑلڑکی میری خواہگا میں موجود ہوتی۔ میں دل بھر کر اس کی جوانی سے لطف اندوز ہوتا، میرے لئے یہ سب کچھ جائز تھا۔ پورن لال نے مجھے یہی بتایا تھا کہ دھرتی پر ناریاں صرف پنڈت پجاریوں کا من لبھانے کو بنی ہیں، شاید اسی لئے لاہوتی نے کبھی میری عیاشیوں پر انگلی نہیں اٹھائی البتہ وہ مجھ سے اپنی صحت کا خیال رکھنے کو برابر کہا کرتی تھی۔ ہمبھی کے قیام کے دوران میں نے کیا کچھ کیا اور کتنی رنگینیوں کو اپنے دامن میں سمیٹا اگر اس کا ذکر تفصیل سے کیا جائے تو ایک کتاب رقم کی جاسکتی ہے، میں ان قصوں کو کریدنا نہیں چاہتا، جو کچھ ہو گیا وہ ایک خواب تھا جس کا دھندلا دھندلا عکس آج بھی میرے ذہن میں موجود ہے لیکن جب یہ عکس واضح ہوتے ہیں تو ماضی کا ایک ایک واقعہ مجھے خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ غرضیکہ میری رنگینیوں کی داستان بڑی طویل ہے، میں غیر ضروری واقعات کو یہاں درج کرنا ضروری نہیں سمجھتا البتہ ایک واقعہ لکھنا اشد ضروری سمجھتا ہوں۔ اس واقعے کی اہمیت کا اندازہ آپکو بعد میں ہو گا، اگر میں نے ابھی سے اس کی وضاحت کر دی تو کمائی کا لطف جاتا رہے گا، فی الحال میں صرف اتنا کہوں گا کہ یہی واقعہ میری زندگی میں ایک نئے انقلاب کا باعث ثابت ہوا، آپ میری داستان کے آخری حصوں میں از خود اس کی اہمیت کا اندازہ لگالیں گے بہر حال اب میں اس خاص واقعہ کی طرف آ رہا ہوں جس کے رونما ہونے سے میری زندگی کا رخ بدلا تھا۔

اس رات میری خواہگا میں ایک نوخیز کلی موجود تھی، ہوٹل کے بیروں نے جو اس



”دھیرج سے کام لو سندرہ۔“ میں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے چکارا۔ ”تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ ایک مہمان پجاری تمہارے شریر کو سویکار کر رہا ہے، میری سیوا تمہیں سورگ کا راستہ دکھائے گی۔“

”رک جاؤ شیر، ہوش میں آؤ، تم ایک لڑکی کی بے بسی پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے برا کر رہے ہو۔“

”شیر، لڑکی کو چھوڑ دو، اسی میں خیریت ہے۔“  
 ”کون ہو تم -----؟“ سامنے آؤ۔“ میں نے ایک بار پھر کمرے میں چاروں  
 طرف دیکھتے ہوئے اس آواز کو لٹکارا۔

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔“ آواز نے جواب دیا ”عافیت چاہتے ہو تو لڑکی کو چھوڑ دو۔“

میں، منوہر لال جو دیوی دیوتاؤں کے لئے سینکڑوں جاپ کر کے مہمانِ شگفتی پر اپت کر چکا تھا اپنے عشرت کدے میں کسی نادیدہ قوت کی موجودگی اور اس کی مداخلت بھلا کس طرح برداشت کر سکتا تھا چنانچہ میں نے ایک منتر جلدی سے پڑھ کر زور سے پھونک ماری، مجھے یقین تھا کہ کمرے میں موجود پراسرار ہستی میرے منتر کی تاثیر سے جل بھن کر راکھ ہو جائیگی لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا، تیسری بار جب میں نے لڑکی پر دست داری شروع کی تو پھر وہی آواز ابھری، اس بار اس کے لہجے میں کڑھکی تھی۔

میں لڑکی کو چھوڑ کر مسہری کے نیچے آگیا، میرا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، میں طلق پھاڑ کر چلایا "کہاں ہے تو؟ اگر مرد ہے تو سامنے آ" میں تجھے بتاؤں گا کہ منوہر مہاراج سے ٹکرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ تجھے ایسا سراپ دوں گا کہ پھر کبھی تو پجاریوں سے چھیڑ خانی نہیں کر سکے گا۔"

”شیر۔۔۔۔۔ تم مسلمان سے ہندو بن گئے؟ افسوس کا مقام ہے“ وہی آواز ابھری۔ ”کیا طاقت کے حصول نے تمہیں اندھا کر دیا ہے، سنبھلنے کی کوشش کرو“ اب بھی وقت ہے۔“

میں نے غصے میں دو سرا منتر پڑھ کر پاؤں زمین پر مارا، مجھے کامل یقین تھا کہ اس بار میرے منتر کے بیر اس ناپیدہ ہستی کو کچل ڈالیں گے لیکن کمرے میں میرے بیروں کی گریناک اور درد ناک آوازیں ابھریں تو میں چونک اٹھا، کمرے میں جو ناپیدہ قوت موجود تھی وہ بھی غالباً ”بڑی طاقتوں کی مالک تھی“ میں پوری طرح محظوظ ہو کر بولا۔

”کیا تم سامنے آکر مجھ سے بات نہیں کر سکتے، میرا مقصد ہے کہ چھپ کر وار کرنا مراد لگی نہیں۔“

”ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔“ جواب مختصر تھا، میں نے تلملا کر سوال کیا۔  
 ”چاہتے کیا ہو تم؟“

”اس مضمون لڑکی چھوڑ دو“ یہ حوروں کی طرح پاک ہے اس نے سچے دل سے ایک ایسی طاقت کو آواز دی ہے جس کے آگے تمام شیطانی طاقتیں ہچک ہیں۔“

”اچھا۔۔۔۔۔۔“ میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ”تم جس طاقت کا ذکر کر رہے ہو کیا وہ مجھ سے زیادہ شہتی رایت کر چکا ہے۔“

”یسوودہ‘ بدتمیز‘ بے ادب۔“ میرے کانوں میں نادیدہ انسان کی کرخت آواز گونجی اس کے ساتھ ہی میرے چہرے پر اتنی زور کا تھپڑ پڑا کہ میں تیوراً کر گرتے گرتے بچا۔

میں، منوہر ہماراج جس نے ادیتی دیوی کو اپنے جاپ کے منتر سے رام کیا تھا، پاربتی اور شیو شکر کی کھیتوں کو اپنایا تھا، اسوقت ایک لمحے کو چکرا گیا، نہ جانے کیا بات تھی کہ مجھے اپنا پورا وجود لرزہ براندام محسوس ہوا، شاید وہ تھپڑ کی شدت کا اثر تھا کہ چند ساعتوں کیلئے میری نگاہوں کے سامنے دھند سی چھا گئی، لمحوں کی بات تھی لیکن

”پھر ----- لاجوتی کہاں گئی؟“ میرا ذہن ایک بار پھر جکرا گیا غصے کی شدت سے میری مٹھیاں آپ ہی آپ بھینچ گئیں، غیض و غضب کی شدت سے میرا پورا وجود لر رہا تھا، لڑکی کا میرے چنگل سے نکل جانا اور لاجوتی کا اچانک بلا میری اجازت کے غائب ہونا، یہ دونوں باتیں میرے لئے کسی معنی سے کم نہیں تھیں۔ میرے ذہن میں آندھ ہیاں چل رہی تھیں، میں بڑی سنجیدگی سے اس ناہیدہ قوت کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے میری ممان شکستی سے ٹکرانے کی حماقت کی تھی۔!!

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ غصہ و غضب کی وجہ سے میں لرز رہا تھا اور ایسی کیفیت میں جب میں نے لاجوتی کو بھی اپنے کمرے سے غائب پایا تو میرا غصہ دو چند ہو گیا۔ میں نے، میرے مصرف میں جتنے کمرے تھے ان کا ایک ایک کوٹا چھان مارا لیکن لاجوتی یا لڑکی کا کوئی پتہ نہیں چلا، خدا جانے ان کو زمین کھا گئی تھی یا آسمان، لاجوتی کا مسئلہ بہر حال دوسرا تھا لیکن لڑکی کا تمام کھڑکی دروازے بند ہونے کے باوجود پر اسرار طور پر نظروں سے اوجھل ہو جانا بڑی تعجب خیز بات تھی۔

”مہراج۔۔۔۔۔۔“ میرے نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”اے لڑکی نہیں ہیرا کہو مہراج، گدڑی کا لعل، تم قسمت کے دھنی ہو مہراج جو وہ ہمارے ہاتھ آگئی، ورنہ ایسا

مال برسوں میں کبھی کبھی ہاتھ آتا ہے۔“  
 ”کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں رہتی ہے؟“ میں نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔  
 ”ہمیں اس کا پتہ نہیں معلوم مہاراج۔“ میرے کا لہجہ معنی خیز تھا۔ ”وہ کسی اور ا  
 شکار کرنے کی تلاش میں تھی، ہم اسے راستے سے شکار کر کے یہاں اٹھالائے تھے۔“  
 میرے کے جواب نے میرے غصے کو اور ہوا دی، ایسی صورت میں جبکہ لڑکی کا پتہ  
 میرے کو بھی نہیں معلوم تھا میرا اسے دوبار حاصل کرنا دشوار تھا، میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ  
 میرے نے سرگوشی کی۔

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ کیا بات ہے، کیا سندی زیادہ من کو بھاگتی ہے۔“  
 ”وہ ویشیا کی پتری مجھے جل دیکر چلی گئی۔“ میں نے تلملا کر جواب دیا۔  
 ”چلی گئی۔۔۔۔۔۔“ میرے نے حیرت کا اظہار کیا پھر مسکرا کر بولا۔ ”کیوں مٹول  
 کرتے ہو مہاراج، میں ایک پل کو بھی گیلری سے نہیں ہٹا ہوں، اگر وہ جاتی تو مجھے ضرور  
 نظر آتی، کیا دو چار دن رکھنے کا ارادہ ہے۔“  
 میرے نے آخری جملہ بڑے کاروباری لہجے میں کہا تھا، وہ شاید سمجھ رہا تھا کہ میں اس  
 سے غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں، میں نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا تو وہ بھی آنکھیں  
 بدل کر بولا۔

”مجھ سے نہیں چلے گی مہاراج، یہ بال جو تم دیکھ رہے ہو دھوپ میں سفید نہیں  
 ہوئے ہیں، صبح سے شام تک نہ جانے کتنی سندر لڑکیوں کو ادھر سے ادھر کرتا رہتا ہوں اگر  
 گاہک اسی طرح جل دینے لگیں تو پھر چل چکا دھندا۔“  
 ”کیئنہ۔۔۔۔۔۔ کیا میں تجھ سے جھوٹ بول رہا ہوں۔“ میں نے غصے سے میں  
 گرج کر کہا تو میرے کے تئور بھی خطرناک ہو گئے، اس مورکھ کو میری مہمان خستی کا علم نہیں  
 تھا، آستینیں چڑھا کر کہنے لگا۔

”سنو مہاشے، اگر لڑکی کو دو چار روز رکھنا ہے تو ابھی سے سودا کر لو، بلرام کو چرانے  
 کی کوشش کی تو ہمیں کی دھرتی تمہارے لئے نرکھ بن جائے گی۔ کیا سمجھ۔“  
 ”پاپی، مورکھ، تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کس سے بات کر رہا ہے۔“ میں نے کرخت  
 لہجے میں کہا۔ ”اگر جیون پیارا ہے تو ہاتھ باندھ کر شاکا کی کھٹنا مانگ نہیں تو ایسا کشت دوں گا  
 کہ سارا جیون بیاکل رہیگا۔“  
 ”اچھا۔۔۔۔۔۔ چوری اور اس پر سے سینہ زوری۔“ بلرام غارت سے بولا۔ پھر

”سندری۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ”مجھے دشواس  
 ہے کہ کوئی چھوٹی موٹی خستی تمہاری سہاستا کر رہی ہے، پرنو اب تم ایسے منزل میں پھنس

مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے لپک کر اس کا گلا تھام لیا اور گھسیٹ کر دوسرے  
 گھرے کی طرف لیجاتا ہوا بولا۔  
 ”کیئنہ۔ چل اپنی آنکھوں سے دیکھ لے، پرنو اتنا یاد رکھ کہ اگر وہ لڑکی تجھے نہ ملی تو  
 ہرا انجام بھیاک ہو گا، میں تجھے جلا کر بھسم کر ڈالوں گا۔“

بلرام حقیقتاً جاندار آدمی تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ میری مہمان خستی کے آگے دم مار  
 سکتا، میں اسے گھسیٹتا ہوا دوسرے کمرے تک لے گیا، وہ میرے چنگل میں ماہی بے آب کی  
 طرح ترپ رہا تھا، اس کی آنکھیں درد کی شدت کی وجہ سے حلقوں سے باہر اٹلی پڑ رہی  
 تھیں، کسی بھیجے ہوئے چوہے کی مانند وہ مجھے سہمی سہمی رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا،  
 میں نے طے کر لیا تھا کہ بلرام کو اس کی بد زبانی کی سزا ضرور دوں گا، میرا غصہ اپنے پورے  
 شباب پر تھا لیکن دوسرے کمرے میں قدم رکھتے ہی میں حیرت سے اچھل پڑا، بلرام کی گردن  
 پر میرے ہاتھ کی مضبوط گرفت ڈھیلی پڑ گئی، میں پھٹی پھٹی نظروں سے اس لڑکی کو گھورنے  
 لگا۔ جسکو تلاش کرنے کی خاطر میں نے کچھ دیر پہلے تمام کمروں کا ایک ایک کونا چھان مارا  
 تھا، لڑکی میری مسہری پر بیٹھی بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی، بلرام نے لڑکی کو دیکھ  
 کر میری جانب گھورا۔ پھر دہلی زبان میں بولا۔

”کیوں مہاراج، اب کیا خیال ہے، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں ایک پل کو بھی  
 گیلری سے دور نہیں گیا۔“  
 ”چلا جا یہاں سے۔“ میں نے بلرام کو تحارت سے دھنکارتے ہوئے کہا۔ ”میں تجھ  
 سے بعد میں بات کروں گا۔“

بلرام مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا، لڑکی کے چہرے سے  
 لا پر اوی مٹرش تھی۔ مجھے حیرت ہوئی، اس کا غائب ہو کر دوبارہ سامنے آ جانا میرے لئے  
 تعجب خیز تھا، ہو سکتا ہے اسی نادیدہ قوت نے مجھے چرانے کی خاطر یہ اقدام کیا ہو۔“ میں  
 نے سوچا اور من ہی من میں کمرے کو دوبارہ منزل میں لینے کا منتر پڑھنے لگا، لڑکی مجھے  
 بدستور دیکھ جا رہی تھی، جب میں منتر پڑھ چکا تو وہ معنی خیز مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر بکھیر  
 کر بڑی لا پر دہی سے مجھے مخاطب ہوئی۔

”کس وجہ میں گم ہو مہاراج۔“  
 ”سندری۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ”مجھے دشواس  
 ہے کہ کوئی چھوٹی موٹی خستی تمہاری سہاستا کر رہی ہے، پرنو اب تم ایسے منزل میں پھنس



میرے بیروں نے اس نادیدہ قوت کو گھیر لیا ہے۔ میرے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی، مجھے کامیابی کا مکمل یقین تھا۔ میں سینہ تانے کھڑا ان آوازوں کو سنتا رہا پھر اب آوازیں آنا بند ہو گئیں تو میں نے اپنی کامیابی کی تصدیق کی خاطر فضا میں گھورتے ہوئے کہا

”مورکھ۔ کیا تو مر گیا یا ابھی کوئی سانس تیرے سینے میں اٹکا رہ گیا ہے۔“  
جواب میں طویل خاموشی نے مجھے میری فتح کا یقین دلایا۔ میرا سینہ فخر سے تن گیا، میں نے لڑکی کی طرف نظریں گھمائیں، اس کے چہرے پر اب لاپرواہی کے بجائے گہری سنجیدگی تھی۔ شاید اسے علم ہو گیا تھا کہ اسے میرے آہنی شکنجوں سے چھٹکارا دلانے والی نادیدہ قوت فنا ہو چکی ہے، میں نے لڑکی کا منہ کھلا اڑاتے ہوئے کہا۔

”سندری، اب تم کس دھار میں گم ہو، تمہارے کومل مکھ پر اداسی کا کارن؟“  
لڑکی نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، سنجیدہ نظروں سے خاموش بیٹھی مجھے گھورتی رہی، میں لہراتا ہوا آگے بڑھا، لڑکی کا خوبصورت جسم مجھے دیوانہ بنا رہا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں اس کے قریب پہنچ کر اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اپنے جذبات کی آسودگی کا ذریعہ بناتا، میرے اور لڑکی کے درمیان تیزی سے دھند پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی۔ میں چونک کر رکنا مگر پشتر اس کے کہ میں حالات کی اس برق رفتار تبدیلی پر کچھ غور کرتا دھند کی دہز چادر نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرا دم اس دھند میں گھٹنے لگا، میں نے اپنے ہوش برقرار رکھنے کی بہتری کوشش کی مگر بے سود۔ میرے ہوش و حواس معطل ہوتے چلے گئے، مجھے بس اس قدر یاد ہے کہ میں پکرا کر کسی ٹھوس شے سے ٹکرایا تھا، اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔!!

دوبارہ ہوش آیا تو ایک لمحے کو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں، میں آنکھیں پھاڑے آسمان کو گھورتا رہا۔ اور اپنی یادداشت کو کریدتا رہا، مجھے خوب اچھی طرح یاد تھا کہ آخری بار میں اس کمرے میں تھا جہاں زمین سے دھند کا غبار ابھرا تھا اور میں چکرا کر گرا تھا لیکن اب۔ اب میں نے خود کو ایسے لق و دق ویران و سنان میدان میں تنگی زمین پر پڑا پایا جہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا نشان نہیں تھا، یہ باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں، مجھے خواب کا گمان ہوتا رہا لیکن یہ خواب نہیں حقیقت تھی۔ میں کراہتا ہوا اٹھا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ میرے ذہن میں ابھی تک اس نادیدہ قوت کی آواز کی بازگشت موجود تھی جس نے مجھے اس حالت کو پہنچایا تھا۔

چکی ہو جہاں کوئی فکٹی تمہیں میرے کشت سے نہیں بچا سکتی، اب تم کیول میرے اشاروں پر ناپنے کو مجبور ہو۔“

”اکھڑی اکھڑی باتیں کیوں کر رہے ہو منوہر۔“ لڑکی نے بناوٹی ناراضگی کا اظہار کیا۔

”کیا اب تم میری سندرتا سے اپنا من نہیں بہلاؤ گے؟“

”دھیرج سے کام لو سندری، میں تمہاری من کی آشائوش پوری کروں گا۔“ میں محتاط

انداز میں بولا تو لڑکی مسکرا دی، شکایتی آواز میں بولی۔

”پھر دور دور کیوں ہو منوہر، میرے قریب آؤ۔“

”سندری۔“ مجھے یلکھت تاؤ آگیا، ڈپٹ کر بولا۔ ”اس بات کو من سے نکال دے کہ

اب کوئی فکٹی تیری سہانتا کر سکتی ہے۔ اب میں تیرے شریر کو اپنی مرضی سے روند سکا ہوں۔“

لڑکی نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا، جس انداز میں وہ مجھے دیکھ رہی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھ سے مطلق خائف نہیں ہے، غالباً اسے اب بھی امید تھی کہ نادیدہ قوت اس کی مدد کرے گی، میں اس کی بھول پر مسکرا دیا۔ میں نے اسے جس منزل میں گرفتار کیا تھا اس سے لڑکی کا بچ نکلنا ناممکن تھا چنانچہ میں سینہ تان کر اس کی طرف بڑھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ پہلے اس کے کومل شریر سے اپنے من کی آگنی کو ٹھنڈا کروں گا۔ پھر اسے اپنی فکٹی کے زور سے جلا کر بھسم کر دوں گا، دیوتاؤں کے مشروب کا کھویا ہوا سرور؟ میرے اوپر طاری ہو رہا تھا۔

”سنبھلو شبیر، اب بھی وقت ہے، اپنی اصلاح کر نیکی کوشش کرو۔“

میرے کانوں میں نادیدہ قوت کے سخت الفاظ گونجنے تو میرے قدم رک گئے، خون کی گردش یلکھت کئی گنا تیز ہو گئی، میں تملتا اٹھا، ظلام میں گھورتا ہوا چیخا۔

”سامنے آکر بات کر پاپی پھر تجھے معلوم ہو گا کہ تو کس فکٹی سے ٹکرانے کی حماقت کر رہا ہے۔“

”شبیر، ہوش میں آؤ، آنکھیں کھولو، اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش کرو۔“ وہی آواز پھر میرے کانوں میں ابھری۔

میں نے جواب میں ایک منتر پڑھ کر کمرے میں پھونکا۔ یہ ایک انتہائی خطرناک منتر تھا مجھے یقین تھا کہ میرے منتر کے پیر اچانک نمودار ہو کر اس نادیدہ قوت کو ختم کر دیں گے۔ میرا منتر پھونکنا تھا کہ کمرے میں خوفناک آوازیں گونجنے لگیں، میں سمجھ رہا تھا کہ

”میں نے سب کچھ کر دیکھا ہے دیوی۔ لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی، لاجوتی بھی نہ

”تیری بڑی کپا دیوی جو تو نے اپنے سیوک کو شما کر دیا، میں سچے دل سے وجہ دیتا

ہوں کہ پھر ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے دیوی کی بات سن کر سر تپا لرزتے ہوئے جواب دیا اس کی بدلی ہوئی نظروں نے مجھے لرزہ برانداز کر دیا تھا۔

کچھ دیر تک پارہتی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور غصے کے طے جلے تاثرات ابھر رہے تھے، میں خاموش کھڑا دیوی کے چہرے کی بدلتی کیفیتوں کا جائزہ لیتا رہا، نہ جانے وہ کن خیالوں میں گم تھی، خاصی دیر بعد دیوی کے ہونٹوں کو دوبارہ جنبش ہوئی۔

"منوہر! کیا تم جانتے ہو کہ اس سے تم کہاں ہو؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم دیوی!" میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا تو دیوی بولی۔

"تم اس سے بہتی سے ہزاروں میل دور ایک گاؤں میں ہو پر تو گھبراؤ نہیں، دیوی کا آشیرود تمہارے ساتھ ہے، میں تم کو پل بھر میں بہتی کے اس ہوٹل میں پہنچا دوں گی جہاں سے تمکو یہاں لایا گیا ہے۔"

"تیزی بڑی دیوی!" میں نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"ایک بات اور دھیان سے سنو منوہر! لاجوتی نزدوش ہے وہ اپنی مرضی سے تمہیں چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔ اسے دیوتاؤں کی آگیا کے انوسار وہاں سے ہٹا پڑا تھا، اگر وہ ایسا نہ کرتی اور تمہاری سہانتا کرنے کی ٹھان لیتی تو تم دونوں پریشانیوں میں گھر جاتے۔"

"اگر لاجوتی نے دیوتاؤں کے اشارے پر وہاں سے ہٹنا مناسب سمجھا تھا تو مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں۔" میں نے بڑی عاجزی سے جواب دیا۔ "دیوتاؤں کی آگیا کا پالن کرنا ہمارا دھرم ہے۔"

"پورن لال تمہارا گرو ہے منوہر! تمہیں میرے چرنوں میں آنے کے بجائے اپنے گرو سے ملنا چاہئے تھا، تمہیں آئندہ ان باتوں کا دھیان رکھنا ہو گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش کھڑا پارہتی کی باتیں سنتا رہا۔ پھر اس کے حکم پر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو بہتی کے اسی ہوٹل میں پایا جہاں چکرا کر گرا تھا، طبیعت سخت بو جھل اور سر بھاری بھاری سا لگ رہا تھا۔ حالات نے میرے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ دیوی نے مجھے اس نادیدہ قوت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا، نہ جانے اس میں پارہتی کی کیا مصلحت تھی، دیوتاؤں نے لاجوتی کو دور رہنے کا حکم کس مصلحت کی بنا پر دیا تھا، یہ بات بھی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ میں ان ہی خیالات میں محو تھا کہ کمرے میں کسی کی سخت آواز

"اٹھ کر دیکھا تو بلرام دروازے پر کھڑا مجھے گھور رہا تھا، میں سمجھ گیا کہ وہ کس مقصد اندر آیا ہے۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا، سرد لہجے میں بولا۔

"بلرام! تم میری اجازت کے بغیر اندر کیوں آئے؟"

"ہماراج! میں نے رات بھر تمہارے کمرے کے سامنے بیٹھ کر پہرہ دیا ہے اور تم اندر آ کر کتے رہے۔" بلرام نے کاروباری لہجے میں کہا پھر ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا۔ "سونے کی کیا کہاں چھپا دی ہماراج۔"

"بلرام! جا دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔" میں نے بگڑے ہوئے تیور سے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے بتانا پڑے کہ میں کون ہوں، جیون پیارا ہے تو پھر ادھر کا رخ نہ کرنا۔"

"ہماشے! میرا نام بھی بلرام ہے۔" بلرام بھی سنجیدہ ہو گیا۔ مجھے گھور کر بولا۔ "زیادہ اڑنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہو گا، یا تو لڑکی میرے حوالے کر دیا سیدھی طرح پیٹنگی ڈھیلی کرو، آنکھیں دکھا کر تم بلرام کو خوفزدہ نہیں کر سکو گے۔"

گمراہی ہوئی باتوں نے میرے ذہن کو پہلے ہی بہت الجھا رکھا تھا، بلرام کی بیہودگی نے ہونے پر سہارے کا کام کیا، وہ اپنی موت کا خواہاں تھا۔ میں نے آخری بار اسے اور سمجھانا چاہا لیکن جب وہ بدستور اپنی سی پر کمر بستہ رہا تو میرے صبر کا پیانہ لبریز ہو گیا، میں نے اسے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا مگر قبل اس کے کہ میں کوئی جنتر منتر پڑھتا بلرام نے ایک گریٹاک چیخ ماری اور زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی غیر مرئی قوت اس کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں حلقوں سے الٹی پڑ رہی تھیں۔ چہرے پر ازیتناک تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ میں ابھی اس کی حالت پر غور کر رہا تھا کہ یلکنت اس کے بدن سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل گئے پھر ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور اس کی راکھ اڑا لے گیا۔ فرش یوں صاف ہو گیا جیسے وہاں کچھ بھی نہ ہوا ہو، مجھے بلرام کی یہ حالت دیکھ کر تعجب ہوا۔ معا" میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا، کہیں وہی نادیدہ قوت تو بلرام کی موت کا سبب نہیں بنی جس نے مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی تھی؟ ایک لمحے کو میرا ذہن چکرایا لیکن دوسرے ہی لمحے میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ لاجوتی اسی جگہ اچانک نمودار ہوئی جہاں بلرام کا کریا کرم ہوا تھا، میں لاجوتی کو دیکھتے ہی بے اختیار اس کی جانب لپکا اور اسے پوری قوت سے اپنے سینے سے لگا لیا، اس کے قرب نے مجھے سکون بخشا

تو میں نے کہا۔

معا

”نکال دو۔“

اسے گھورا تو وہ دبی زبان میں بولی۔

جاؤ گے، جو کچھ تمہارے اوپر بیتی ہے اسی کنیا کے کارن بیتی ہے، اسے بھول جاؤ مہاراج۔"

سوچ کر کہا۔

”ہاں مہاراج!“ لاجپتی کا جواب بڑا مختصر تھا، میری الجھن اور بڑھ گئی، میں خشک آواز

میں بولا

”مہاراج نے مجھے اسی کارن یہاں بھیجا ہے کہ میں تمکو ساتھ لے چلوں۔“ لاجنتی

راج کو خیر مل جاتی ہے۔ تم تو ان کے مہمان سیوک ہو مہاراج۔“

وقت اس کے ساتھ ہو لیا۔ لاجونتی نے مجھے محض اتنا بتایا تھا کہ پورن لال، دندھیا چل کی

ہاڑیوں کی ایک گپھا میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے!!

پہاڑیوں کی ایک گچھا میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے!!

والے چراغ کی کھپکھپاتی ہوئی روشنی نے اسے بڑا پر اسرار اور ہولناک بنا دیا تھا، میں نے

پورن لال کو دیکھا جو ایک سکن کے درویش کی بیوی کے پاس گیا تھا۔ اس کے دروازے تک پہنچا کر وہیں رک گئی تھی، میرے اصرار پر اس نے بس اتنا کہا تھا کہ اس

وقت پر اسرار ہوگی کسی جاپ میں مگن ہے اس لئے وہ اندر نہیں جاسکتی۔ میں خاموشی سے

سمجھاتے ہوئے کہا پھر سخت آواز میں بولی۔ ”ہلرام نے تمہاری شان میں گستاخی کی تمہارے مہاراجا نے اسے حاکم بھسم کر دیا، اگر تمہارا کرتی تو یہاں تک نہ پہنچتا۔“

جائے۔“

ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر میں نے دبی زبان میں پوچھا۔  
 ”لاجنے کا تم جانتے ہو کہ وہ ناز و قوت کون تھے جس نے مجھ سے نکال دیا؟“

”لاجوتی کیا تم جانتی ہو کہ وہ نادیدہ قوت کون تھی جس نے مجھ سے ٹکرانے کا  
کوشش کیا؟“

[illegible]

ہولی۔ ”تم اس کی کوئی چٹنا نہ کرو“ سے کا انتظار کرو مہاراج! ہر کام تمہاری آشاؤں کے انوسار ہو گا۔“

”لاجونئی، میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ میری ممان شکلی کا اہمیان تھا، مجھے اس وقت تک شائع نہیں ملے گا۔“

شانتی نہیں ملے گی جب تک میں اس نادیدہ قوت سے اپنا انتقام نہ لے لوں۔“

”ایسا ہی ہو گا مہاراج دیوی دیوتاؤں کی مرضی بھی یہی ہے پر تو ابھی اس کا سے نہیں آیا۔“ لاجپتی نے اس بار بھی گول مول جواب دیا۔ میں نے زیادہ اصرار مناسب نہیں

سجھا۔ پارہتی کا حکم بھی یہی تھا کہ مجھے اس سلسلے میں وقت کا انتظار کرنا ہو گا، لاجوئی کے

بھلا۔ پارسی کا نام بھی یہی تھا کہ وہ سب کچھ جاننے کے باوجود لاعلمی کا مظاہرہ کر رہی ہے، شاید چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ سب کچھ جاننے کے باوجود لاعلمی کا مظاہرہ کر رہی ہے، شاید

دیوی دیوتاؤں نے اسے زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی تھی، چنانچہ میں نے اس نابدیدہ قوت

کا تذکرہ ختم کر کے دوسرا سوال کیا۔

”لاجو“ دیوی دیوتاؤں کی مرضی پر چلنا اور ان کی آغیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے، میں تم سے اس فکرت کے بارے میں کچھ نہیں بول سکتا، لیکن کتنا تم مجھ سے اس بارے میں کچھ

م سے اس خلق کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا، لیکن کیا تم مجھے اس لڑکی کا پتہ بھی نہیں بتا سکتیں، جو میرے چنگل میں آکر نکل گئی تھی۔“

”اس کینا کا نام ساحرہ ہے مہاراج، یہیں پہاڑ ہیں، رہتی ہے۔ پلرام اور اس کے

”اس دنیا کا نام ساجدہ ہے مہاراج، یہیں ہمیں رہنی ہے۔ بلرام اور اس کے گھرے اس کو زبردستی اٹھا لائے تھے۔“ لاجوئی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے

کرے اس کو زبردستی اٹھا لائے تھے۔“ لاجوتی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے





”مہاراج“ میں اتنی رات گئے تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں پرنتو حالات نے مجھے آپ کے چرنوں تک آنے پر مجبور کر دیا۔“

”کہو روی شکر، کیا بات ہے؟“ روی شکر کو دیکھ کر میرا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

میں نے پورن لال کے کہنے پر غیر اختیاری طور پر اپنی آنکھیں بند کر لیں، مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا، ایسا لگا جیسے فضاؤں میں تیر رہا ہوں پھر جب لاجونٹی کی جانی پہچانی آواز میرے کانوں سے نکلرائی تو میں نے اس کے کہنے پر آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے ہی لمحہ میں ششدر رہ گیا میں اس وقت ایک خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر بیٹھا تھا، میرے سامنے ساجدہ جیسی کئی لڑکیاں نیم عریاں لباس میں محورقص تھیں، ان کے بھرے بھرے جسم اور جسموں سے پھوٹی ہوئی کنواری خوشبو مجھے دیوانہ کر دینے کے لئے کافی تھی، میں لنگ سا بیٹھا ان تھرکتے جسموں کو دیکھتا رہا جن کی ایک ایک حرکت مجھے دعوت عیش و عشرت دے رہی تھی۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب ہوا کہ ان میں سے ہر لڑکی ہوہو ساجدہ لگ رہی تھی۔ میرے ذہن پر نشہ سا طاری ہونے لگا، لاجونٹی نے اس دوران مجھے دیوتاؤں والا مشروب لا کر دیا جسے پا کر میں اور بہک گیا، میں پچھلی تمام باتوں کو بھول کر ان عریاں جسموں میں کھو گیا جنہیں پر اسرار یوگی نے محض میرے لئے فراہم کیا تھا۔ لاجونٹی کا قرب میرے لئے باعث تقویت تھا پھر اسی کے اکسانے پر میں لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور ایک لڑکی کو مسہری پر اپنے قریب گھیٹ لیا، لاجونٹی کے جاندار ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی لیکن میں اس وقت عالم کیف و مستی میں ڈوبا ہوا تھا، میں نے لاجونٹی کے معنی خیز تبسم

”مہاراج“ میرے اوپر ایک پتا آن پڑی ہے۔“ روی شکر نے بدستور ہا باندھے باندھے کہا۔ ”اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میرے ساتھ چلے، باہر گاڑی مو ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک نظر خود سروجنی کو دیکھ لیں، آپ کی بڑی کپا ہو مہاراج۔“

”سروجنی کون ہے؟“ میں نے سرسری طور پر سوال کیا۔

”میری لڑکی کا نام ہے مہاراج!“ روی شکر نے اس بار رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ”آج شام تک وہ بالکل ٹھیک تھی مہاراج لیکن اب ----- اب اس تہ جانے کیا دورہ پڑا ہے کہ بسکی باتیں کر رہی ہے، مہاراج! اگر آپ نے اس ٹھیک کر دیا تو میں سارا جیون آپ کا غلام بنا رہا ہوں گا۔“

ہر چند کہ اس وقت لاجوتی کے کومل شریر سے دوری مجھے منظور نہ تھی لیکن روی شکر کی گڑگڑاہٹ نے مجھے اس کے ساتھ جانے پر مجبور کر دیا۔ میں اسے بیرونی کمرے میں چھوڑ کر کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں آیا تو لاجوتی مسہری پر بیٹھی میری منتظر تھی۔ خلاف توقع میں نے اسے گہری سوچ میں غرق پایا، میں چونکہ جلدی میں تھا اس لئے میں نے لاجوتی پر کوئی توجہ نہ دی۔ جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے، باہر جانے لگا تو لاجوتی نے پوچھا۔

”اتنی رات گئے کہاں جا رہے ہو منوہرا!“

”باہر روی شکر بیٹھا ہے، اس کی لڑکی سروجنی کی حالت خراب ہے، مجھے لینے آیا ہے۔“ میں نے مختصر طور پر روی شکر کی آمد کا مقصد بیان کیا تو لاجوتی نے کہا۔

”منوہر! میں بنتی کرتی ہوں کہ اس سے تم کہیں باہر نہ جاؤ۔ میری آنکھ آج شام سے کئی بار پھڑک چکی ہے، یہ اچھا شگون نہیں، تم روی شکر کو ٹال دو، ہم صبح اس کے گھر چلیں گے۔“

”منور کھوں جیس باتیں کیوں کرتی ہو لاجوتی! اول تو میں روی شکر کے ساتھ چلنے کا وعدہ کر چکا ہوں دوسرے یہ کہ تمہیں ایسی بزدلی کی باتیں شوبھا نہیں دیتیں، تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ میں مہمان شگتی کا مالک ہوں۔“

لاجوتی نے مجھے روکنے کی بہتری کوشش کی لیکن میں نے ایک نہ سنی اور باہر آ گیا روی شکر کی گاڑی ہوٹل کے باہر موجود تھی جس نے ہمیں بہت جلد حویلی تک پہنچا دیا۔ راستے میں ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی، البتہ میں یہ ضرور محسوس کر

تھا کہ روی شکر بری طرح گھبرایا ہوا ہے۔ حویلی پہنچ کر میں روی شکر کے ساتھ بھا اس کمرے میں گیا جہاں سروجنی موجود تھی، کمرے میں سروجنی کے علاوہ اسکی اور بھائی بھی موجود تھے۔ میں سروجنی کو دیکھا تو میرے منہ میں پانی آ گیا، اس کی اندرتا نے میرا من موہ لیا، میں نے اپنی زندگی میں بیشمار سندس لڑکیاں بہت قریب سے دیکھی تھیں لیکن سروجنی کی خوبصورتی اپنی مثال آپ تھی۔ اس کے شریر کے ایک ایک انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی، اس کی آنکھیں مدھ کے پیالے تھے، اس کے شریر میں پھولوں کی مہک تھی۔ میں ابھی سروجنی کے سراپا میں گم تھا کہ اس نے نظر گھا کر مجھے دیکھا، چند لمحے پہلے اس کے چہرے پر جو نرمی موجود تھی، وہ پلک جھپکتے میں غائب ہو گئی وہ مجھے بڑی غصیلی اور نفرت بھری نظروں سے گھورتی ہوئی بولی۔

تم ----- تم کون ہو؟ یہاں کیا لینے آئے ہو؟

”میں تمہارے پتا کا متر (دوست) ہوں لڑکی، تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔“ میں نے نرمی سے جواب دیا تو سروجنی بھری ہوئی شیرینی کی طرح اٹھی اس کے تیور خطرناک تھے، روی شکر نے اسے بازوؤں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

”سروجنی، میری بچی، تیرے سامنے اس سے منوہر لال مہاراج کھڑے ہیں، ان کو پرنام کر بیٹی۔“

”دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے کیسے مردود!“ یلکھت سروجنی نے کرخت لہجے میں کہا۔ ”جا“ چلا جا نہیں تو میں تیرا خون پی جاؤنگی۔“

سروجنی کا جواب سکر روی شکر اور دیگر لوگ سہم گئے، میں دلچسپ نظروں سے سروجنی کو دیکھ رہا تھا، فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ سروجنی اس وقت اپنے آپے میں نہیں، کوئی دوسری روح اس کے جسم میں حلول کر گئی ہے، وہی مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرے لئے اس نادیدہ روح سے پنپنا کوئی مشکل کام نہ تھا، پہلے بھی متعدد بار اس قسم کے علاج کر چکا تھا، میں نے اشارے سے سروجنی کی ماما اور اس کے بھائی کو کمرے سے جانے کو کہا، اب وہاں صرف میں، سروجنی اور روی شکر باقی رہ گئے، سروجنی بدستور بڑی خونخوار نظروں سے مجھے گھورے جا رہی تھی۔ روی شکر نے اسے کس کر بازوؤں سے جکڑ رکھا تھا۔ میں اب سروجنی کے علاج کے بارے میں سوچ رہا ہی رہا تھا کہ سروجنی نے ایک بار پھر حقارت سے کہا۔

بار نفرت بھری آواز میں جواب دیا۔  
 ساجدہ کا نام سن کر میں ایک لمحے کو چونکا، ہمیں کے ہوٹل میں گزرے ہوئے  
 مات ایکبار پھر میرے ذہن میں تازہ ہو گئے، مجھے ناویدہ روح کی وہ آواز پہلے ہی کچھ  
 پہچانی محسوس ہو رہی تھی، نام سن کر سارے شبہات جاتے رہے۔ نہ جانے کیوں  
 رادل دھڑکنے لگا، میں نے خود کو سنبھالا لیکن قبل اس کے کوئی دوسرا طریقہ اختیار  
 رہا۔ سروجنی کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور ساجدہ کی مانوس آواز میرے کانوں میں  
 دھنکی۔

”بے غیرت، کس سوچ میں گھو گیا، کیا تو نے مجھے پہچانا نہیں، میں وہی بد نصیب  
 ساجدہ ہوں جسے تیرے گرگے بہانے سے پکڑ کر تیرے پاس لے گئے تھے اور تو نے  
 میری غیرت پر ڈاکہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی تھی، میں تیرے منحوس چنگل سے کیسے  
 آزاد ہوئی مجھے یاد نہیں البتہ جب میں گھر پہنچی تو گزری ہوئی باتوں کو یاد کر کے میرا  
 جود لرز اٹھا، میں نے دوسرے دن ایک کنویں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی لیکن  
 مرنے سے پہلے میں نے اپنے معبود سے دعا کی تھی کہ جب تک میں تجھ سے اپنا انتقام  
 پورا نہ کر لوں میری روح کو قید نہ کیا جائے، خدا نے میری دعا سن لی اور اب  
 آج میں سروجنی کی زبان کا سہارا لے کر تجھ سے مخاطب ہوں، کیا تجھے  
 یاد ہے سب کچھ؟“

روٹی شکر حیرت سے آنکھیں پھاڑے کبھی مجھے اور کبھی سروجنی کے چہرے کو دیکھ  
 رہا تھا، ساجدہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئی تھی، میں اندر ہی اندر جھلس رہا  
 تھا، کچھ لمحے سکوت سے گزر گئے، میں اور سروجنی دونوں ایک دوسرے کو خطرناک  
 نظروں سے گھور رہے تھے۔ میں نے کچھ سوچ کر ایک اور منتر کا جاپ کیا مگر ابھی میرا  
 منتر پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ساجدہ نے لہک لہک کر آیت الکرسی کا ورد شروع کر  
 دیا، روٹی شکر کی پریشانی قابل دید تھی، سروجنی کے منہ سے اشلوک کا پاٹھ، گیتا یا  
 رامائن کے بجائے آیت الکرسی سن کر اس کے دل پر کیا بیت رہی تھی یہ وہی بہتر جانتا  
 تھا، خود میری یہ حالت تھی کہ میں منتر کو درمیان سے بھول گیا، ساجدہ چپ ہوئی تو  
 میں نے تمللا کر منتر دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ اس بار ساجدہ نے آیت کریمہ کا ورد  
 شروع کر دیا، میں پھر اپنا منتر پورا نہ کر سکا، میری حالت اس آدم خور جیسی تھی جس  
 کے سامنے اس کا شکار موجود تھا لیکن وہ اسے لقمہ اجل بنانے سے قاصر تھا۔ آیت

”مہاراج کی دم“ میں پھر کہتی ہوں کہ اپنی منحوس صورت لیکر میرے کمرے۔  
 چلا جا نہیں تو تیری بوٹیاں نوج ڈالوں گی، تجھے ایک نوجوان لڑکی کو اس طرح گھور۔  
 شرم نہیں آتی، کجبت۔“

”سروجنی ہوش میں آ۔“ روی شکر پوری قوت سے چلایا، سروجنی خود کو اس۔  
 باتوں سے آزاد کرانے کی خاطر بدستور ہاتھ پاؤں مار رہی تھی، میں نے ایک آزمودہ  
 منتر پڑھ کر سروجنی پر پھونکا تو وہ مائی بے آب کی طرح زپٹی لیکن دوسرے ہی لمحے کہ  
 بت کی طرح ساکت ہو گئی۔ لیکن اس کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔  
 ”لڑکی“ میں نے ٹھوس آواز میں اسے مخاطب کیا۔ ”کیا تو جانتی  
 ہے کہ میں کون ہوں؟“

”ہاں۔۔۔۔۔۔ تم منور لال مہاراج ہو، مہمان شہتی کے مالک۔“ سروجنی نے  
 بنیدگی سے جواب دیا۔  
 ”کیا تو یہ بھی جانتی ہے کہ میں اگر چاہوں تو تجھے جلا کر بھسم کر سکتا ہوں۔“  
 ”جانتی ہوں مہاراج!“

”لڑکی، غور سے سن۔“ میں نے پینٹر ابدل کر جواب دیا۔ ”میں تجھے حکم دیتا ہوں  
 کہ سروجنی کے کول شریر سے اپنا قبضہ ختم کر دے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔“  
 سروجنی کی آنکھوں میں الجھن کے اثرات ابھرے، اس نے فوراً ہی کوئی جواب  
 نہیں دیا وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق نظر آ رہی تھی، میں نے ڈپٹ کر پوچھا۔  
 ”لڑکی، کس دھار میں گم ہے، تو نے سنا میں کیا کہہ رہا ہوں؟“  
 ”سنا مہاراج۔“ سروجنی نے عاجزی سے جواب دیا۔  
 ”پھر تیرا فیصلہ کیا ہے؟“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔ میں سروجنی کا شریر نہیں چھوڑ سکتی۔“  
 ”کیا۔۔۔۔۔۔“ میں اس ناویدہ روح کا جواب سن کر غصے سے لال پیلا ہو  
 گیا۔ ”کیا مجھے بتانا پڑے گا کہ میں کتنی مہمان شہتی کا مالک ہوں؟“  
 سروجنی جواب میں مجھے نکر نکر گھورتی رہی، میں نے کرخت لہجے میں دریافت  
 کیا۔

”لڑکی، تیرا نام کیا ہے؟“  
 ”میرا نام۔۔۔۔۔۔ میرا نام ساجدہ ہے منور لال جی مہاراج!“ سروجنی نے



کریمہ کے الفاظ اور ایک ایک زبردست میرے ذہن پر آہنی ہتھوڑوں کی طرح نہ لگا رہے تھے، میرا خون بری طرح کھول رہا تھا، میری بوکھلاہٹ دیکھ کر ساجدہ سروجنی کے روپ میں، ایک فلک شگاف قہقہہ بلند کیا پھر حقارت سے بولی۔

”گندے نابدان میں لٹھڑے ہوئے حقیر کیڑے، کس سوچ میں غرق ہے، ا۔ جنتر منتر کے پیروں کو آواز کیوں نہیں دیتا، ان ناپاک قوتوں کو اپنی مدد کیلئے پکارتا کیوں نہیں جن پر تجھے ناز ہے، لیکن اتنا یاد رکھ کہ پاک قوتوں کے آگے تیری ایک نہ چا سکے گی، تیری زبان پر تالے پڑ جائیں گے تیرا گندہ ذہن گنگ ہو جائیگا، تو اندر ہی اندر کھو رہے گا لیکن تیری بے چینی کم نہ ہوگی۔“

”لڑکی۔۔۔۔۔۔“ میں تملاکر حلق کے بل چیخا۔ ”میری آگیا کا پالنہ کرو، سروجنی کے شریر کو چھوڑ دے نہیں تو ایسا کشت دوں گا کہ تیری آتما بھی بیا کل ہو جائے گی، میں تجھے نرکھ میں جھونکنے کی شکتی رکھتا ہوں۔“

”کیوں اپنا گلا پھاڑ رہے ہو منوہر لال جی، میری مانو تو خاموشی سے اپنی ہار تسلیم کر کے یہاں سے چلے جاؤ، میں نے تمہیں رومی شکر کے سامنے ذلیل و خوار کرنے کے لئے یہاں بلایا تھا، میرا مقصد پورا ہو گیا، اب تمہاری عزت اسی میں ہے کہ میری بات مان اور اپنی منحوس صورت لیکر میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے رومی شکر کے سامنے تمہاری اصلیت بھی بے نقاب کرنی پڑے۔“

میں ساجدہ کی گفتگو سن کر آگ بگولا ہو گیا، اس نے رومی شکر کی موجودگی میں مجھے دھمکی دی تھی، میں اس بات کو کسی قیمت پر برداشت کر نیکو تیار نہ تھا کہ دنیا والوں کو اس بات کا علم ہو سکے کہ میں پہلے شبیر حسن خاں تھا اور اب منوہر لال بن گیا ہوں۔“

میرا غصہ پورے شباب پر تھا، سروجنی مجھے مضحکہ خیز نظروں سے گھورے جا رہی تھی، میں نے ایک لمحے کو بگڑتے ہوئے حالات پر غور کیا، پہلے میں نے سوچا تھا کہ ساجدہ کی روح کو پوری طرح اپنے قبضے میں کر کے کوئی وار کروں تاکہ سروجنی اس حملے سے محفوظ رہے لیکن میں ساجدہ کی روح کو اپنے جنتر منتر سے قابو کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکا تھا، میری مزید خاموشی ساجدہ کی بے لگام زبان سے میرا ماضی بھی اگل سکتی تھی جسے میں ہر قیمت پر راز رکھنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے احتیاطی تدابیر کو نظر انداز کر کے دل میں ادیتی دیوی کا شبہ نام لیا اور ایک انتہائی خطرناک منتر کا جاپ کر

پیر کو زمین پر مارا، مجھے اس بار اپنے ارے میں ناکامی نہیں ہوئی، میرے منتر کے س نے ادیتی دیوی کے حکم پر آنا، فنا، خطرک حملہ کیا، میں نے سروجنی کو بھیا تک مار کر رومی شکر کے مضبوط ہاتھوں سے نکل کر، مین پر اوندھے منہ گرتے دیکھا، وہ طرح لوٹ رہی تھی جیسے کوئی اسے ذبح کر رہا ہو، میں سمجھ رہا تھا کہ ساجدہ کی ح اس حملے سے محفوظ ہو چکی ہے، مجھے سروجنی جیسی سندر لڑکی پر ظلم کرتے ہوئے موس بھی ہو رہا تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ رومی شکر نے دوڑ کر میرے پاؤں تھام لئے اور گڑ گڑا

رہا۔ ”سروجنی پر دیا کرو مہاراج، اسے بچا لو، بھگوان جانے اسے کیا ہو گیا ہے۔“

”دھیرج سے کام لو رومی شکر۔“ میں نے اپنا ہونٹ کاٹتے ہوئے رومی شکر کو

موٹی تسلی دی۔ ”تمہارے سامنے اس سے سروجنی نہیں بلکہ وہ گندی آتما ٹرپ رہی ہے جس نے میری مہمان شکنی کو لکارا تھا۔“

رومی شکر میرے جواب پر کسی قدر مطمئن ہو گیا لیکن میرا دل اندر ہی اندر

ڑپ رہا تھا، سروجنی کا کوئل شریر جھٹکے لے رہا تھا، وہ جان کنی کی حالت سے دو چار

نہی، میں گنگ سا کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں،

سروجنی غریب مفت میں ماری جا رہی تھی، میں ابھی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ ساجدہ

کی مدھم آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”شبیر، تم مسلمان ہونے کے رشتے سے میری طرح کلمہ گو بھی ہو، یہ تمہاری بد

نصیبی ہے کہ تم راہ سے بھٹک گئے، تمہاری آنکھوں پر طاقت کا نشہ طاری ہو گیا، تم

سیاہ و سپید کا فرق بھول گئے لیکن میرا ضمیر ابھی زندہ ہے، سروجنی کی موت میرے لئے

ایک المیہ ہو گی، تم اسے بچانے کی کوشش کرو، میں جا رہی ہوں لیکن اتنا یاد رکھنا کہ

میں تم کو سکون سے مرنے بھی نہ دوں گی، تم کو اپنے گناہوں کا خمیازہ ضرور بھگتنا پڑے گا۔“

ساجدہ کی آواز سن کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میں خود کو بے دست و

پا محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ مجھے حیرت تھی کہ اس موقع پر بھی نہ تو پورن لال میری

مدد کو آیا نہ کسی دیوی یا دیوتا نے میری مدد کی، میں خاصی دیر الجھتا رہا پھر معاً مجھے

سروجنی کا خیال آیا جو بدستور فرش پر پڑی موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھی، میں

نے فوری طور پر ایک منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونکا، سروجنی پلک جھپکتے میں اٹھ

• ”منوہر۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ مہاراج۔“ لاجونتی نے رک رک کر مجھے سر تپا گھورتے ہوئے تعجب سے کہا۔ ”مجھے دشواس تھا کہ تم اوش سہل ہو گے۔“

”ہاں لاجو، دیوی دیوتاؤں کی کیا ہے۔“ میں نے پاٹ لبجے میں جواب دیا، پھر کچھ توقف کے بعد پوچھا۔ ”تم نے ہوٹل سے جاتے وقت مجھے روکنے کی کوشش کیوں کی تھی؟“

”اچھا میں وچن دیتا ہوں۔“ میں نے بڑی صاف صوفی سے اقرار کر لیا۔  
 لاجونتی کچھ دیر خاموشی سے منہ بسورتی رہی پھر اس نے مجھ سے اقرار کر لیا  
 اسے پہلے سے علم ہو گیا تھا کہ رومی شکر کی حویلی پر مجھے کن حالات سے دو چار  
 پڑے گا، میں نے لاجونتی کے اقرار پر گہرا اثر لیا، اس نے میرے دل میں پیدا  
 والی اس نفرت کو دور کر دیا جو اس کی غلط بیانی نے جنم دی تھی لیکن ابھی کچھ

”منوہر۔۔۔۔۔۔“ لاجوتی نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ ”کیا کہہ رہے ہو تم؟“

”لاہو۔۔۔۔۔“ میں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا ”کیا تم کو بمبئی



کے اندر داخل ہو گیا، کشادہ حصے میں پہنچ کر میں نے پورن لال کو دیکھا، لاجوتی کے کہنے کے مطابق وہ اس وقت منڈل میں بیٹھا گیان دھیان میں مصروف تھا، اسے غالباً میری موجودگی کی بھٹک تک نہ تھی۔ پورن لال کو دیکھ کر مجھے ادیتی دیوی کے وہ جملے دوبارہ یاد آ گئے، خود میرا دل بھی پورن لال کی طرف سے صاف نہیں تھا، میں اسے اپنی ناکامی کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا، دیوی نے میرے شبہات کی تصدیق کر دی تھی، میرے دل میں انتقام کے شعلے بھڑکنے لگے۔ میری آنکھیں خون آلود ہو رہی تھیں، حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے ایک منتر پڑھ کر اپنے اوپر پھونکا پھر خطرناک ارادوں کا دامن مضبوطی سے تھام کر اس منڈل کی طرف بڑھنے لگا جہاں پورن لال آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

پراسرار یوگی پورن لال کو میں نے گرو کہا تھا مگر اس کے باوجود مجھے یقین تھا کہ میں اسے آسانی سے زیر کر لوں گا، منڈل کا فاصلہ جوں جوں کم ہو رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں!!



مستغرق تھی، میرے پاؤں کی آہٹ سکرچوکی، تیزی سے میرے قریب آ کر بولی۔  
”منوہر، کیا تم یوگی مہاراج سے دوبارہ ملنا پسند کرو گے؟“

”کیا مطلب؟“ میں لاجوتی کی بات سکرچوکنے بغیر نہ رہ سکا، ادیتی دیوی سے کر لینے کے بعد میرا دل لاجوتی کی طرف سے بالکل صاف ہو چکا تھا۔

”میں نے حالات پر بہت گیان دھیان کیا ہے منوہر، میرا خیال ہے اگر مہاراج تمہیں حالات سے آگاہ کر دیتے تو آج تمہارا من ان کی اور (جانب) سے نہ ہوتا۔“

لاجوتی کی باتیں میرے لئے حیران کن تھیں، اس کا ذاتی خیال بھی وہی تھا ادیتی دیوی کا تھا، میں نے لاجوتی کو ٹٹولنے کی خاطر کہا ”لاجو“ اگر میں مہاراج مقابلے پر آؤں تو کیا تم میرا ساتھ دو گی؟“

”منوہر —————“ لاجوتی نے میرے قریب آ کر میرا ہاتھ تھام کر بڑبڑاتی لہجے میں کہا۔ ”تم نے ایک اداسی کو اپنے من کی رانی بنا کر اس کا مان (عز) بڑھایا ہے، تمہارے کارن میں ہنسی خوشی نرکھ میں بھی جانے کو تیار ہوں۔“

”سوچ لو لاجوتی کہیں ایسا نہ ہو کہ پورن لال کو سامنے دیکھ کر تم اپنا وطن بھ جاؤ۔“

”تم آگیا دو منوہر، تمہاری لاجوتی ہر امتحان میں پوری اترے گی۔“ لاجوتی لہجے میں خلوص تھا، میں نے اس کے جواب سے متاثر ہو کر فیصلہ کن آواز میں کہا۔  
”سنو لاجوتی، میں پورن لال سے لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہوں، ابھی اور اسی وقت کیا تم مجھے پورن لال تک لے چلنے کو تیار ہو“

جواب میں لاجوتی نے ایک بار پھر مجھے اپنی مدد کا یقین دلایا اور میرا ہاتھ مضبوط سے تھام لیا، میں نے اس کی ہدایت پر آنکھیں بند کر لیں، کچھ دیر بعد لاجوتی کے کہنے پر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو اسی پہاڑی گہکا کے دہانے پر پایا جہاں ایک بار پہر بھی آچکا تھا۔

”تم اندر جاؤ منوہر، یوگی مہاراج اس سے گیان دھیان میں مگن ہوں گے، میر باہر تمہارا انتظار کرتی ہوں، اگر تمہیں میری سہائت کی ضرورت ہوگی تو بن بلائے تمہارے پاس آ جاؤں گی۔“

میں نے لاجوتی سے اپنے ساتھ اندر چلنے پر اصرار نہیں کیا اور ہمت کر کے گہ

لاپرواہی تھی۔

میرے خون کی حدت بڑھنے لگی، میری نظروں میں پورن لال کے لئے نفرت بھری

تھی۔

”برہمچاری“ پورن لال نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔ ”تم اس سے یہاں؟ کیا کوئی پتا

آن پڑی ہے۔“

”ماراج!“ میں نے خون کا گھونٹ پیٹتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں اس سے کیوں

تمہارے درشن کو آیا ہوں۔“

”گرو کی سیوا تم کو جیون میں سدا سکھی رکھے گی منوہرا!“ پورن لال نے خوش ہو کر

کہا۔

”پرنتو ماراج ایک بات میرے من کو بیا کل کرتی رہتی ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے

کہا۔ ”وہ ہفتی کون ہے جو مجھے پریشان کرتی ہے اور میں اسے سراپ نہیں دے سکتا۔“

”مو رکھا!“ پورن لال نے تھیکے لہجے میں جواب دیا۔ ”میری آگیا تھی کہ تم ان باتوں

کو بھول جاؤ۔“

”میں نے کوشش کی تھی ماراج پرنتو کسی کنیا کی آتما نے مجھے اپنی کوششوں میں

کامیاب نہیں ہونے دیا۔“

”منوہر، تم اس سندری کا دھیان اپنے من سے نکال دو۔“ پورن لال نے تیزی سے

کہا۔ ”میں نے اپنی ہفتی کے زور سے تمہارے لئے ساجدہ جیسی بہت سی سندرناریاں پیدا

کر دی تھیں، تم اگر چاہو تو ساجدہ سے سندرناریاں بھی حاصل کر سکتے ہو۔ پرنتو ساجدہ کا

دھیان بھول جاؤ، تم اس کے سندر شریر کو کبھی پراپت نہیں کر سکتے۔“

”کیوں ماراج؟“ میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔ ”کیا تم اپنی ممان ہفتی کے زور

سے ایک سندری کو بھی رام نہیں کر سکتے؟ کیا وہ تم سے ادھک (زیادہ) ہفتی کی مالک

ہے؟“

”منوہرا!“ پورن لال نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔ ”تم بھول رہے ہو کہ اس

سے تم اپنے گرو کے سامنے کھڑے ہو۔“

”میں خوب جانتا ہوں ماراج کہ تم میرے گرو ہو۔ پرنتو تمہیں اپنے سیوک کی ضد

اوش پوری کرنی ہو گی۔“ میں نے بھی قدرے درشت آواز میں جواب دیا۔ ”جب تک وہ

سندری میرے چہنوں میں جھک کر ڈنڈوت نہیں کریگی میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ یہ میرا

چربی کے تیل سے جلنے والے چراغ کی کپکپاہٹ ماحول کو بڑا ہولناک بنا رہی تھی۔

پورن لال منڈل میں بیٹھا آنکھیں بند کئے کسی جاپ میں گمن تھا۔ اس کے چہرے پر

لاپرواہی کا راج تھا، میں اس پر نظریں جمائے منڈل کے قریب ہوتا گیا، ادیتی دیوی کے حکم

کے مطابق میں اس وقت پورن لال کو ایسا سبق دینے کے ارادے سے گہپا میں داخل ہوا

تھا جو اسے باور کرا سکتا کہ دھوکہ اور فریب کا انجام ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ ادیتی دیوی کے

درشن کے بعد سے میرا دل پورن لال کی طرف سے کھٹا ہو گیا تھا۔ ساجدہ کی روح اور نیچی

طاقت کے معاملے میں پورن کی خاموشی نے مجھے اس کے خلاف اکسایا تھا پھر لاجوتی اور

دیوی نے میرے شکوک و شبہات کی تصدیق کر دی تھی۔

میں منڈل کے قریب جا کر رک گیا، میرے دل کی دھڑکنیں ہر لمحہ تیز ہو رہی تھیں۔

میں نے پورن لال کو آج سے قبل ہمیشہ اپنا گرو سمجھا تھا۔ اس کے ہر اشارے پر بلا کسی

چون و چرا کے قدم اٹھایا تھا لیکن آج میں پورن لال کے سامنے اس کے دشمن کی حیثیت

سے کھڑا اسے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ لمبے جوں جوں گزرتے جا رہے تھے

میری نفرت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ پورن لال کے چہرے پر پھیلے ہوئے مطمئن تاثرات

مجھے غصہ دلا رہے تھے، میرا جوش انتقام بڑھ رہا تھا، لیکن میں پورن لال کے قریب جانے

سے گریز کر رہا تھا۔ مجھے علم تھا کہ منڈل کے اندر میرا داخلہ خطرناک ہو گا، لہذا میں منڈل

کے باہر کھڑا پورن لال کے آنکھ کھولنے کا منتظر تھا۔ مجھے اس سلسلے میں زیادہ دیر انتظار نہیں

کرنا پڑا، پندرہ بیس منٹ بعد ہی پورن لال نے آنکھیں کھول دی تھیں، اس کی بڑی بڑی

سرخ انگاروں کی مانند دہکتی ہوئی آنکھیں اس وقت بڑی خوفناک نظر آ رہی تھیں۔ ایک لمبے

کو میرا دل خوف و دہشت کے احساس سے دھڑکا لیکن جلد ہی میں نے خود پر قابو پا لیا۔

مجھے ادیتی دیوی کی حمایت حاصل تھی، مجھے قوی امید تھی کہ پورن لال سے لکراؤ کے وقت

دیوی کی ہفتی میری مدد ضرور کرے گی۔

”تم۔ منوہرا!“ پورن لال نے مجھے دیکھ کر حیرت سے کہا۔ پھر معنی خیز انداز میں مسکراتا

ہوا اٹھا اور منڈل سے باہر آ کر میرے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز میں اب بھی

آخری فیصلہ ہے۔“

”کیا تم اپنے گرو کی آگیا کا پالن کرنے سے انکار کر رہے ہو۔“ پورن لال نے آنکھیں دکھاتے ہوئے مجھے دھمکانے کی کوشش کی تو میرا خون کھول اٹھا، میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔

”ماراج، تم کتنے پانی میں ہو، یہ میں خوب اچھی طرح جان چکا ہوں۔“

”پاپی۔ کیسے!“ موہن لال سر تاپا سرخ ہو کر بولا۔ تو میری شکلی کو لکڑا رہا ہے، میں تجھے ایسا کشت دے سکتا ہوں کہ تو سارا جیون گندی نالیوں میں لوٹا رہے، کتنی چاہتا ہے تو میرے چرن چھو کر شام کی ہکشا مانگ۔“

”میں تمہارے چرن بھی چھونے کو تیار ہوں، ماراج پر ایک شرط پر۔“ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں مجھے بتانا ہو گا کہ تم نے مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا تھا، لاجوئی نے بھی تمہاری آگیا پر زبان بند کر لی تھی۔ اگر تمہارے مہان سیوک کو کچھ ہو جاتا تو تم سوائے اس کا کیا کرم کرنے کے اور کیا کر سکتے تھے۔“

”منوہر، تو میرا اعلان کر رہا ہے، زبان کو لگام دے، میں تیرا گرو ہوں۔“

”تم نے میری بات کا جواب ابھی تک نہیں دیا گرو دیو ماراج۔“ میں نے پورن لال کو چڑانے کی خاطر کہا۔ ”کیس ایسا تو نہیں کہ تم ساجدہ کی آتما سے ٹکراتے ہوئے ڈرتے ہو؟“

پورن لال کو مجھ سے اس جواب کی توقع نہ تھی آگ بگولا ہو کر بولا۔

”چلا جا مورکھ، میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جا، کیس میں تجھے جلا کر بھسم نہ کر دوں۔“

”اجیت کمار نے بھی یہی دھمکی دی تھی ماراج تمہیں اس کا انجام معلوم ہے؟ میں نے بھرپور چوٹ کی تو پورن لال مارے غصے کے سر تاپا لرز اٹھا، کڑک کر بولا۔

”مورکھ، کیا جیون سے تیرا دل بھر چکا ہے؟“

”چنچنے چلاتے سے کیا ہو گا ماراج۔“ میں نے تیزی سے کہا ”میں تم سے صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تم ساجدہ کی آتما اور اس فیسی طاقت کے سلسلے میں میری کیا سائن کر سکتے ہو، جس نے مجھے بیا کل کر رکھا ہے؟“

”میں ان دونوں کو نشٹ کر دوں گا پر تیرا بھی اس کا سے نہیں آیا۔“ پورن لال نے جھلا کر جواب دیا اس کے لیے سے صاف ظاہر تھا کہ مجھے ٹالنے کی کوشش ہے۔

لے اب برداشت کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے تیور بدل کر کہا۔

”سنو ماراج۔ دیوی دیوتاؤں کے جاپ اور بیٹھک کرنے کے بعد اب مجھ میں بھی لٹی آگئی ہے کہ دوسروں کے من کا بھید جان لوں۔ تمہارے من میں جو کھوٹ بھرا، میری نظروں نے دیکھ لیا ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم ساجدہ کی آتما کے آگے ن ہو اور محض اپنا بھرم رکھنے کے لئے گرو کا چولا پن کر سیکو کو ڈراتے ہو۔“

”پر آدمی!“ پورن لال حلق کے بل چلایا۔ ”میں تجھے نشٹ کر دوں گا۔“

”میں بھی آج اسی ارادے سے آیا ہوں ماراج۔“ میں نے کرخٹ آواز میں جواب

پورن لال میرا جواب سن کر اچھل پڑا، ایک لمحے تک وہ مجھے پھٹی پھٹی نظروں سے رتا رہا پھر اس نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے چاروں طرف آگ کے شعلے بھڑکنے لگے، میں شعلوں کے درمیان گھر گیا، ایک بل کے لئے میں نے خود کو موت کے آگے بے

اسمجا لیکن دوسرے ہی لمحے ادیتی دیوی کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”منوہر، تم کوئی چٹان نہ کرو، دیوی تمہارے ساتھ ہے، وجہ اوش تمہاری ہو گی، ہمت

کام لو۔“

دیوی کی آواز نے مجھے سہارا دیا تو میں نے جلدی سے ایک منتر پڑھ کر بھڑکتے ہوئے

ملاؤں پر پھونک ماری۔ شعلے یلخت بھڑک کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ پورن لال نے دوسرا حملہ کیا،

اس جگہ میں کھڑا تھا اس جگہ کی زمین اچانک پھٹ گئی، اگر میں نے ایک لمحے کے دیر کی

دقی تو نہ جانے میرا کیا انجام ہوتا۔ پورن لال نے اپنا دوسرا حملہ بھی ناکام ہوتے دیکھا تو

لملا کر تیسرا حملہ کر دیا، اس بار اس کے منتر کے پیروں نے بھڑوں کی صورت میں نمودار ہو

کر مجھ پر یلغار کر دی اور میرے جسم سے چٹ کر کانٹے لگے، یہ حملہ اس قدر اچانک اور

تیزی سے ہوا کہ میں گھبرا گیا، بھڑوں کے زہریلے ڈنک میرے جسم میں پیوست تھے اور میں

کسی دیوانے کی طرح خود کو اس افتاد سے بچانے کی خاطر اچھل کود کر رہا تھا۔

”کیوں منوہر، اب کیا دھار ہیں تمہارے۔“ پورن لال نے چھاتی ٹھونک کر کہا۔ ”گرو

اور چیلے کا فرق تمہاری سمجھ میں آیا، یا دوچار چٹکار اور دکھاؤں۔“

بھڑوں کا زہر میرے جسم میں سرایت کر چکا تھا، مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ میں

ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ پورن لال کی بات کا کیا جواب دوں کہ میرے کانوں میں دیوی کی

آواز پھر گونجی۔

”منوہر، میرا شبہ نام لیکر زمین پر لوٹ لگاؤ، پورن لال کے منتر کے پیر پلک جھپکتے نشٹ ہو جائیں گے۔“

میں نے دیوی کی آگیا کا پالن کرنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا، زمین پر لوٹ لگا ہی تمام بھڑنس میرے جسم سے طعید ہو کر غائب ہو گئیں، پورن لال کو اپنے بیروں کا انج دیکھ کر حیرت ہوئی تو میں نے کہا۔

”مہاراج، تمہاری جھولی میں جو دو چار جنتر منتر اور باقی رہ گئے ہیں انھیں بھی آ ڈالو، اس کے بعد تمہارے سیوک کی باری ہو گی پر نتو دھیان میں رکھو کہ میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔“

پورن لال نے میرا جواب سنا تو آپے سے باہر ہو گیا۔ ”بے بزرگ ملی“ کا نعرہ مارا اس نے زمین پر قلابازی کھائی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے انسان سے آدم خور بھیڑنے روپ اختیار کر لیا۔ پھر اس نے بڑی برق رفتاری سے مجھ پر چھلانگ لگائی، میں پھرتی سے اسے جھکائی دے کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ادیتی دیوی کا نام لیکر جلدی سے ایک منتر کا جاپ کیا اور قبل اس کے کہ پورن دوبارہ حملہ آور ہوتا اپنا ہاتھ اس کی سمت اٹھا کر جھٹک دیا، میرا ہاتھ جھٹکتا تھا کہ میرے منتر کے بیروں نے جال پھینک کر پورن لال کو اس میں جکڑ لیا۔ میرا خیال تھا کہ اب پورن لال بے بس ہو کر میرے سامنے ٹھٹھنے ٹیکنے پر آمادہ ہو جائے گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے آہنی جال کو دھواں بن کر غائب ہوتے دیکھا اس کے ساتھ ہی پورن لال نے دوبارہ زمین پر لوٹ لگائی اور بھیڑنے سے کالے ناگ کی شکل میں آگیا، میں نے دوسرا منتر پڑھا تو میرے بیروں نے نیولے کی شکل میں سامنے آ کر پورن لال کا راستہ روک لیا، لیکن چشمہ اس کے کہ میرے پیر پورن لال کی گردن دوپچتے، پورن لال نے ایک جست بھری اور پلک جھپکتے میں دوبارہ اپنی اصلی شکل میں آگیا۔ اسکی آنکھوں سے حیرت ٹپک رہی تھی۔ میں نے اس کی کیفیت سے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”پورن لال اب تک میں تمہارے ساتھ کھیل تماشے کر رہا تھا پر اب تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ تم میرے آگے ہاتھ باندھ کر اپنی مکاری کا اقرار کر لو، دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ تمہارا انجام بھی اجیت جیسا ہو۔“

”کینے“ پورن لال گرج کر بولا۔ ”میں مہمان شکتی کا مالک ہوں۔ میرے شریر میں ہنومان جیسی قوت موجود ہے، میں تجھے ایسا کشت دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا بیا کل رہے گی

\_\_\_\_\_ لے اب سنبھل۔“

پورن لال نے اپنے جملے کے ساتھ ہی مجھ پر ایک بھرپور حملہ کیا اس بار اس کے یوں نے مجھے پلک جھپکتے میں زمین سے اٹھا کر فضا میں معلق کر دیا۔ میری کیفیت اس وقت وی مضحکہ خیز تھی۔ میں فضا میں معلق ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ پورن لال نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو میرا جسم بندھ سا گیا، زبان تالو سے چپک گئی، اب میں قطعی طور پر بے بس تھا، نہ اسم کو جنبش دے سکتا تھا، نہ ہی اپنے بچاؤ کی خاطر کوئی منتر پڑھ سکتا تھا، موت کا بھیانک غور میری نظروں کے سامنے تھا کہ پورن لال ٹلک ٹلک شکاف قلعہ لگا کر بولا۔

”کیوں برہمچاری، اب کیا خیال ہے تمہارا، کیا اب بھی تم میرے چرنوں پر ڈنڈوت کرنے سے انکار کر سکتے ہو؟“

میری حالت غیر ہو رہی تھی، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی نادیہ قوت میرا گلا گھونٹ رہی ہے، میرا سانس پھنس پھنس کر آ رہا تھا مجھے اپنی موت بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ پورن لال میرے سامنے سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔

”چپ کیوں ہو منوہر، کچھ بولو، تم تو مجھے کشت دینے کا دھار کر کے گھا میں آئے تھے۔“

پورن لال میری بے بسی کا مضحکہ اڑا رہا تھا کہ اچانک نادیہ قوتوں کا زور مجھ پر ختم ہو گیا، میں دوبارہ زمین پر آگیا، مجھے حیرت تھی کہ ایسا کیونکہ ہوا اور ادھر پورن لال چونکا جیسے اسے اپنی نظروں پر یقین نہ آ رہا ہو، اسی لمحے ادیتی دیوی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”منوہر، پورن لال کی شکتی مہمان ہے، تم اسے چوٹ نہیں دے سکتے پر نتو دیوی دیوتا جو چاہتے ہیں وہ اوش پورا ہوتا ہے، میں تمہیں ایک منتر بتاتی ہوں اسے پڑھ کر پورن لال پر پھونکو، پورن لال کے سارے جیون کی تپیا بھی اس منتر کا توڑ نہیں کر سکے گی، پر ایک بات دھیان میں رکھو، پورن لال اگر تمہارے چرنوں پر سر رکھ دے تو اسے شاکر دینا۔“

ادیتی دیوی کے کہنے کے مطابق میں نے اس کا بتایا ہوا منتر پڑھ کر پورن لال کی سمت پھونکا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، پورن لال میرے منتر پھونکتے ہی زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگا پھر اس کے ہاتھ پاؤں آپس میں الجھ کر یوں پھنس گئے جیسے کسی غیر مرئی قوت نے اسے باقاعدہ باندھ دیا ہو، دیوی کا کہا پورا ہو چکا تھا۔ میں پورن لال کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات دیکھ رہا تھا، اب میری باری تھی۔ میں نے پورن لال کی بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔



اور آگیا جہاں لاجپتی میری مہر کی۔  
 لاجپتی، حسن کی دیوی، مجسم قیامت اور سراپا انتظار تھی مجھے دیکھتے ہی لپک کر بڑھی  
 ہل کر قدموں کو چھوتے ہوئے بڑے والہانہ انداز میں میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر

”لاجو، تم میرے ساتھ ہو تو میں پہاڑوں سے بھی ٹکرا سکتا ہوں۔“

”پورن لال مہاراج کو پچھاڑ کر تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے منوہرا“ لاجو نے

محبت بھری آواز میں کہا۔ ”اب اس دھرتی پر کیوں ایک ہی شکستہ ایسی باقی ہے جو تم سے

الہ ملا سکتی ہے۔“

”اب مجھے وشواس نہیں تھا منوہر کہ تم پورن لال کو نیچا دکھا سکو گے۔“ لاجوتی نے بڑی صہویت سے جواب دیا۔ پھر اپنے پلو کو ہاتھوں کے درمیان مسلطی ہوئی بولی۔ ”گوپیال داس“

گوپون لال کا حال معلوم ہو گا تو وہ اس بارے میں ایک لمبی سانس لیکر بولا۔ ”تم اس کی چٹا مت کرو لاہوتی“ ادریتی ”اوہ، سمجھا۔“ میں ایک لمبی سانس لیکر بولا۔ ”تم اس کی چٹا مت کرو لاہوتی“ ادریتی ”اوہ، سمجھا۔“ میں ایک لمبی سانس لیکر بولا۔

پورن لال نے جواب نہیں دیا، اس کے منہ سے ہلکے ہلکے جھاگ نکلنے شروع ہو چکے تھے۔ اس وقت وہ شدید تکلیف کی حالت سے دو چار تھا آنکھیں حلقوں سے باہر ابلی پڑ رہی تھیں۔

”پاپی۔۔۔۔۔“ پورن لال نے بشکل تملاتے ہوئے کہا ”تیرا انجام بھیاںک ہو گا“ دیوی دیوتاؤں کا کشت تجھے برباد کر دے گا، تو نے گرو کا اہمن کیا ہے۔“

پورن لال شدید کرب کے عالم سے دوچار تھا، اس کے منہ سے بدستور جھاگ نکل رہے تھے لیکن اس کے باوجود جن نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس میں نفرت اور حقارت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی گہری ذہنی الجھن سے دوچار ہے، غالباً وہ گرو ہو کر اپنے چیلے کے پیر چھونے سے جھجھک رہا تھا۔

”سے بیت رہا ہے مہاراج!“ میں نے حقارت سے کہا۔ ”میرے پیر میرے اشارے کے منتظر ہیں، کیا تم سارا جیون اسی روپ میں گزارنا چاہتے ہو۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔“ پورن لال بے بسی سے چلایا۔ ”کہنے میں تیرا گرو ہوں۔“

”مگرو ہونے کے باوجود تمہیں میرے چرنوں پر سر رکھ کر شام کی ہکشا مانگنی ہوگی، یہ میرا آخری فیصلہ ہے پورن لال -----“ میں فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ”سے کی قدر کرو“

پورن لال ہچکچا رہا تھا لیکن جب میں نے گھاسے باہر جانے کے لئے قدم اٹھائے تو

”میرا من کہتا ہے منوہر کہ اب تم کو کوئی ہفتی پریشان نہیں کرے گی، ہر میدان“

دبے (فح) تمہارے چرن چومے گی، دیوی دیوتاؤں کی یہی مرضی ہے۔“

لاجونئی میری ہمت بڑھا رہی تھی، میں اس کی باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر میں نے اسے پیار سے بھیج کر ایک پیار کیا۔ اور واپس ہوئیں کی طرف چل دیا جہاں میرا قیام تھا۔ لاجونئی راستے بھر میری مہمان خشتی کے قصیدے پڑھتی رہی اسے حقیقی معنوں میں میری جیت سے خوشی ہوئی تھی!!

پورن لال کو شکست دینے کے بعد میرے حوصلے بلند ہو چکے تھے، اب مجھے ساجدہ کی روح کو شکست دینی تھی اور اس طاقت کو نچا دکھانا تھا جس نے مجھے ساجدہ کے سلسلے میں نچا دکھایا تھا مگر ان طاقتوں کو تلاش کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی، میں نے دہلی میں روی شکر کے ہوٹل میں ان دونوں پراسرار قوتوں کا بہت دنوں انتظار کیا لیکن مجھے مایوسی ہوئی ایک روز میں نے ادیتی دیوی کے درشن والا جاپ کیا، میں دیوی سے ان طاقتوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا، دیوی نے مجھے وجہ دیا تھا کہ پورن لال کو کشت دینے کے بعد وہ ان نادیدہ قوتوں کے مقابلے میں میری مدد کرے گی۔ دیوی درشن جاپ کے بعد میرے تصورات میں نمودار ہوئی تو اس نے سب سے پہلے مجھے میری فتح پر مبارکباد دی، جب میں نے ان طاقتوں کے بارے میں دریافت کیا تو دیوی نے صرف اتنا کہا کہ مجھے اس کے لئے انتظار کرنا پڑے گا، ہر چند کہ دیوی کا جواب میری تسلی کے لئے ناکافی تھا لیکن اس نے پورن لال کے سلسلے میں میری مدد کی تھی، میں دیوی کی نیت پر کوئی شبہ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔!-----!

دہلی میں دو ماہ قیام کے بعد میں انبالہ ہوتا ہوا امرتسر پہنچا جو گردواروں کا شہر ہے، مجھے گردواروں کو قریب سے دیکھنے کا ایک عرصے سے شوق تھا۔ امرتسر میں، میں نے ایک ایسے ہوٹل میں قیام کیا جو آبادی کے درمیان واقع تھا۔ اس ہوٹل کا مالک ایک مقامی سکھ ارجن سنگھ تھا جو بظاہر بہت نیک اور خوش اخلاق نظر آتا تھا لیکن باطن بڑا عیاش اور کمینہ خصلت واقع ہوا تھا۔ چنانچہ ہوٹل میں قیام کے تیسرے ہی روز اس نے لاجوتی پر اپنی مہربانیاں شروع کر دیں۔ لاجوتی نے جب اس کا ذکر مجھ سے کیا تو میرا خون کھول اٹھا، دل چاہا کہ اس مردود کو ایک ہی منتر سے جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دوں لیکن لاجوتی نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

”تم کوئی چٹا مت کرو منوہر“ ارجن نے مجھ پر ڈورے ڈال کر اپنی موت کو دعوت دی  
 میں اسے الہی سزا دوں گی کہ وہ تمام زندگی یاد رکھے گا۔“

”لیکن یہ میرا اہمان ہے لاجو۔“ میں نے بہ مشکل اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔  
 ”نہ نے تمہارے اوپر بری نظر ڈال کر میری غیرت کو لٹکا رہا ہے“ میں اسے کتوں سے بدتر  
 نہ کا متعلق سمجھتا ہوں۔“

”میں اپرا ہوں منور، دھرتی کی کوئی سندھ استری نہیں جو ہلک جاؤں، تم میری مانو اور رہو۔“ لاجنتی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”ارجن کی لڑکی بڑی ہی سندھ اور جاندار ہے، تم اسے دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے، ارجن کے لئے یہ سزا زیادہ مناسب رہے گی۔“

لاجونتی نے مجھے سمجھایا تو میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گیا لیکن جب بھی ارجن  
رے سامنے آتا میرا خون جوش مارنے لگتا۔ لاجونتی نے مجھے کلہیپ کا جو لالچ دیا تھا وہ  
رے لئے کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا، میں نے دہلی کے قیام کے دوران دل کھول کر  
بصورت لڑکیوں سے دل بہلایا تھا، کسی حد تک اب میرا دل لڑکیوں سے اتنا بھی چکا تھا۔  
میں نے لاجونتی کی بات کو ایک کان سے سنا اور دوسرے سے اڑا دیا البتہ اتنا میں نے ضرور  
ملے کر لیا تھا کہ ارجن سنگھ کو بڑی بھیاں سزا دوں گا، مجھے اس کے لئے کسی مناسب موقع  
کی تلاش تھی، یہ موقع اتفاق سے جلد ہی میرے ہاتھ آگیا۔ ہوٹل میں قیام کے آٹھویں  
روز جب میں ایک شام واپس پہنچا تو ارجن میرے کمرے میں موجود تھا، لاجونتی اور ارجن  
میں آواز سن کر میں دروازے پر رک گیا۔

”واہ گرد کی قسم لاجونٹی اگر تو میرے ساتھ زندگی گزارنے پر آمادہ ہو جائے تو میں اپنی ہماری دولت تیرے قدموں پر بچھاور کر دوں۔“ ارجن لاجونٹی سے مخاطب تھا، اس کے الفاظ سن کر میرا خون کھول اٹھا۔

”ارجن!“ لاجوتی نے ایک سر د آہ بھر کر جواب دیا۔ ”تمہیں حاصل کرنے کے لئے میں پوری دھرتی کو ٹھوکر مار سکتی ہوں لیکن منوہر سے مجھے ڈر لگتا ہے، وہ بڑا ظالم ہے، اگر اسے ہتک بھی مل گئی تو وہ ہم دونوں کو مار ڈالے گا۔“

”تو اس کی فکر نہ کر لاجوتی“ واہ گرو کی قسم اگر تو کہے تو میں ایک کہپان سے اسے  
 موت کے گھاٹ اتار دوں۔“ ارجن نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔

”جلدی مت کرو ارجن۔“ لاجنتی بولی۔ ”مجھے تھوڑا سے اور دو‘ میں منوہر سے چمکاڑا حاصل کرنے کا اور کوئی اپائے سوچوں گی‘ تم اسے نہیں جانتے، وہ بڑا جابر آدمی ہے‘

”ہاں۔۔۔۔۔“ لاجوئی نے کہا۔ ”بس تمہارے ایک اشارے کی ویر ہے۔“

ارجن سنگھ کے آجانے سے باتوں کا رخ بدل گیا، لاجوئی ارجن کے پاس بیٹھی اس سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی، میں کلڈیپ کے قریب بیٹھا اس کے حسن جہاں سوز کو نظروں کے راستے دل کی گہرائیوں میں اتار رہا تھا، مجھے اس وقت لاجوئی اور ارجن کی باتیں ذرا بری نہیں لگیں، اول تو اس لئے کہ مجھے لاجوئی پر پورا اعتماد تھا دوسرے اس لئے کہ

”دھیرج سے کام لو مہاراج؟“ لاجوتی نے میرے قریب آتے ہوئے بڑے پیار سے

میں کدھپ کی دید میں اس قدر محو تھا کہ ایک پل کو اس کے چہرے سے نظر ہٹانا مجھے منظور نہ تھا۔ خود کدھپ بھی میرے اندر دلچسپی لے رہی تھی، کچھ دیر نظروں نظروں میں باتیں ہوئیں پھر کدھپ نے مسکرا کر پوچھا۔

”اتنے دھیان سے آپ میرے چہرے میں کیا تلاش کر رہے ہیں؟“

”بھگوان کی لیلیا دیکھ رہا ہوں، جس نے تم جیسی سندر لڑکی بنائی ہے۔“

میرا جواب سکر کدھپ شرمائی تو یوں لگا جیسے پھولوں سے لدی شاخ مل کھا گئی ہو۔ میں نے اس کی شرمات سے لطف انداز ہوتے ہوئے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔

”کدھپ نام بھی تمہاری طرح بڑا سندر ہے۔“

”آپ بنا رہے ہیں مجھے۔“ کدھپ نے مجھے ترجمہ نظروں سے دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں جواب دیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ لڑکی بھی بڑی جماندیدہ ہے، چنانچہ میں نے بات اور آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اے جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں، اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ ارجن سنگھ کی حویلی میں آسمان کی ایک اپرا چھپی ہوئی ہے تو میں روز درشن کو آتا۔“

”سڑک سرکار کی ہے، آجایا کچھ چکر لگائے۔“ کدھپ دبی ہوئی زبان میں بولی۔

”درشن دان کی آس ہو تو پجاری اپنا تن من دھن سب تیاگ دیتا ہے۔“ میں نے جذباتی لہجہ اختیار کیا۔

”آپ سچ سچ مجھے دیوی بنا رہے ہیں۔“

”تم مجھے پجاری سمجھ کر سویکار کر لو تو میری تپیا پوری ہو جائیگی۔“ میں نے کدھپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے نازک ہاتھوں کی گرمی بجلی بن کر میرے جسم میں سرایت کر گئی، میں بخود ہو گیا، میرا دل چاہا کہ کدھپ کو اسی لمحہ اپنی آغوش میں گھسیٹ لوں لیکن لاجوئی اور ارجن سنگھ کے قبضے کی آواز نے میری محویت توڑ دی، ارجن سنگھ کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اس لئے میں کچھ دیر کو محتاط ہو گیا۔ محض دکھاوے کی خاطر درنہ میں آکر چاہتا تو اپنی ممان شکتی کے زور سے ارجن کو بے بس کر کے بھی کدھپ کو حاصل کر سکتا تھا۔

ارجن سنگھ نے میری ضیافت کے لئے خاص اہتمام کیا تھا بظاہر وہ مجھے بار بار کھانے کو کہہ رہا تھا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظریں بار بار لاجوئی کی جانب پھسل رہی تھیں۔ میں چپ چاپ بیٹھا کھانا کھاتا رہا۔ کھانے کی میز پر ہم چاروں کے سوا کوئی اور نہیں تھا،

کدھپ اس وقت چونکہ مجھ سے دور اور لاجوئی کے برابر بیٹھی تھی اس لئے مجھے کھانے کا کوئی لطف نہیں آ رہا تھا، کبھی کبھی ہم دونوں کی نظروں کا تصادم ہوتا تو کدھپ مسکرا کر میں جھکالتی اور میں نوالا ہاتھ میں تھامے رہ جاتا۔

کھانے کے بعد ملازم نے دسترخوان ہٹا کر چائے کے برتن سجا دیے، ارجن سنگھ اپنے تھوٹوں سے چائے بنانے لگا۔ سب سے پہلے اس نے چائے کا کپ میرے سامنے رکھا اور پھر دوسروں کو دیا، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس وقت کچھ الجھا الجھا اور پریشان نظر آ رہا ہے۔ میں اسکی بوکھلاہٹ کا مقصد نہ سمجھ سکا البتہ لاجوئی کچھ سنجیدہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی پھر اچانک وہ اٹھی اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ میرے علاوہ ارجن سنگھ کو بھی لاجوئی کی اس حرکت پر تعجب ہوا مگر لاجوئی نے بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔

”ارجن جی، اب ہم ذرا بے تکلف ہو کر باتیں کریں گے ملازم کے آنے جانے سے باتوں کا سلسلہ ٹوٹ جاتا تھا۔“

مجھے لاجوئی کی یہ بات بری لگی، میرا دل چاہا کہ اسی دم ارجن کا کریا کرم نظر دوں، لیکن خون کا گھونٹ پی کر چپ ہو رہا۔ ہوٹل سے چلتے وقت لاجوئی نے مجھ سے وعدہ لے لیا تھا کہ میں اس کے اور ارجن سنگھ کے کسی معاملے میں دخل اندازی نہ کروں گا، نہ جانے اس کے دل میں کیا تھا؟ میں نے سوچا پھر چائے کا پیالہ اٹھا کر ہونٹوں تک لایا تھا کہ لاجوئی تیزی سے بولی۔

”منوہر، چائے کا پیالہ واپس میز پر رکھ دو۔“

میں نے لاجوئی کو تیز نظروں سے گھورا پھر جھٹلا کر پیالا میز پر رکھ دیا، اگر میں نے اس سے خاموش رہنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو اسوقت اسے بھی ضرور آڑے ہاتھوں لے ڈالتا، جس انداز میں اس نے مجھ سے پیالا رکھنے کو کہا تھا وہ تحکمانہ تھا، ارجن سنگھ بھی چونک کر لاجوئی کی طرف دیکھنے لگا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے تعجب خیز ضرور تھا۔ لاجوئی یلکھت اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر اس نے ارجن سنگھ کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ارجن جو چائے تم نے منوہر کو دی تھی کیا تم خود اسے پینے کی تکلیف گوارا کر سکتے ہو؟“

”میں سمجھا نہیں؟“ ارجن سنگھ نے گڑ بڑاتے ہوئے جواب دیا۔

”میں سمجھاتی ہوں تمہیں۔ پر تنو اس سے پہلے تم کو یہ بتا دوں کہ اب تک تم نے مجھے اور منوہر دونوں کو غلط سمجھا ہے۔“ لاجوئی اس وقت ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہی

”تم اس کو نہیں جانتے منوہرا“ لاجوتی بدستور سنجیدگی سے بولی ”وہ اپنا الو سیدھا کرنے کے کارن سب کچھ کر سکتا ہے، پورن لال مہاراج اور گوپال داس کے درمیان ایکباران بن ہو گئی تھی پورن لال نے اپنے گرو سے ملنا جلنا بند کر دیا۔ یہ بات گوپال داس کو بہت بری لگی تھی۔“

”وہ اگر چاہتا تو اپنی ہتھکی کے زور سے پورن لال کو کشت دے سکتا تھا۔“ میں نے بے دلی سے جواب دیا۔

”وہ ایسا اوش کر سکتا تھا۔“ لاجوتی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر کچھ توقف کے بعد چونک کر بولی ”منوہر میرا من کہتا ہے کہ یہ سب اسی گوپال داس کی شرارت ہے۔“

”ہو گا۔“ میں نے ٹالنے کی خاطر لا پرواہی سے جواب دیا۔

”عقل پر زور دو منوہر، جب سے تم نے پورن لال مہاراج کو نیچا دکھایا ہے ساجدہ اور دوسری ہتھکی نے تمہیں پریشان نہیں کیا، ایسا کیوں ہے؟“

لاجوتی کا یہ سوال اتنا بھرپور تھا کہ میں بھی اس پر غور کرنے پر مجبور ہو گیا، مگر قبل اس کے کہ میں کسی آخری نتیجے پر پہنچتا لاجوتی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”گوپال داس اپنی مہمان ہتھکی کے گھنٹہ میں دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ پر بھی توجہ نہیں دیتا۔ مجھے دشواں ہے کہ اس نے تم کو کھلونے کے طور پر استعمال کیا ہے، ایک طرف اس نے پورن لال مہاراج کو زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا اور دوسری طرف تمہیں اس کے خلاف بھڑکا دیا، حالات ایسے ہی تھے کہ تم کو غصہ آنا یقینی بات تھی، اس طرح اس نے

پورن لال کو تمہارے ہاتھوں کشت دلوا کر اپنی آشا پوری کر لی۔“

”لیکن دیوی نے مجھ سے بھی یہی کہا تھا کہ میں پورن لال کو کشت دوں، کیا دیوی کو گوپال داس کے من کا حال نہیں معلوم تھا؟“ میں نے اچھے ہوئے سوال کیا تو لاجوتی نے تیزی سے کہا۔

”دیوی کو دوش نہ دو منوہر، یہ گھور پاپ ہے، دیوی کی ہتھکی اپرم پار ہے، اس نے پورن لال کو اس لئے تمہارے ہاتھوں دکھ دلوایا کہ پورن لال نے تم کو اندھیرے میں رکھ کر دیوی کے ایک داس کا اعلان کیا تھا۔ مجھے دشواں ہے منوہر کہ دیوی گوپال داس کو کبھی شام نہ کرے گی۔ پرنتو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیوی نے اس امتحان کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہو، اگر تم گوپال داس کو مار لو منوہر تو دیوی تم سے خوش ہو گی، تم دیوی کے مہمان اور کیول ایک ہی سیوک بن جاؤ گے۔ مجھے دشواں ہے منوہر کہ گوپال داس کو کشت دینے کے بعد

بتارس آگیا۔ لاجوتی میرے ہمراہ تھی، اسکی قیادت اور اپنی مہمان ہتھکی کے سہارے میں۔ زندگی کو ہر نئے زاویے سے دیکھا اور اس کی بلا خیز رنگینیوں کو پرکھا لیکن مجھے سکون نہ آ سکا، پورن لال کو زیر کر لینے کے بعد اب میں ساجدہ اور اس غیر مرئی قوت سے دو دو ہانچ کرنا چاہتا تھا جس نے میری ہتھکی کو نیچا دکھایا تھا۔ میں نے ادیتی دیوی سے بھی ان دونوں پتہ دریافت کیا۔ مگر دیوی نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ”سے کا انتظار کرو۔“

جوں جوں وقت گزرتا گیا میری بے چینی بڑھتی گئی، لاجوتی نے مجھے دنیا کی رنگینیوں اور اپنی قیامت خیز جوانی کے سحر میں مدھوش کرنا چاہا مگر مجھ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا میں شیر سے منوہر بنا، میں نے دیوی دیوتاؤں کے لئے جاپ کیا اور مہمان ہتھکی کا مالک بن گیا، اجیت کمار اور پورن لال کو زیر کرنے کے بعد مجھے اپنی قوت کا اندازہ ہو گیا تھا میں اپنی اس قوت کو ساجدہ اور اس کی پشت پناہی کرنے والی طاقت کے خلاف استعمال کرنے کے لئے بے چین تھا مگر ابھی تک مجھے ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔ میں ہر وقت اپنے خیال میں محو رہنے لگا، لاجوتی اگر دھرتی کی کوئی سندرناری ہوتی تو میری اس محویت کو نہ جانے کیا کیا معنی دیتی لیکن وہ آکاش کی اپسرا تھی، پورن لال نے کچھ کشتیاں اسے بھی دان کر دی تھیں، وہ دلوں کا حال پڑھنا خوب جانتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ میں کن خیالوں میں مستغرق رہتا ہوں، اس نے مجھے اس راستے سے ہٹانا چاہا، مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ساجدہ اور اس کی ساتھی طاقت اب کبھی میرے مقابلے پر نہ آ سکے گی۔ لیکن میرا جتنس کم ہونے کے بجائے بڑھتا گیا۔ میں یہ معلوم کرنے کے لئے مضطرب تھا کہ آخر وہ کونسی پراسرار قوتیں تھیں جو میری مہمان ہتھکی سے بھی زیادہ طاقتور اور عظیم تھیں۔ میرا جتنس مجھے شہروں شہروں گھماتا رہا، لاجوتی ہر لمحے میرے ساتھ رہی، میں نے ایک بار پھر بمبئی کا رخ کیا اور بھیس بدل کر اسی ہوٹل میں قیام کیا جہاں میرا ٹکراؤ ساجدہ اور دوسری قوت سے ہوا تھا۔ لاجوتی نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح میں اپنے ذہن کو ان باتوں سے آزاد کر دوں لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہی۔ ایک روز میں اس کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ لاجوتی نے اچانک چوکتے ہوئے کہا۔

”منوہر، میں نے تم سے گوپال داس کے بارے میں کہا تھا نا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ساجدہ اور دوسری ہتھکی کا ٹانگ اسی نے تمہارے کارن رکھایا ہو؟“

”گوپال داس۔“ میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا ”اسے بھلا میرے ساتھ کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔“

دیوی کی کپا تھارے من کو شانت کر دے گی۔“  
 لاجوتی کی باتوں میں مجھے صداقت نظر آئی تو میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔  
 ”گوپال داس کا ٹھکانا تمہیں معلوم ہے؟“

”ہاں وہ ہمالیہ کی ترائی میں ایک ویران غار میں رہتا ہے، پندرہ سال سے اسی جگہ ہے پورن لال مہاراج نے مجھے یہ بتایا تھا۔“

”میں دیوی کا من جیتنے کے کارن گوپال داس کو ایسا کشت دوں گا کہ وہ سارا جیون تڑپ تڑپ کر گزارے گا۔“ میں نے فوری طور پر اہل فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

میرا جواب سن کر لاجوتی کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ ابھری وہ بید گہری اور معنی خیز تھی۔ لیکن اس وقت میں چونکہ جذباتی بن چکا تھا اس لئے اس مسکراہٹ کی تہہ تک نہ پہنچ سکا۔ لاجوتی صرف ایک آسمانی اپسرا ہی نہیں بلکہ ایک حسین ساحرہ بھی تھی!!

دوسری صبح میں لاجوتی کو ساتھ لے کر ہمالیہ کی سمت روانہ ہو گیا، اس کی باتوں نے مجھے سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی طے کر لیا تھا کہ اگر گوپال داس سے ٹکرانے کے بعد بھی مجھے اپنی الجھنوں کا حل نہ ملا تو میں کسی دوسری راہ کو اپنانے کی کوشش کروں گا۔

ہمالیہ تک پہنچنے میں مجھے کمال ایک ہفتہ لگ گیا اس عرصے میں کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں پیش آئی جس کا تذکرہ ضروری ہو البتہ اپنی منزل کے قریب پہنچ کر میرے ساتھ دو ایک واقعات ایسے پیش آئے جنہوں نے میرے دل و دماغ کو بری طرح الجھا دیا۔ لاجوتی نے ہمالیہ کی ترائی تک جانے کے بعد مجھ سے یہی کہا تھا کہ گوپال داس تک پہنچنے کیلئے مجھے چوبیس گھنٹہ اور انتظار کرنا پڑے گا، میری سمجھ میں یہ منطق نہ آسکی، دریافت کرنے پر لاجوتی نے بتایا کہ گوپال داس اس وقت اپنے کسی جاپ کے سلسلے میں منزل میں بیٹھا ہے اور منزل کے اندر داخل ہو کر کسی پنڈت یا پجاری پر وار کرنا کس قدر جان جوکھوں کا کام تھا، یہ مجھے بھی معلوم تھا چنانچہ میں نے لاجوتی کی بات پر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا اور وہ رات ترائی میں ایک درخت کے نیچے گزارنے کی ٹھان لی۔

سفر کی تکان کی وجہ سے ہم دونوں تھکے ہوئے تھے اس لئے ناہموار پتھروں پر بھی نیند آ گئی۔ میں کتنی دیر دنیا و مافیہا سے بیخبر رہا مجھے یاد نہیں البتہ یہ خوب یاد ہے کہ وہ کسی قسم کی آواز ہی نہ تھی جس کے بار بار ابھرنے سے میری آنکھ کھلی تھی، ہمالیہ کی ترائی میں چونکہ خطرناک جانوروں کے پائے جانے کے امکانات بھی تھے اس لئے میں آہٹ پا کر ہڑ بڑا کر

لہ بیٹھا، ہلکی ہلکی چاندنی چاروں طرف۔ چٹکی ہوئی تھی۔ میں نے اٹھ کر اپنے اطراف میں اردوں طرف نظر دوڑائی لیکن دور دور تک سنگلاخ پتھروں کے سوا اور کوئی شے نظر نہ آئی۔ اس ویرانے میں قرب و جوار کے درخت کسی آسیب کی طرح مہیب نظر آ رہے تھے، اس لہال سے کہ ممکن ہے آہٹ کی آواز میرا وہم ہو میں نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور دوبارہ ایک طویل جہاں لے کر لیٹ گیا، مگر ابھی میں نے آنکھ بند ہی کی تھی کہ ایک نسوانی قہقہے کی طویل جہاں لے کر لیٹ گیا، مگر ابھی میں نے آنکھ بند ہی کی تھی کہ ایک نسوانی قہقہے کی آواز اتنے واضح طور سے میرے کانوں سے ٹکرائی کہ میں اچھل کر بیٹھ گیا، دیوی دیوتاؤں کی وان کی ہوئی نکتیوں کا مالک ہونے کی وجہ سے میرا کسی نسوانی قہقہے سے خوفزدہ ہو جانا یقینی طور پر ایک مضحکہ خیز بات ہوتی مگر اس کے باوجود اس قہقہے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ میری چھٹی حس بیدار ہو گئی، میرے دل نے کہا کہ کوئی پر اسرار بات ضرور ہونے والی ہے، میں نے ایک بار پھر بہت غور سے قرب و جوار کا جائزہ لیا مگر وہاں میرے اور لاجوتی کے سوا، جو گہری نیند سو رہی تھی، اور کوئی آدم زاد دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں چونکہ پوری طرح بیدار تھا اس لئے نسوانی قہقہے کو اپنا وہم سمجھ کر ٹال جانا بھی میرے بس کی بات نہ تھی۔ ابھی میں سنجیدگی سے کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ وہی نسوانی قہقہہ دوبارہ ابھرا، اس بار آواز میرے بائیں جانب کچھ فاصلے سے ابھری تھی۔ میں نے تیزی سے گھوم کر دیکھا، مجھ سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر ایک ٹیلے نما چٹان اپنی جگہ ساکت و جامد نظر آئی، اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی اس چٹان کی پشت پر ہو میں بچوں کے بل اس سمت میں قدم اٹھانے لگا، پچیس گز کا فاصلہ میں نے جس بھرتی سے طے کیا اور اس کا انداز میرے سوا کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا پھر جب میں چٹان پر اوپر چڑھا اور دوسری طرف دیکھا تو ٹھٹک کر رک گیا، جو کچھ میری نظروں نے دیکھا وہ یقینی طور پر حیرت انگیز تھا۔

جہاں میں کھڑا تھا اس کے دوسری جانب ڈھلان پر مجھ سے بہ مشکل پانچ گز کے فاصلے پر ایک لڑکی پتھروں پر چت لیٹی تھی، چاندنی اس کے حسن کے آگے شرمانی نظر آ رہی تھی، میں اس کے چہرے کے نقش و نگار کو دیکھنے سے قاصر تھا لیکن اس کے ہاتھ مجھے چاندی جیسے چمکتے صاف نظر آ رہے تھے، اس کے سینے سے تنفس کی قیامت خیز رفتار رعیاں تھیں، اس ویرانے میں ایک تن تنہا حسین لڑکی کو دیکھ کر میری الجھن یقینی تھی، مجھے اس بات کا قطعی کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ اس لڑکی کا اگر کوئی ساتھی کہیں قرب و جوار میں موجود بھی ہوا تو مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کرے گا۔ چند ثانیے میں اپنی جگہ خاموش کھڑا اسے ٹھٹکی



نظروں سے لاجوتی کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں مجھے تشویش کے تاثرات نظر آ رہے تھے میں نے فوری طور پر ایک خیال کے تحت لاجوتی کو آزمانا چاہا اور اس سوال کے نظر انداز کر کے کہا۔

”لاجوتی کیا تم بتا سکتی ہو کہ نغمہ آج کل کس حال میں ہے؟“

”نغمہ کا دھیان تمہیں اس سے اچانک کیسے آگیا مہاراج۔“ لاجوتی بدستور سنجیدہ

”رات میں نے سنے میں نغمہ کو بیاکل دیکھا تھا۔“ میں نے دیدہ و دانستہ اصلیت کو

تے ہوئے جھوٹ بولا لیکن لاجوتی دوسرے ہی لمحے سنجیدگی سے بولی۔

”مہاراج، میں آکاش کی اپرا ہوں، تم جیسی مہمان شہتی میرے پاس نہیں پرنتو میں

تی ہوں کہ اس سے تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔“

”کیا؟“ میں نے بدستور سپاٹ لہجے میں پوچھا تو لاجوتی مسکرا دی پھر سنجیدگی اختیار کر

ہ بولی۔

”مہاراج، میں تمہارے چرنوں کی داسی ہوں، میرے بڑے بھگ (نصیب) کہ تمہاری

بوا کر رہی ہوں، مجھے معلوم ہے کہ رات تمہارے ساتھ کیا ہتی ہے، گوپال داس نے اپنی

لتی کے زور سے نغمہ کے روپ میں ایک سندرناری کو تمہارے پاس بھیج کر ایک نیا ٹانگ

رچایا ہے، تم نے اس کے کوئل شریر کو اپنا نا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکے پھر گوپال داس نے

پنی شہتی کے زور سے تم کو بیہوش کر دیا اور چٹان سے اٹھا کر یہاں لا ڈالا، میں جھوٹ تو

میں کہہ رہی مہاراج؟“

لاجوتی کی زبانی ان تمام باتوں کو سن کر جو گزشتہ رات میرے ساتھ پیش آئی تھیں میرا

غصہ اور بڑھ گیا۔ میں نے گہرے ہوئے تیور سے پوچھا۔

”لاجوتی، تم کو ان باتوں کی خبر کس طرح ہوئی؟ کیا کل رات جس سے میں نغمہ کے

شریر کو روندا چاہتا تھا تم جاگ رہی تھیں؟“

”نہیں مہاراج! لاجوتی نے تیزی سے جواب دیا۔ ”مجھے ان باتوں کی خبر صبح کو ہوئی

اگر رات میں جاگ گئی ہوتی تو تمہیں اس ٹانگ کی اطلاع اوش کر دیتی، شاید اسی کارن

گوپال داس کے بیروں نے مجھے گہری نیند سلا دیا تھا، وہ تمہیں اپنے پاس تک پہنچنے سے

روکنا چاہتا ہے۔“

”گوپال داس۔۔۔۔۔۔ میں نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔ ”ادیتی کی سوگند، میں اس

ارادوں کو عملی جامہ پہناتا نغمہ نے سرد لہجے میں کہا۔

”لاجوتی سراب ہے شیر اور تمہارے دیوی دیوتا کسی حسین فریب سے زیادہ ایسا

نہیں رکھتے، اگر اب بھی تم نے اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہ کی تو تمہاری زندگی

پچھتاوا بن جائے گی۔“

”پاپن، کلکنی، اپنی گندی زبان کو لگام دے۔“ میں گرج کر بولا، پھر میں نے جھپٹ

اسے دیوچ لیا اور جھنجھوڑتے ہوئے کہا ”اب بھی سے ہے مورکھ سندری، میرے چرنوں،

سر رکھ کر شام کی مٹکشا مانگ لے۔“

”آنکھیں کھولو شیر، تم ڈوب رہے ہو۔“ نغمہ نے میرے آہنی شکنجے میں جکڑے ہوئے

کے باجو دلپرواہی سے کہا۔ ”حسین فریبوں کا احاطہ تمہارے گرد سنہری جال بن رہا ہے اس

توڑ دو ورنہ پچھتاؤ گے۔“

”چپ ہو جا کلکنی، نہیں تو میں تجھے جلا کر ہضم کر دوں گا۔“ میں نے کڑک کر کہا پھر

میرے ہونٹ ہلنے لگے۔ میں نے ایک انتہائی خطرناک منتر کا جاپ شروع کر دیا تھا، میں نغمہ

کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دینے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن پیٹھر اس کے کہ میں اپنا منتر پورا

کرتا سرد ہوا کا ایک بختہ جھونکا میرے وجود سے ٹکرایا اور میرے ذہن کو معطل کر گیا

اس وقت مجھے کچھ ایسا ہی لگا تھا جیسے کسی نے پشت سے میرے سر پر شدید حملہ کیا ہو اور

پھر۔۔۔۔۔۔ پھر میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا، ہر چیز جیسے تاریکی کا ایک جزو

بن گئی تھی جس میں میرا اپنا وجود بھی شامل تھا۔

دوسری بار ہوش آیا تو رات کی تاریکی کی جگہ صبح کے اجالے نے لے لی تھی، میں

نے خود کو اسی جگہ پایا جہاں میں رات سویا تھا، لاجوتی مجھ سے پہلے جاگ چکی تھی اور

میرے سرہانے بیٹھی مجھے سنجیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ گزشتہ

رات کے واقعات میرے ذہن کو پراگندہ کئے ہوئے تھے۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب تھا کہ

میں چٹان سے درخت کے نیچے تک کس طرح آگیا۔ کیا نغمہ کے کسی ساتھی نے مجھے دیکھ

لیا تھا اور چھپ کر پشت سے مجھ پر وار کیا تھا، میری سوچ کے زاویے پھیلنے لگے، معا میں

نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو میری حیرت میں اور اضافہ ہو گیا وہاں چوٹ کا کوئی معمولی نشان

تک نہ تھا، مجھے نغمہ کے حسن پر بھی حیرت تھی۔

”کس دھار میں گر ہو منوہرا!“

لاجوتی نے مجھے مخاطب کیا تو میرے خیالات کا شیرازہ ٹوٹ کر بکھر گیا، میں نے ابھی



اُپر ادھی کو ایسا سراپ دوں گا کہ اس کی آتما تک تڑپ اٹھے گی، میں اسی سے کہنے لگا۔  
منڈل تک جاؤں گا۔“

لاجونتی میرا اشارہ پاتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی، اسکی نگاہوں میں مجھے ایک خاص چمک محسوس ہو رہی تھی مگر اس وقت چونکہ میرے جذبات برا لگیے تھے اس لئے میں اس چمک کی گہرائی تک نہ پہنچ سکا، میں نے لاجونتی کے کئے کا اعتبار کر لیا تھا اور اب گوپال داس سے ٹکرانے کے لئے کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی اور خونخوار شیر کی طرح لاجونتی کی رہبری میں اس غار کی طرف قدم بڑھا رہا تھا جہاں گوپال داس موجود تھا۔ لاجونتی میرے ساتھ ساتھ تھی، غار کے دہانے پر پہنچ کر لاجونتی رک گئی اور ہاتھ باندھ کر بولی۔ ”مہاراج! میں اندر نہیں جا سکتی پرتو اگر تم کو میری ضرورت پیش آئے تو مجھے آواز دے لیتا۔“

”تمہاری ضرورت“ میں نے طاقت کے نشے میں سرشار ہو کر نفرت سے کہا۔ ”کیا تم بھول رہی ہو کہ میں کون ہوں، گوپال داس کی میرے سامنے کیا حقیقت ہے، تم یہاں انتظار کرو، میں ابھی اس پانی کا سرلا کر تمہارے چرنوں میں ڈالتا ہوں۔“

”مجھے دشو اس ہے مہاراج کہ وجہ (جیت) تمہاری ہو گی۔“ لاجونتی نے جلدی سے کہا۔ ”ادبیتی دیوی کا آشیرود تمہارے ساتھ ہے۔“

لاجونتی کو غار کے دہانے پر چھوڑ کر میں آگے بڑھا تو اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نا دیدہ قوت میرے ساتھ ساتھ چل رہی ہے، میں ٹھٹھک کر رک گیا، اسی لمحے ایک جانی پہچانی نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی، یہ ساجدہ کی آواز تھی۔

”شبیر! رک جاؤ، تم میرے گناہگار ہو، میں تمہیں صدق دل سے معاف کر سکتی ہوں، بشرطیکہ تم اب بھی گناہ کے راستے سے اپنے قدم واپس موڑ لو، کفر کا سحر تمہیں دیوانہ کر دے گا۔ دیوی دیوتا اور جاپ منتر تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے، یہ سب فریب ہیں۔“

میں نے تیزی سے گھوم کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا، وہاں میرے اور لاجونتی کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ لاجونتی بتا چکی تھی کہ ساجدہ کا روپ بھی گوپال داس کی شرارت ہے، میرا غصہ اور شدید ہو گیا لیکن قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا ساجدہ کی آواز دوبارہ میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

”شبیر! ابھی وقت ہے، خود کو پہچاننے کی کوشش کرو، توبہ کے دروازے ابھی تم پر بند نہیں ہوئے، اپنے قلب کو ایمان کی روشنی سے منور کر کے دیکھو تمہیں ابدی سکون نصیب ہو گا، لاجونتی کا روپ ایک حسین سحر ہے، اس سحر کو توڑ دو شبیر، خدا اور اس کے رسول کے

وہ کسی اور پر ایمان لانا گناہ ہے۔“

”پاپ اور پن کیا ہے، یہ میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔“ میں تمللا کر غصے سے بولا۔  
میں منور مہاراج ہوں ممان ہکتی کا مالک، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھے گوپال داس نے ری راہ کی رکاوٹ بننے کے لئے بھیجا ہے پرتو تو مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی، میں تجھے اور رے گوپال داس دونوں کو نفٹ کر دوں گا، تم دونوں کی آتماں نرک میں جھونک دوں۔“

”مہاراج!“ لاجونتی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے زور سے کہا۔ ”سے بیت رہا ہے ماراج، گوپال داس تمہیں دور رکھنے کیلئے ناکم رہا ہے، جو کرنا ہے ترنت (جلدی) کرو۔“

”اے تمہارے لئے یہ گھڑی بڑی شبہ ہے، اگر یہ بیت گئی تو پھر تم کبھی سہل نہ ہو سکو گے۔“

میں نے حالات پر غور کرنے کی کوشش کی، ایک قوت مجھے غار کے اندر جانے سے روک رہی تھی اور دوسری اکسا رہی تھی، غصے کی شدت نے میرے دل و دماغ کو ماؤف کر رکھا تھا۔ لاجونتی نے مجھے وقت کا احساس دلایا تو میں تیزی سے پلٹ کر غار میں داخل ہو گیا، باہر سے لاجونتی کے زور زور سے چلانے کی آواز آ رہی تھی، وہ کیا کہہ رہی تھی میں نے اس پر مطلق کوئی دھیان نہیں دیا۔ میرے اوپر جنون سوار تھا، میں ہر قیمت پر گوپال داس کو اپنے پیروں تلے مسل ڈالنے کو مضطرب تھا۔ تنگ غار اندر جا کر رفتہ رفتہ کشادہ ہوتا چلا گیا پھر کلکے اندھیرے کی چادر بھی چاک ہو گئی۔ میں ایک ایسے حصہ میں پہنچ گیا جہاں چربی کے چراغ کی روشنی نے ماحول کو روشن کر رکھا تھا، میرے سامنے ایک ہٹا کٹا دیو قامت پجاری منڈل کے اندر بیٹھا مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا اس کی بڑی بڑی آنکھوں کے ڈھیلے دھکتے ہوئے انگاروں کی مانند نظر آرہے تھے، یہی میرا سب سے بڑا دشمن گوپال داس تھا، جس کے سر اور سینے کے بال خود رو جنگلی جھاڑیوں کی طرح بڑھے ہوئے تھے، اس کے تمام جسم پر گرد و غبار کی تہیں جبی ہوئی تھیں۔

میں نے دل میں ادبیتی دیوی کا شبہ نام لیا اور بے تله قدم اٹھانے لگا، میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا معرکہ سر کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔!!

ایسا نہ کو مہاراج۔۔۔۔۔ میں نے اس کا منہ اڑاتے ہوئے جواب دیا۔  
 میں تمہارے دوارے سے بھی خالی ہاتھ لوٹ گیا تو پھر جیوں میں میرے لئے باقی کیا

”جو اس نہ کر، جا دفع ہو جا۔“ گوپال داس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے دھکارا اس کے لیے  
 بزاری مترشح تھی۔

”تمہاری آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے مہاراج۔ پر تو میں اس سے تک یہاں سے نہ  
 گا جب تک تم منڈل سے باہر آ کر میری بات نہیں سن لیتے۔“ میں فیصلہ کن آواز  
 والا۔

میرا جواب سن کر گوپال داس اپنے ہونٹ چبانے لگا۔ اس کے تیور پہلے سے زیادہ  
 اک ہو گئے۔ چند ثانیے تک وہ مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا رہا، پھر اس نے اپنی  
 انگلی آنکھوں کو بند کر لیا میرا خیال تھا کہ وہ پھر اپنے گیان دھیان میں گمن ہو گیا ہو  
 منڈل کے اندر میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ میرا وہاں سے مایوس لوٹنا بھی  
 سب نہیں تھا۔ ابھی میں اسے منڈل سے باہر بلانے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا کہ گوپال  
 داس نے دوبارہ اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اسکی شعلہ بار آنکھوں میں خون کی سرخ پہلے سے  
 ادا شدید نظر آ رہی تھی۔ تیور بھی انتہائی خطرناک ہو چکے تھے، میں سمجھ گیا کہ اس نے  
 لہ بند کر کے اپنے بیروں سے میرے بارے میں مکمل حالات معلوم کر لئے ہیں، اور اب  
 کا منڈل سے باہر آنا ناممکن ہے۔ لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ گوپال داس مجھے گھورتا  
 اپنا آسن چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ قد و قامت اور جسامت کے اعتبار سے وہ کوئی دیو زاد لگ  
 تھا۔ میرا اور اس کا مقابلہ شیر اور بھیڑ کا مقابلہ تھا۔ اگر اس وقت میری جگہ کوئی اور  
 معمولی حیثیت کا پنڈت پجاری ہوتا تو دم دبا کر بھاگ جاتا۔ لیکن میں نے گوپال داس کے تن  
 و توش کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ میرے پاس ادیتی دیوی کی دان کی ہوئی ہتکتی تھی، مجھے اپنی  
 زبان ہتکتی پر بھروسہ تھا۔ پورن لال کو زیر کر لینے کے بعد میرے حوصلے اور بلند ہو چکے  
 تھے۔ چند ثانیوں تک ہم دونوں ایک دوسرے کو عقابانی نظروں سے گھورتے رہے پھر گوپال  
 داس نے سپاٹ آواز میں کہا۔

”مورکھ! میرا کما مان، تیری ہتکتی اسی میں ہے کہ میری آگیا کا پالن کر اور میرے

استحان سے چلا جا۔“

”میں تمہاری آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں گوپال داس جی پر تو پہلے تمہیں منڈل سے

گوپال داس تن و توش کے اعتبار سے مجھ سے کہیں زیادہ تھا۔ اس کے سر اور سینے کے  
 بال خود رو جھاڑیوں کی مانند بڑھ رہے تھے۔ داڑھی اور مونچھ کے لائے لائے بالوں نے  
 اس کے چہرے کے بیشتر حصوں کو چھپا رکھا تھا۔ بقیہ جسم میل کی تھوں کے نیچے دبا ہوا تھا۔  
 اسکی آنکھیں دیکھتے انگاروں کی مانند روشن تھیں، منڈل کے اندر بیٹھا وہ مجھے بڑی خوشنوا  
 نظروں سے گھور رہا تھا، تیور خراب تھے۔

میں نے دل ہی دل میں ادیتی دیوی کا شبھ نام لے کر قدم آگے بڑھائے۔ لاجوئی۔  
 مجھ سے جو کچھ فرضی نعیمہ کے سلسلے میں بتایا تھا اس نے میرا دماغ پلٹ دیا تھا۔ میں نے  
 کر لیا تھا کہ گوپال داس کو ایسا مزا چکھاؤں گا کہ وہ ایک عرصہ تک مجھ کو یاد رکھے گا میر۔  
 دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ میں ایک اہم معرکہ سر کرنے کے ارادے سے آگے بڑھ  
 رہا تھا کہ گوپال داس کے بھدے ہونٹوں کو جنبش ہوئی، اس کی کرخت آواز غار کے در  
 دیوار سے لکراتی ہوئی ابھری۔

”مورکھ! جہاں ہے دیہی تھم جا۔ اگر منڈل میں آیا تو جل کر بھسم ہو جائے گا۔“

غصے کی انتہا کی وجہ سے میں منڈل کے خیال کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ گوپال داس نے  
 احساس دلایا تو میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ لیکن میری نظریں بدستور اپنے دشمن کے  
 چہرے پر مرکوز تھیں۔

”کون ہو تم، یہاں کیا لینے آئے ہو؟“ گوپال داس نے اسی لہجے میں پوچھا۔ میں محسوس  
 کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اسے اپنی مصروفیت میں میری مداخلت ناگوار گزری ہے۔ مگر میں اپنے  
 ترنگ میں تھا۔ اسکی ناگواری کو نظر انداز کر کے کہا۔

”مہاراج! میرا نام منوہر ہے۔ کیا تمہارے بیروں نے تمہیں میرے بارے میں کچھ  
 نہیں بتایا۔“

”چلا جا یہاں سے۔“ گوپال داس نے حقارت اور بزاری کے طے جلتے تاثرات چہرے  
 پر بکھیرتے ہوئے کہا۔ ”میں جیوں تیاگ چکا ہوں، دھرتی پر بسنے والے منٹوں سے میرا کوئی  
 سبندھ نہیں، تجھے یہاں سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔“

باہر آتا ہو گا۔“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”پاپی! گوپال داس کے چہرے کی کرتنگی دو چند ہو گئی۔ سرد آواز میں بولا۔ ”تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کس قسم کی بات کر رہا ہے مورکھ، تیرے من میں ا ہے اور تیرے یہاں آنے کا کارن کیا ہے۔ یہ میں جان چکا ہوں، لاجوتی کی سندرتا کے جال میں پھنس کر تو اپنی اوقات بھول گیا ہے۔“

”منڈل کے اندر کھڑے ہو کر ایک معمولی درجے کا پجاری بھی ایسی باتیں کر سکتا ہے مہاراج!“ میں نے زہر خند سے جواب دیا۔ ”ذرا منڈل سے باہر آ کر دیکھو مہاراج، لاجوتی کی سندرتا کا جال تمہیں اور زیادہ سندر نظر آئے گا۔“

”مورکھ! اپنی ہٹ سے باز آ جا، تجھے پچھتانا پڑے گا۔“ گوپال داس نے تیز آواز میں جواب دیا۔

”اس کا فیصلہ آنیوالا سے کرے گا مہاراج کہ کسے پچھتانا پڑے گا۔“ میں نے گوپال داس کو غصہ دلاتے ہوئے کہا۔ ”اگر تم سچ سچ مہمان کشی کے مالک ہو تو مرد ہو اور منڈل سے باہر آ کر بات کرو۔“

”کینے، تو گوپال داس کے منہ آ رہا ہے؟ پورن لال کو کشت دے کر تو اونچا اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔“ گوپال داس غصے سے کانپتا ہوا بولا۔ ”کیا تجھے اپنے جیون سے کوئی پیار نہیں۔“

”گوپال داس!“ اچانک میں نے اسے لکارا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سے برباد کر رہے ہو۔ اتنا یاد رکھو کہ تمہارے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔ تم نے نیکمہ کے روپ میں کسی اور سندری کو میرے پاس بھیج کر یہی چاہا تھا کہ میں تمہیں کشت دینے کا دھیان من سے نکال دوں، پرنتو یہ تمہاری بھول تھی، منوہر کے من کو اس سے تک چھین نہیں آئے گا، جب تک تم بھی پورن لال کی طرح اس کے چرنوں میں سر رکھ کر دیا کی بھکشا نہیں مانگو گے۔“ میرا جواب سن کر گوپال داس سر تپا کانپنے لگا، اسکا غصہ اپنے پورے شباب پر تھا۔ اسکی خون انگلی آکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، ایک لمحے تک وہ کھڑا بیچ و تاب کھاتا رہا پھر کڑک کر بولا۔ ”پرا دھی، میں آخری بار کہتا ہوں کہ میرے استھان سے چلا جا، میں اس پوتر جگہ کو تیرے گندے خون سے پلید نہیں کرنا چاہتا، تیری مکتی اسی میں ہے۔“

”مہاراج! میں نے تفصیک آمیز لہجے میں کہا۔ ”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھ پر جیون دان کس کارن کر رہے ہو؟“

”پاپی، تیرے من کا کھوٹ تجھے نشٹ کر دے گا، تو نے گوپال داس کے گیان دھیان میں دغل دے کر اچھا نہیں کیا، پرنتو ابھی سے ہے، میں تجھے شاکر سکتا ہوں۔“

”سچ مہاراج! میں نے معصومیت سے کہا، پھر مسکرا کر بولا۔ ”اس سے تم غصے میں مجھے لاجوتی سے زیادہ سندر لگ رہے ہو۔“

”کینے تو گوپال داس کا اہلکار رہا ہے۔“ گوپال داس اتنی زور سے گر جا کہ در و دیوار تک لرز اٹھے۔ ”میں تجھے ایسا سراپ دوں گا کہ تیری آتما بھی سدا بیا کل رہے گی۔“

”پورن لال مہاراج نے بھی ایک بار مجھے یہی دھمکی دی تھی، پرنتو انجام کیا ہوا؟ کیا تمہارے بیروں نے تمہیں میری قسمتی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔“

”پاپی تو اس طرح نہیں مانے گا۔“ گوپال داس نے کڑک کر کہا۔ پھر قدم بڑھاتا ہوا منڈل سے باہر آ کر بولا۔ ”کینے، لے میں نے تیرا کہا مان لیا۔“

لاجوتی مجھے بتا چکی تھی کہ گوپال داس کس پائے کا پجاری ہے اس لئے اس کے باہر آتے ہی میں نے ایک منتر کا جاپ شروع کر دیا، دشمن کو موقع دینا دانشمندی کے متانی تھا، میں نے تیزی سے منتر پڑھ کر گوپال داس کی طرف پھونکا۔ میرے منتر کے بیروں نے زہریلے ناگوں کے روپ میں نمودار ہو کر گوپال داس پر یلغار کر دی۔ لیکن گوپال داس غالباً منڈل سے باہر آتے وقت محتاط ہو چکا تھا۔ اس نے جھلا کر اپنا سیدھا پیر زمین پر مارا تو دھکتی آگ کے خطرناک شعلے نمودار ہوئے۔ اور میرے بیروں کو بھسم کر کے غائب ہو گئے، میں دوسرا وار کیا۔ گوپال داس نے اسکا توڑ بھی کر دیا۔ میں نے تیسری بار ایک انتہائی خطرناک اور آزمودہ منتر کا جاپ کر کے حملہ کیا۔ اس بار گوپال داس جہاں کھڑا تھا وہاں کی زمین شق ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ گوپال داس زندہ درگور ہو جائے، لیکن ایسا نہیں ہوا، زمین پھٹنے سے پہلے وہ ایک پل کو لٹکھڑایا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے نہ جانے کیا منتر پڑھا کہ ہوا میں معلق نظر آنے لگا۔ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ گوپال داس نے مجھے سنجیدہ پایا تو ہنس کر بولا۔

”میں تمہارے گرو کا بھی گرو ہوں بالک، تم نے مجھ سے ٹکرانے کی بھول کر کے اچھا نہیں کیا، ابھی میں کیول تمہارے منتروں کا توڑ کر رہا ہوں۔ تمہیں جتنے جنتز منتر آتے ہیں سب آزما ڈالو۔ اس کے بعد میں تمہیں گورو اور چیلے کا فرق سمجھانے کی کوشش کروں گا۔“

میں نے تملاکرتا بڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔ لیکن میرا ایک وار بھی کارگر ثابت نہ ہوا، گوپال داس مسکرا مسکرا کر میرے حملوں کا توڑ کرتا رہا، مجھے پہلی بار اپنی حماقت کا

آہستہ آہستہ ذہن پر طاری ہو جصل غنودگی چھٹی میں ہونٹ چبانے لگا۔ میں منور تھا۔ منور جس نے کالی اور شیو شکر مہاراج کو خوش کرنے کے لئے بیشک کی تھی۔ میں ادیتی دیوی کے کٹھن جاپ میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے ممان بھتی حاصل کی تھی۔ اجیت کمار نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی میں نے اسے پیروں تلے نسل دیا۔ اس کی حیثیت میرے سامنے زمین پر ریگنے والے حقیر کٹرے سے زیادہ نہیں تھی۔ مجھے اجیت کے بعد پورن لال کا دھیان آیا۔ پورن لال جو میرا گرو تھا جس نے ایک داؤ چھپا رکھا تھا لیکن میں نے ادیتی کے آشیراد سے اسے بھی اپنے قدموں پر جھکنے پر مجبور کر دیا تھا، وہ لمحات کر قدر مسرت انگیز تھے لیکن آج ان کا تصور میرے لئے بڑا اذیت ناک تھا گوپال داس نے مجھے ایک ہی جاپ کے ذریعہ زیر کر دیا تھا مجھے حیرت تھی کہ یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا۔ حالات کے تانے بانے درمیان سے الجھ گئے تھے۔

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ مجھے ان دیوی دیوتاؤں پر شدید غصہ آ

مجھے اپنی شکست کا احساس خون کے آنسو رلا رہا تھا۔ میں نے موقع کی نزاکت محسوس کر کے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کسی پر اسرار اور نادیدہ قوت نے میرے قدم جکڑ لئے تھے گوپال داس سینہ تانے کھڑا مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا اسکی خون آلود آنکھیں مجھے اپنے وجود میں جھبھتی محسوس ہو رہی تھیں، اس کے ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے۔ وہ کسی خطرناک منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ میرے پاس مفر کا کوئی راستہ نہ تھا موت کا بھیانک تصور میرے وجود کو پکھلا رہا تھا، اچانک گوپال داس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور تیزی سے میری جانب جھٹک دیا۔ دوسرے لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں آہنی شکنجوں میں جکڑ گیا ہوں۔ میں آہستہ آہستہ زمین سے اوپر کی

”تم۔۔۔۔۔“ میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

”میں مجبور تھی مہاراج، مجھے حالات کا علم بعد میں ہوا۔“ لاجوتی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔

لاجونتی خاموش کھڑی رہی۔ میں دیوانگی کے عالم میں اسے جی بھر کر گالیاں دیتا رہا، جب میں اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا تو لاجونتی نے بدستور ہاتھ باندھے ہوئے کہا۔

”منو ہر“ میں نے جو کچھ کہا تھا، وہ سچ تھا پرنتو تم سے بھول ہو گئی۔“  
 ”بھول ہو گئی مجھ سے؟“ میں نے جھلا کر کہا۔ ----- ”جنا مجھ سے کیا بھول ہوئی تھی؟“

”دھیرج سے کام لو منوہر، تم اب بھی مہان شکتی کے مالک ہو۔“ لاجپتی بولی۔ ”جس سے تم غار میں گئے۔ اس سے گوپال داس شیو شکر مہاراج کے چاپ میں مگن تھا۔ تمہارے چرنوں کی چاپ نے گوپال داس کے گیان دھیان میں خلل ڈالا تو دیوتاؤں کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ تمہیں شیو شکر کی ناراضگی نے شکست دی ہے منوہر، اس میں گوپال داس کی شکتی کو کوئی دخل نہیں۔“

”یق دلیوی نے میری سہانتا کیوں نہیں کی؟“ میں نے کسی قدر نرم پڑتے ہوئے

”ادبتي مہمان ہے منوہر، وہ اپنے سیوکوں کو کبھی فراموش نہیں کرتی، وہ تمہاری سہانتا

س کرے گی پر خواب میں اس سے ملے گا۔ لیکن اتنا میں بہر حال جانتا تھا کہ منزل  
لاہور کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن اتنا میں بہر حال جانتا تھا کہ منزل  
میں بیٹھے ہوئے کسی پجاری کو اس وقت چھیڑنا جب وہ کسی جاپ میں گمن ہو ہیٹھ خطرناک  
نہج پیدا کرتا ہے، مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن اس کے باوجود میری جھلٹ کم نہیں  
ہوئی۔ لاہور کی کو گھورتے ہوئے بولا۔

”دیوی من کا بھید بھی جانتی ہے منوہر پرنتو تمہاری بھول نے اسے بھی ناراض کر دیا۔“

لاجوتی کا جواب میری تسلی کے لئے نا کافی تھا۔ میرے دل میں گوپال سے انتقام لینے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ سکون کا ایک ایک لمحہ مجھ پر بوجھ تھا۔ میں نے لاجوتی سے کچھ اور کہنا چاہا لیکن لاجوتی نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ بولی۔

بولی۔  
 ”دیوی دیوتاؤں کے بھید، دیوی دیوتاؤں کو ہی معلوم ہوتے ہیں منوہر، منش کو ہمت سے کام لیتا چاہئے، کون جانے کل کیا ہونے والا ہے ہو سکتا ہے کہ گوپال داس کو تم سے معافی مانگنی پڑے۔“

معافی مانگنی پڑے۔“  
 ”معافی۔۔۔۔۔۔“ میں نے چڑ کر کہا۔ ”اس خیال کو دل سے نکال دو لاجونتی کہ  
 میں اسے معاف کر دوں گا“ جب تک میں اس کے خون سے اپنی انتقام کی آگ کو سرد نہ کر  
 لوں گا مجھے چین نہیں ملے گا۔“

لوں گا مجھے چہن میں ملے گا۔  
 ”کیا تم لاجونتی کی پرارتھنا بھی نہیں سنو گے منوہر۔“ لاجونتی مجسم التجا بن گئی۔ حسن  
 نے عشق کے سامنے جھولی پھیلائی تو میں موم پڑ گیا۔ قدرے نرم آواز میں بولا۔  
 ”تمہارا کہا میں نے کبھی نہیں سنا لاجو! پرنتو میں اپنے اہلخانہ کو نہیں بھلا سکتا۔“  
 لاجونتی نے مجھے نرم پڑتے دیکھا تو میرے اور قریب آ گئی۔ اس نے مجھے یقین دلاتے

”منوہر، میرا من کہتا ہے کہ گوپال داس کے جیون کے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔“

مرتے دیکھا اس کے چہرے کی شگفتگی ماند پڑ رہی تھی۔ میں نے منحیرانہ انداز میں اس کی  
لبتی ہوئی کیفیتوں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"لا جوتی، تم مجھے کچھ بیاکل نظر آ رہی ہو؟"  
 "منوہر۔۔۔۔۔ لا جوتی نے میری کلائی تھامتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اپنی  
 آنکھیں بند کر لو، ہمیں یہاں سے فوراً جانا پڑے گا۔"  
 "کیوں۔۔۔۔۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

یہ دیوی کی آگیا ہے منوہر۔“ لاجوتی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔  
 ”لیکن۔۔۔۔۔“ میں نے وضاحت طلب کرنی چاہی مگر لاجوتی نے میرا جملہ  
 درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔  
 ”سے برباد نہ کرو منوہر، اس علاقے میں ہم دونوں محفوظ نہیں رہ سکتے۔ یہاں پلید  
 آتماؤں کا بسیرا ہے جو ہمیں گھیر رہی ہیں۔ جلدی کرو منوہر اپنی آنکھیں بند کر لو۔“  
 لاجوتی نے اس قدر سسے ہوئے لہجے میں یہ بات کہی کہ میں نے بھی وقت ضائع کرنا  
 مناسب نہیں سمجھا اور جلدی سے آنکھیں بند کر لیں دوسرے ہی لمحے ایسا لگا جیسے میں تیزی  
 سے فضا میں بلند ہو رہا ہوں۔ یہ تجربہ مجھے پہلے بھی ہو چکا تھا اس لئے میں خوفزدہ نہیں ہوا  
 اور سختی سے آنکھیں بند کئے رہا کچھ دیر بعد لاجوتی کے کہنے پر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود  
 کو کسی مندر کے اندر کھلے صحن میں پایا۔ لاجوتی نے جلدی سے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میرا  
 تجسس بڑھ رہا تھا۔ میں لاجوتی سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ دیوی نے اسے کس خطرے سے  
 آگاہ کیا تھا؟ کیا دیوی کی ممان شکست پلید آتماؤں کو ختم نہیں کر سکتی تھی؟ لیکن پیٹھر اس کے  
 کہ میں اس سے اپنے تجسس کی وضاحت طلب کرتا میں نے اسے ہاتھ باندھ کر جھکتے دیکھا۔  
 وہ کسی پجاری کے سامنے ڈنڈوت کر رہی تھی۔ میں نے اس پجاری کو دیکھنے کی خاطر پشت  
 پر نظر ڈالی تو وہاں پورن لال کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت کرفٹکی کے تاثرات موجود  
 تھے۔ وہ خطرناک تیور اور تہر آلود نظروں سے لاجوتی کو دیکھ رہا تھا مجھے اپنی موجودگی میں  
 پورن لال کی یہ حرکت ناگوار گزری۔ میں اسے سرزنش کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس نے  
 کرخت آواز میں لاجوتی کو مخاطب کیا۔

”کلکنی، تو نے اپنے شریر کی پیاس بجھانے میں مہاراج کا دھیان بھی من سے نکال دیا۔ کیا دیوی نے اسی کارن تجھے وہاں بھیجا تھا۔“

”شمار کو مہاراج مجھ سے بھول ہو گئی۔-----“ لاجوتی نے فبتی کرتے ہوئے

۔ میں وجہ دیتا ہوں کہ اب کبھی تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گا۔  
 ”مجھے دشواس ہے پورن لال کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے اوش پورا کرو گے۔“ میں  
 غلوں دل سے اسے معاف کرتے دھوکے کا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پورن لال مجھے  
 اپنے نظروں سے دیکھتا ہوا کوٹھری سے باہر چلا گیا۔

کھانا کھانے کے بعد میں تھکن دور کرنے کے خیال سے لیٹ رہا۔ پورن لال نے  
 بے ہوشی میں کہا تھا کہ وہ مندر ہی کے اندر موجود رہے گا۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو اسے بلا  
 جائے۔ میں بری طرح تھکا ہوا تھا لیکن یہ کچھ دیر بعد میری آنکھ لگ گئی۔ میں کتنی دیر  
 سو خواب رہا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ جب میری کھلی تو شام ہو چکی تھی۔ میں اٹھ کر  
 کوٹھری سے باہر آیا۔ منہ ہاتھ دھونے سے طبیعت کچھ ہلکی ہوئی۔ دوبارہ کوٹھری کی سمت  
 بے لگا تو پورن لال راستے میں مل گیا۔ لاجونتی بھی اس کے ساتھ کھڑی تھی۔ دونوں کے  
 دے سے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میں نے لاپرواہی سے پوچھا۔

”کیا بات ہے پورن لال جی، کس وجہ میں گم ہو؟“  
 ”منوہرا“ پورن لال اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ ”گرو گوپال داس نے تمہارے  
 جو برتاؤ کیا ہے اس کی خبر مجھے لاجونتی سے مل چکی ہے مجھے یہ خبر سن کر دکھ ہوا۔“  
 ”سے سے کی بات ہے پورن لال۔“ گوپال داس کا نام سن کر میں نے سنجیدگی سے  
 بے دیا۔ ”مجھ سے بھول ہو گئی تھی جو گوپال داس کو جا پ کرتے سے لکار بیٹھا۔ پر تو  
 اب تک میں اس سے اپنے اہلخانہ کا بدلہ نہ چکا لوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔“  
 ”تم نے مجھے شاکر کے بڑی کپا کی ہے برہمچاری، اگر تمہاری آگیا ہو تو میں گوپال  
 سے تمہارے اہلخانہ کا بدلہ لینے کو تیار ہوں۔“  
 ”نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نے جلدی سے کہا۔ ”گوپال داس نے میرا اہلخانہ کیا ہے“

میرا دشمن ہے، میں اس کے گھمنڈ کو توڑوں گا۔“  
 پورن لال نے بہتیرا چاہا کہ میں اسے گوپال داس سے ٹکرانے کی اجازت دے دوں  
 ان میں نے اسے سختی سے منع کر دیا، گوپال داس کا ذکر چھڑ جانے سے میری طبیعت پھر  
 بد ہو گئی تھی۔ میں نے کچھ سوچ کر لاجونتی سے پوچھا۔

”مجھے یہاں اس مندر میں کیوں لایا گیا ہے؟“  
 ”دیوی کی یہی آگیا تھی مہاراج!“ لاجونتی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔ ”مندر کا پوتر  
 آستانہ تمہیں گندی آتماؤں سے محفوظ رکھے گا۔ دیوی نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک اس

کہا۔  
 ”پاپن!“ پورن لال سرد لہجے میں بولا۔ ”اگر منوہر کو کچھ ہو جاتا تو دیوی۔۔۔۔۔۔  
 تجھے کبھی شام نہ کرتی۔“

لاجونتی نے سسے ہوئے لہجے میں کہا۔ پورن لال نے چونکہ میری طرفداری میں لاجونتی  
 کو ڈانٹا تھا اس لئے میں نے اسے سرزنش کرنیکا ارادہ ترک کر دیا اور ساٹ آواز میں کہا۔  
 ”جانے دو پورن لال جو کچھ ہوا اس میں لاجونتی کے ساتھ میری بھی غلطی تھی۔“  
 پورن لال میری مرضی پا کر خاموش ہو گیا۔ پھر مجھے اپنے ہمراہ مندر کے اندر ایک  
 کوٹھری میں لے گیا جو غالباً مدت سے خالی پڑی تھی ایک پلنگ اور دو کرسیوں کے علاوہ  
 وہاں کوئی اور ساز و سامان نہیں تھا کوٹھری میں داخل ہو کر پورن لال بولا۔  
 ”پدھارو مہاراج“ میں تمہارے لئے بھوجن کا بندوبست کرتا ہوں۔“

پورن لال کی آواز میں کسک محسوس کر کے میں تاڑ گیا کہ میرے ہاتھوں شکست کھانے  
 کے بعد وہ مجھے مہاراج کہنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس کے چہرے پر خفگی اور احساس کمتری  
 کے ملے جلے تاثرات موجود تھے۔ اپنا جملہ مکمل کر کے وہ جانے کے لئے گھوما تو میں نے  
 اسے روکتے ہوئے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

”پورن لال میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت کچھ بیاکل اور بجھے بجھے لگ رہے ہو۔“  
 ”تم آرام کرو مہاراج میں تمہارے بھوجن کا بندوبست کر کے ابھی آتا ہوں۔“ پورن  
 لال میری بات نظر انداز کر کے دوبارہ پنچوں کے بل گھوما تو مجھے اس پر ترس آگیا۔ میں نے  
 اسے ایک عرصے تک اپنا گرو کہا تھا۔ اسے مجھ پر برتری حاصل تھی لیکن ادیتی دیوی کے  
 منتر نے اسے میرے قدموں پر جھکنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن اس وقت اس کی بھی بھی  
 حالت دیکھ کر مجھے رحم آگیا۔ میں نے اسے دوبارہ روکتے ہوئے قدرے نرم آواز میں کہا۔  
 ”سنو پورن لال، حالات نے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں تمہیں تمہاری غلطیوں کی سزا  
 دوں لیکن اب میرے من میں تمہاری طرف سے کوئی کھوٹ نہیں، جو کچھ ہوا اسے بھول  
 جاؤ، وہ دیوی کی مرضی تھی، تم بھی مجھے منوہر یا برہمچاری کے نام سے پکار سکتے ہو۔“

پورن لال نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی جگہ خاموش اور نظریں جھکائے  
 کھڑا ہونٹ چباتا رہا۔ میں نے اس کی خاطر خواہ دلجوئی کی تو اس کے دل کا غبار چھٹ گیا۔  
 یہی عقیدت سے بولا۔

”منوہر، تہج چچ ممان شکتی کے مالک ہو، تم نے میری غلطیوں کو شاکر کے مجھے خرید

کی طرف سے کوئی اشارہ نہ ملے تم مندر سے باہر نہیں نکلو گے۔“

”وہ کس لئے؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”دیوی نے مجھے اس کا کارن نہیں بتایا تھا۔“

لاجوتی کی بات نے مجھے سوچ میں ڈال دیا۔ پہلے میں یہی سمجھا تھا کہ اس نے مجھے ویرانے میں بھٹکنے والی گندی ارواح سے محفوظ رکھنے کی خاطر مندر میں پھنچایا ہے لیکن اس میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ میری حیثیت مندر میں ایک قیدی کی سی ہے جہاں پورا لال کو مجھ پر تعینات کیا گیا ہے۔ میں اپنے خیالات میں گم تھا کہ معا“ ایک نیا خیال بڑا سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا۔ ”کہیں ایسا تو نہیں کہ پورن لال نے اپنی سابقہ شکست کا انتقام لینے کی خاطر مجھے اپنے کسی سنہری جال میں پھانسنے کی کوشش کی ہو اور لاجوتی اس کا ساتھ دے رہی ہو؟“ اس خیال کے ابھرتے ہی میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، میں۔ پورن لال کو گھورتے ہوئے خشک لہجے میں پوچھا۔

”پورن لال تم اس مندر میں کب سے ہو؟“

”میں آج ہی آیا ہوں منوہر، دیوی کی آگیا تھی کہ میں تمہارا سواگت کروں۔“

”کیا دیوی نے تم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ مجھے اس مندر میں کب تک رہنا پڑے گا؟“

میں نے دوسرا سوال کیا۔

”دیوی کی شکلی اپرم پار ہے برہمچاری۔“ پورن لال نے کہا۔ ”سیوک کی اتنی ہمہ

نہیں ہو سکتی کہ وہ دیوی دیوتاؤں سے کسی آگیا کا کارن پوچھے۔“

پورن لال کا جواب معقول تھا میں پھر سوچ میں پڑ گیا حالات کے تانے بانے ایک پھر میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنے لگے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گوپال داس ہاتھوں اپنی شکست کو کیا سمجھوں؟ لاجوتی اور پورن لال کے بارے میں کیا سوچوں؟ یہ ذہن قلابازیاں کھاتا رہا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ ادیتی دیوی کے لئے درشن جا کر کروں اور براہ راست اس کے حقیقت معلوم کروں، یہ خیال زیادہ مناسب تھا چنانچہ میں نے اسی وقت اشران کیا اور اپنی کوشش میں جا کر مرگ چھالے پر بیٹھ کر ادیتی دیوی کا درش جاپ شروع کر دیا۔ جاپ کے بول دہراتے دہراتے مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی مجھے وقت کا احساس نہیں رہا۔ میں پوری توجہ سے اپنے جاپ میں منہمک تھا کہ صندل کی خوشبو کا ایک جھونکا میری ناک سے نکل آیا، یہ دیوی درشن کی علامت تھی۔ میں نے ان آنکھوں کو سختی سے بھیجنے لیا۔ چند لمحوں تک گھپ اندھیرا طاری رہا۔ پھر تاریکی کے بادا

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میری آنکھیں بدستور بند تھیں لیکن میں ادیتی کو دیکھ رہا تھا، دیوی جو آکاش کی تمام سندر تا کو اپنے کول کھ پر سیٹھ میرے سامنے انداز میں کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے دیوی کو مخاطب کرنا بن اس سے پشتر ہی دیوی کے یا قوتی ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

”منوہر، تم نے میرا درشن جاپ کر کے مجھے بلایا ہے، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”دیوی تیرا سیوک بیاکل ہے، میرے من کو شانت کر۔“

”دھیرج سے کام لو منوہر۔“ ادیتی دیوی نے اپنا خوبصورت ہاتھ اٹھا کر مجھے اشارے پنپ رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔ ”میں جانتی ہوں کہ تمہاری بے چینی کا کارن کیا دیوی اپنے سیوک کے من کا حال سمجھ رہی ہے پرنتو بھول، تمہاری ہی تھی۔ تم نے لڑ کے سیوک کو منڈل میں جاپ کرتے سے چھیڑ کر اچھا نہیں کیا تھا۔“

”وہ میری بھول تھی دیوی، مجھے شاکر دے۔“ میں نے گڑگڑا کر کہا۔

”منش اگر بھول کرے تو اسے شاکر کیا جا سکتا ہے۔ پرنتو تم ایک پجاری ہو منوہر، تم مان شکتی پراپت کی ہے اور جو پجاری مان شکتی پراپت کر لیتا ہے اسے دیوی دیوتاؤں رضی کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔“ اس بار دیوی نے گہری سبندگی اختیار کرتے ہوئے خشک میں کہا۔ ”تمہاری بھول نے گوپال داس کو تمہارے مقابلے میں سہل کیا ہے، اب اس پر وجہ پانا بڑا کٹھن ہو گیا ہے۔“

”ایسا نہ کہہ دیوی۔“ میں نے تڑپ کر کہا۔ ”اپنے سیوک کو ایک چھوٹی سی غلطی کی بڑی سزا نہ دے، میں ہاتھ باندھ کر شاکر کھٹا مانگتا ہوں مجھے زراش نہ کر دیوی نہیں تو سیوک کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔“

”کیا تم گوپال داس سے اپنا انتقام لینے کو بہت بیاکل ہو؟“ دیوی کا لہجہ ساٹ تھا۔

”میرا مان اسی میں ہے دیوی۔“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”میں تیری اچھا (خواہش) انوسار اسے کشت دیئے گیا تھا۔ لاجوتی نے مجھ سے یہی کہا تھا اگر میں اسے سراپ میں سہل ہو گیا تو میں تیرا مان سیوک بن جاؤں گا۔“

”لاجوتی نے غلط نہیں کہا تھا پرنتو تمہاری بھول نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔“

”میں مر جاؤں گا دیوی۔ مجھ پر کپا کر۔“ میں ردہائی آواز میں بولا۔ ”میں تیری آگیا

بن میں اپنا جیون بھی بلیان کر سکتا ہوں مجھے شاکر دے دیوی، میری سہانت کر۔“

”میں تمہیں شاکر کر سکتی ہوں۔ پرنتو تمہیں اس کے لئے بھیٹ دینی ہو گی۔“ دیوی نے



”پھر کس وجہ میں لم ہے؟“

”مجھے دشواری ہے منور کہ تم آواز اپنی آشاؤں میں سچل ہو گے۔“ دیوی نے غصے سے آواز میں جواب دیا۔ پھر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بڑی نرم آواز میں بولی۔ ”ہرا آشر داد تمہارے ساتھ ہے۔“

”فکرمات کرو نعيم۔ اب ميں آگيا ہوں۔“ ميں نے اسے تسلي ديتے ہوئے کہا پھر خنک آواز ميں پوچھا۔ ”تمہيں يہاں کون لایا ہے؟ کیا تم يہاں خوش ہو؟“

”یہ تم کہ رہے ہو شبیر تم؟“ نعيم نے مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کی خوبصورت آنکھوں سے کرب عیاں تھا۔ ویران نگاہوں سے سوالیہ انداز میں مجھے

پورن لال ڈرتے ڈرتے بولا ----- منوہر مہاراج، تمہاری دھرم پتی اپنی مرضی سے نہیں گئی تھی۔ شرن لال زبردستی اسے اٹھالے گیا تھا۔ تم اس سے ردھھ گئے تھے اس لئے میں نے شرن لال کے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ پرنتو اب اگر تمہاری آگیا ہو مہاراج تو میں تمہاری سندری کو واپس لا سکتا ہوں۔“



”شبیر، کہاں چلے گئے تھے تم۔ میں دن بھر بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کرتی رہی۔  
یک ایک لمحہ میرے لئے عذاب جاں تھا۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا شبیر کہ کہیں تم پھر مجھ سے منہ  
نہ موڑ لو۔“

”اب ایسا نہیں ہو گا نعیم، اب تم ہمیشہ میرے پاس رہو گی۔ میرے قریب۔“ میں نے  
نعیم کو جھوٹی تسلی دیتے ہوئے کہا پھر اسے لے کر مسہری پر آ گیا۔

”شبیر!“ کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد نعیم نے دہلی زبان میں  
کہا۔۔۔۔۔ ”تم نے اس کیلئے پنڈت کو کس طرح مارا تھا؟ میں ابھی تک ان خوفناک لمحوں کو  
نہیں بھلا سکی۔ مجھے یقین نہیں آتا شبیر، مجھے بتاؤ شبیر کہ وہ سب کیا تھا؟“

”وہ میری قوت تھی میری جان! جس نے شرن لال کو موت کی نیند سلا دیا۔“ میں نے  
نعیم کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے جواب دیا۔

”مگر تم نے اسے کس طرح مارا؟ تم تو اس سے دور کھڑے تھے۔“ نعیم نے حیرت سے  
پوچھا۔ ”کیا تمہارے پاس کوئی پراسرار قوت ہے؟“

”ہاں“ میں نے نعیم کو ٹالنے کی خاطر مسکرا کر جواب دیا۔ ”میرے قبضے میں ایک جن  
آ گیا ہے۔ اسی کے ذریعے میں نے تمہارا سراغ لگایا۔ پھر شرن لال کو کیفر کر وار تک  
پہنچایا۔“

”اور۔۔۔۔۔ اور یہ لڑکی کون ہے جو تمہارے ساتھ رہتی ہے؟“ نعیم نے ڈرتے  
ڈرتے دہلی زبان میں پوچھا۔ وہ غالباً ماضی کی وہ تمام باتیں بھول چکی تھی جو سحر زدہ حالت  
میں اس کے ساتھ ہو چکی تھیں۔ میں نے اس سوال کے جواب سے کترانا چاہا۔ لیکن جب  
نعیم کا اصرار شدید ہو گیا تو میں نے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”لاجونتی بھی تمہاری ہی طرح ایک مجبوری کا شکار ہو گئی تھی۔ میں نے اسے سہارا دیا  
ہے لیکن تم اپنے دل میں کوئی میل نہ لانا۔ میری نیت اس کی طرف سے بالکل صاف ہے۔  
اس کے ماں باپ بتارس میں رہتے ہیں۔ مجھے تمہاری بازیاں دہلی کی جلدی تھی اس لئے اسے  
ساتھ لے آیا تھا۔“

نعیم نے میری آنکھوں میں جھانکا۔ وہ میرے دل کی گہرائیوں میں چھپی حقیقت جاننا  
چاہتی تھی مجھے اس کی سادگی اور معصومیت پر ہنسی آ گئی۔ اس غریب کو بھلا کیا معلوم تھا کہ  
میں شبیر سے منور لال مہاراج بن گیا ہوں اور جس کے قبضے میں ہزاروں منتوں کے ہیر  
موجود تھے جو دیوی دیوتاؤں کا مہمان سیوک بن چکا تھا۔ وہ بھلا میرے بارے میں کیا جان

اسے اپنے ایک منتر کے ذریعے سلا دیا۔ لاجونتی میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی  
تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ نعیم کی بازیاں سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہے۔ میں نے  
اسے بھی چھینڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ دوسری صبح پو پھٹنے سے پنڈت میں نے لاجونتی کے ذریعے  
نعیم کو کلکتہ کے ایک ہوٹل میں منتقل کرا دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کالی کا سب سے بڑا مندر  
کلکتہ میں ہے۔ میں اپنی بھیئت اسی مندر میں جا کر کالی کے چروں میں گزارنا چاہتا تھا۔

صبح کو نعیم جاگی تو اس کی آنکھوں میں گزشتہ روز کا تجسس بدستور باقی تھا۔ اس نے  
مجھے قریب دیکھا تو بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ مجھ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن  
لاجونتی کے عین وقت پر آ جانے سے اسے موقع نہ مل سکا۔ میں نے بھی اس موقع سے  
فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ضروری کام کا بہانہ کیا اور ہوٹل سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ میری  
واپسی شام سے پہلے نہیں ہو گی۔ میں کالی کے مندر کے پجاری سے مل کر یہ بھی دریافت  
کرنا چاہتا تھا کہ بھیئت کا کون سا وقت مناسب رہے گا۔ ہوٹل سے نکل کر میں سیدھا بڑے  
مندر گیا۔ مندر کے پجاری نے میری زبان سے بھیئت کا سنا تو دنگ رہ گیا۔ پہلے اس نے  
مجھے ایسی نظروں سے گھورا جیسے مجھے کوئی دیوانہ یا مجرم سمجھ رہا ہو لیکن جب میں نے اپنی  
مہمان شکتی کے زور سے اسے اپنی بابت تفصیل سے بتایا تو اس نے میرے پاؤں تھام لئے پھر  
کچھ دیر بعد بولا کہ سنیچر کا دن دیوی کے چروں میں بھیئت گزارنے کے لئے سب سے زیادہ  
مناسب رہیگا۔ جس روز میں پجاری سے ملا تھا وہ جمعرات کا دن تھا۔ میں نے پجاری سے  
مزید کوئی بات نہیں کی اور خاموشی سے وہاں سے اٹھ گیا۔ شام کو چھپٹے کے وقت ہوٹل  
میں داخل ہوا تو نعیم اور لاجونتی دونوں کو سوچوں میں غرق پایا۔ میں نے اشارہ کیا تو لاجونتی  
اٹھ کر ملحقہ کمرے میں چلی گئی۔ نعیم کی اداس آنکھوں میں جھلکنے والی سہمی دیرانی دیکھ  
کر میرا پتھر دل بھی موم پڑ گیا۔ لاجونتی کو اسی غرض سے میں نے وہاں سے ہٹایا تھا کہ نعیم  
سے کچھ باتیں کر سکوں۔ ہر چند کہ میں ادیتی دیوی کے حکم پر نعیم کو کالی کے چروں میں  
بھیئت دینے کا ٹھوس ارادہ کر چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں میرا دل اس کی  
جانب کھینچ رہا تھا۔ نعیم میری بیوی تھی۔ وہ مجھے ایک عرصے بعد ملی تھی۔ اور دو روز بعد پھر  
ہمیشہ کے لئے بچھڑنے والی تھی۔ میں ان دو دنوں میں اسے جی بھر کے پیار کرنا چاہتا تھا۔  
نعیم بھی شاید اسی لمحے کی منتظر تھی۔ لاجونتی دوسرے کمرے میں چلی گئی تو اس نے جھپٹ  
کر درمیانی دروازہ بند کیا۔ پھر دوڑ کر مجھ سے دیوانوں کی طرح لپٹ گئی اور التجا آمیز لہجے  
میں بولی۔

سکتی تھی۔ چند ساعت تک وہ مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے پوچھا کہ میں اسے چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔ میں نے ایک فرضی داستان گھڑ کر سنا دی۔ اپنی کچھ فرضی مجبوریوں اور من گھڑت پریشانیوں کا احوال سنایا تو اسے یقین آ گیا۔

”شبیر۔۔۔۔۔“ نعیمہ نے میرے کشادہ سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”حالات کی قسم ظریفوں نے ہم دونوں کو جکڑ رکھا تھا۔ تم مل گئے تو میں سب کچھ بھول گئی۔ میرے تمام زخم مندمل ہو گئے۔“

”میں بھی اپنی پریشانیوں کو بھول چکا ہوں۔“ میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔  
”مجھ سے وعدہ کرو شبیر کہ اب تم کبھی ایک پل کے لئے بھی مجھ سے دور نہیں رہو گے۔“ نعیمہ نے سسکتے ہوئے کہا۔ ”ہم دونوں ایک دوسرے کے غم میں برابر کے شریک رہیں گے۔ مل جل کر دکھ درد کو بانٹ لیں گے۔“  
نعیمہ ایک مشرقی عورت کی طرح باتیں کر رہی تھی۔

مجھے اس کی باتیں سن کر دلی مسرت حاصل ہوئی۔ لیکن یہ مسرت عارضی تھی۔ میں جانتا تھا کہ دو روز بعد کیا ہونے والا ہے؟ سنبھلنے کی رات میں مھض ایک رات کا فاصلہ باقی تھا۔ میرے دل پر چوٹ لگی میں نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ کیا میں خود اپنے ہاتھوں سے نعیمہ کو کالی کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا سکوں گا؟ میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا تو ایک لمحے کو میں تڑپ اٹھا لیکن پھر میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ مجھے ایسا لگا جیسے دیوی میرے سامنے کھڑی مجھ سے کہہ رہی ہے۔

”منوہر، جو کچھ میں کہہ رہی ہوں، اسے دھیان سے سنو۔ تم نے مجھے وچن دیا ہے۔ اگر تم نے اپنے وچن سے پھرنے کی کوشش کی تو دیوی دیوتا تم سے روٹھ جائیں گے۔ تمہاری تمام شکستیں جو تم نے کٹھن پریکٹ کے بعد برسوں میں پراپت کی ہیں۔ تم سے چھن جائیں گی۔ تم ایک عام منٹ بن جاؤ گے۔ دیوتاؤں کا کٹھن تم کو سدا بیا کل رکھے گا۔“

میں نے دیوی کے جملے سنے اور اسے اپنے سامنے محسوس کیا۔ تو یک لخت جیسے سوتے سے جاگ گیا۔ میں نے نعیمہ کو دیکھا جو میرے سینے پر سر رکھے میرے دل کی دھڑکنوں کو گن رہی تھی۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ میرے دل کی دھڑکنوں سے میرا راز نہ پالے۔ میں نے جلدی سے اسے ایک طرف لٹا دیا اور خود اس کی جانب کروٹ لیتے ہوئے بولا۔

”نعیمہ، تم اس وقت مجھے بے حد حسین لگ رہی ہو۔ آسمان سے اتنی ہوئی کسی اپرا کی مانند۔“

”شبیر“ نعیمہ نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔۔۔۔۔ ”تم نے میری باتوں کا جواب نہیں دیا۔ کیا مجھے ٹالنا چاہتے ہو؟“

”میں اور تمہیں ٹالنے کی کوشش کروں گا۔ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میری زندگی۔“ میں شبیر حسن خان کا گلا گھونٹ کر پھر سے منوہر لال بن گیا۔ منوہر لال جس کے لئے دیوی کی آ

ہمیا کا پالن کرنا ضروری تھا۔

نعیمہ کی خوبصورت آنکھوں میں معصوم شکایت تھی۔ وہ مجھ سے کچھ اور کہنا چاہتی تھی

لیکن میں نے اسے موقع ہی نہیں دیا۔ اور تھک کر اپنی آغوش میں چھپا لیا۔ نعیمہ نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ اس کی خود سپردگی میں شکایت کا انداز تھا۔ لیکن میں نے اسے نظر انداز کر

دیا میں پوری طرح منوہر لال بن گیا۔ ممان نکیتوں کا ملک جس سے پورن لال نے کہا تھا کہ سندھ ناریاں پنڈت پجاریوں کے من کو بہلانے کے لئے ہوتی ہیں۔ نعیمہ اس وقت

میرے لئے ایک سندھ ناری بن گئی۔ میں اس کے کول شریر سے کھیلنے لگا۔ نعیمہ نے میری پیش قدمیوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے ایک مشرقی بیوی کا فرض ادا کرتی

رہی۔ اور میں منوہر لال بن کر اس کے کول شریر کی بھینی بھینی خوشبوؤں کو سونگھتا رہا۔

بھنورے اور پھول کا کھیل ختم ہوا تو میں نے دوسری طرف کروٹ لے کر آنکھ بند کر لی۔

نعیمہ نے بے ترتیب لباس کو درست کیا۔ پھر میرے سرہانے بیٹھ کر اپنی نازک انگلیوں سے میرے بالوں میں سکتی کرنے لگی پتہ نہیں وہ اس کے ہاتھوں کے لمس کا جادو تھا یا

تھکن کا احساس کہ میں بہت جلد سو گیا۔۔۔۔۔!

دوسرا دن بھی میں نے نعیمہ کی رفاقت میں گزارا۔ لاجوئی کو میں نے حالات کی نوعیت

سمجھا دی تھی۔ اس لئے وہ اپنا کردار خوبصورتی سے نبھا رہی تھی۔ دن بھر میں ایک پل کو بھی اپنے کمرے سے باہر نہیں گیا۔۔۔۔۔ رات آئی تو شیطان نے پھر مجھے اکسایا اور میں

نعیمہ کے حسن کی رعنائیوں سے کھیلنے لگا۔ نعیمہ نے مجھ سے بہترے سوال پوچھے۔ میں اسے ٹالنا رہا۔ پھر جب تھک گیا تو دوسری طرف کروٹ لے کر سو گیا۔ نعیمہ کب تک میرا سر

دبا رہی تھی مجھے اس کا مطلق کوئی خیال نہیں۔ البتہ اتنا اچھی طرح یاد ہے کہ دوسری بار

میری آنکھ نعیمہ کی آواز سن کر کھلی تھی۔ میں نے کروٹ بدل کر دیکھا۔۔۔۔۔ نعیمہ کے

چہرے پر اذیت ناک کرب کے آثار نظر آرہے تھے۔ وہ سوتے میں نہ جانے کب سے بڑبڑا

رہی تھی۔ پھر اچانک اس نے ایک بھیاںک چیخ مار کر آنکھیں کھول دیں۔۔۔۔۔ مجھے اپنے

قریب دیکھا تو خوف زدہ انداز میں اچھل کر میرے سنے سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔ اس کا دل بری

ل بن لے ہو۔ مجھے پہلا دبیرہ یہ سوجا رہا تھا۔  
نعیمہ کا خواب سن کر میں ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ حرف بحرف درست  
منا، اسے پراسرار طور پر ان باتوں کا علم ہو چکا تھا جن کو میں نے اس سے چھپانے کی  
کوشش کی تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں۔ مجھے یوں لگ رہا تھا  
مجھے میں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہوں۔ دوسری طرف مجھے اس بات پر تعجب ہو رہا تھا کہ نعیمہ  
کو ان باتوں کا علم کس طرح ہوا، کیا وہ محض خواب ہی ہو سکتا تھا؟ میں سوچتا رہا، میرا ذہن  
قلابازیاں کھا رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا، نعیمہ نے خواب میں  
نظر آنے والی جس عورت کا ذکر کیا تھا کہیں وہ ساجدہ تو نہیں تھی؟ اس خیال نے میرے  
ذہن کو اور الجھا دیا۔ میں نے نعیمہ سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا تو میری  
پریشانی اور بڑھ گئی۔ نعیمہ نے اس عورت کا جو حلیہ بتایا وہ ساجدہ کے سوا کسی اور کا نہیں  
تھا۔ گویا پراسرار طاقتیں نعیمہ کو پہچانا چاہتی تھیں۔ میں نے سوچا پھر مجھے ادیتی دیوی کو دیا ہوا  
وجہ یاد آگیا۔ مجھے دیوی کی باتیں یاد آئیں۔ دیوی نے کہا تھا کہ کالی کی بھیٹ سے پہلے یا  
بعد میں دیوتا تیرا امتحان لیں گے۔ میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ میں کسی آخری نتیجے پر

”ہاں شبیر‘ مجھے یہی بتایا گیا ہے تم مسلمان سے ہندو بن چکے ہو۔ تم نے اپنا نام شبیر سے بدل کر منوہر لال رکھ لیا ہے۔ نہ جانے اس خواب کا کیا مقصد تھا‘ خدا کرے جو کچھ

پہنچنا چاہتا تھا کہ دیوی کی آواز میرے کانوں میں سرسراتی ہوئی ابھری۔

”منوہر، تم میرے مہمان سیوک ہو۔ دیوی کا آشرवाद تمہارے ساتھ ہے۔ پلید آتماؤر کے جال سے بچنے کی کوشش کرو۔ اگر تم نے میری آگیا کا پالن نہ کیا تو دیوتاؤں کا کشتہ کو نشٹ کر دے گا۔ تمہاری مہمان نکتیاں تم سے چھین لی جائیں گی۔ تم بھکاریوں کی طرح سڑکوں پر گھومتے پھرو گے۔“

دیوی کی آواز سن کر میں یکھٹ سنبھلا۔ میں نے نعیمہ کی سمت دیکھا جو مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن مجھے اس کے پیار سے زیادہ مہمان شکتی کا دھیان تھا۔ میں نے طے کر لیا کہ خواہ حالات کچھ ہوں میں دیوی کو دے ہوئے وچن پر قائم رہوں گا، نعیمہ کو ہر قیمت پر کالی کے چرنوں میں بھیٹ چڑھاؤں گا۔

”کیا بات ہے شبیر؟“ نعیمہ نے مجھے چپ اور کھویا کھویا دیکھ کر پوچھا۔

”شرن لال کی تختیوں نے تمہارے ذہن کو ابھی تک پر آگندہ کر رکھا ہے۔“ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے بڑی خوبصورتی سے نعیمہ کو شیشے میں اتارتے ہوئے کہا۔ ”کالی کا مندر“ دیو قامت مجسمہ اور بھیٹ، یہ سب اسی ماحول کی پیداوار ہیں، تمہارے لاشعور نے تمہیں خوفزدہ کر دیا ہے ان باتوں کو ذہن سے نکال دو۔“

”ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو شبیر۔“ نعیمہ نے سپاٹ آواز میں کہا۔ ”لیکن پھر وہ عورت کون تھی جو مجھ سے خواب میں ملی تھی؟ خدا ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔“

”فکر مت کرو نعیمہ۔“ میں نے اسے پکھلتا دیکھ کر جلدی سے کہا۔ ”میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔“

”مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو شبیر، نہ جانے کیوں میرا دل اندر ہی اندر بیٹھا جا رہا ہے۔“ نعیمہ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر مریم کا تقدس اور معصومیت موجود تھی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے اسے اپنے سینے میں چھپا لیا۔



دوسری صبح میں سو کر اٹھا تو نعیمہ محو خواب تھی۔ رات کی باتوں نے مجھے فکر مند کر دیا آج کا دن میرے لئے بہت اہم تھا۔ کالی کے مندر کے پجاری نے سنیچر کی شام کو شجہ قرار دیا تھا۔ میں اس موقع کو ہاتھ سے گنوا نا نہیں چاہتا تھا۔ شیو فطر مہاراج کو خوش نہ کے بعد میں پھر دیوتاؤں کا مہمان سیوک بن سکتا تھا۔ ادیتی دیوی نے مجھے اس کا پورا یقین دلایا تھا۔ میں نے لاجوئی سے رات والی بات کا ذکر کیا تو وہ مسکرا کر بولی۔

”تم کوئی چٹا نہ کرو مہاراج، تمہاری داسی تمہارے پاس ہے۔“

”دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے لاجوئی۔“ میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ”ایسا ادبائے کرو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاشی بھی نہ ٹوٹے، نعیمہ کو ہر قیمت پر کالی بڑنوں پر بھیٹ چڑھنا ہے۔“

”تم جو چاہتے ہو، وہ اوش پورا ہو گا مہاراج!“ لاجوئی نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ ”میں لو کالی کے مندر کی سیڑھیوں تک پہنچانے کا وچن دیتی ہوں۔ وہ ہوش میں رہنے کے کچھ نہیں سمجھ سکے گی۔“

”میں یہی چاہتا ہوں۔“ میں نے تیزی سے کہا۔

لاجوئی کچھ دیر بعد دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ نعیمہ بیدار ہوئی تو اس وقت بھی اس صوم نظروں میں رات کے بھیانک خواب کا خوف جھلک رہا تھا۔ میں نے اس سے میٹھی باتیں شروع کر دیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ رات والے خواب کی باتوں کو دے۔ دن بھر میں اس کے ساتھ لگا رہا۔ جوں جوں بھیٹ کی گھڑی قریب آتی جاتی تھی، دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ مندر کے پجاری نے کہا تھا کہ سورج غروب سے پہلے اگر بھیٹ چڑھائی گئی تو کالی اس بھیٹ کو ضرور قبول کر لے گی۔ وقت کے ساتھ میری بے چینی بھی نہ جاتے کیوں بڑھتی جا رہی تھی۔ مگر مجھے اس بات کا یقین تھا کہ لاجوئی نے جو کہا ہے وہ اسے کر گزرنے کی شکتی بھی رکھتی ہے۔

مجھے اپنے ارادوں میں مایوسی نہیں ہوئی۔ سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ نیمہ کے پاس بیٹھا اس کی دلجوئی میں مصروف تھا کہ لاجوئی اندر داخل ہوئی۔ اس کا

ہری مدد کی تھی۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والا تھا۔ کالی کے چرنوں میں دیتے ہی دیوی۔ دیوتاؤں کی ناراضگی مجھ سے دور ہو جاتی۔ یہی مجھ سے مندر کے ہانے کہا تھا اور ادیتی دیوی نے بھی مجھے اسی بات کا یقین دلایا تھا لیکن عین وقت پر راز ریش بوڑھے کے آجانے سے حالات بدل گئے تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا ہوا جیسے یہ شگون میرا بنا بنایا کام بگاڑ دے گا۔ میں نے پلٹ کر لاجوئی کو دیکھنا چاہا۔ چاہتا تھا کہ لاجوئی سے کہوں کہ وہ اس بوڑھے کو سنبھالے اور میں نعیمہ کو لے کر مندر اندر جاؤں لیکن لاجوئی مجھے دور دور تک کہیں نظر نہیں آئی۔ میرا ہاتھ ٹٹکا۔ لاجوئی کی مدد یقیناً کچھ معنی رکھتی تھی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے گھوم کر دوبارہ اس سے پر نظر ڈالی جو بدستور مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا مجھے قرآلود نظروں سے گھور تھا۔ نعیمہ ابھی تک کسی سحر میں مبتلا تھی۔

میں، منوہر لال مہاراج جس نے کٹھن تپیا کے بعد دیوی دیوتاؤں کو راضی کیا تھا اور نائن شکتی پر اپت کر چکا تھا اس وقت نہ جانے کیوں خود کو مجبور سمجھ رہا تھا۔ لیکن یہ کیفیت وہ دیر تک برقرار نہ رہی ادیتی کی آواز میرے کانوں میں سرسراتی ہوئی ابھری۔

”منوہر! بھینٹ کی شہ گھڑی بتی جا رہی ہے۔ اگر تم نے آج میری آگیا کا پالن نہ کیا سارا جیون ہاتھ ملو گے۔“

دیوی کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی تو میں جیسے سوتے سے جاگ اٹھا۔ میں نے بوڑھے کو سر تا پا غور سے دیکھا۔ بظاہر وہ میرے مقابلے میں کسی حقیر کپڑے سے زیادہ بیت نہیں رکھتا تھا۔ مجھے اپنے آپ پر غصہ آگیا۔ میں خواہ مخواہ ایک ایسے شخص سے دفرہ ہو رہا تھا جس کا میرا کوئی جوڑ نہیں تھا۔ میں اپنی بزدلی پر دل ہی دل میں شرمندہ وئے لگا۔ پھر میں نے تیور بدل کر خوفناک نظروں سے اسے گھورا۔ نعیمہ کا ہاتھ تھام کر اس سے کترا کر گزر جانا چاہا۔ دیوی نے کہا تھا کہ شہ گھڑی بتی جا رہی ہے۔ میں اس وقت بوڑھے سے الجھنے کے بجائے جلد از جلد مندر کے اندر جا کر کالی کے چرنوں میں نعیمہ کی بھینٹ دینا چاہتا تھا مگر ابھی میں نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ بوڑھا دوبارہ تیزی سے میرے سامنے آیا اور مجھے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ ”مردود! اس لڑکی کو کہاں لے جا رہا ہے؟“

”یہ میری دھرم بتی ہے بڑے میاں۔“ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم دیوی درشن کو جا رہے ہیں، پر تو تم کون ہو۔۔۔۔۔؟ کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔؟“

اشارہ پا کر میں کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد لاجوئی، نعیمہ کے ساتھ کمرے سے نکلی تو اس کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔ نعیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سے کہا۔

”مہاراج، ہم اس وقت کالی کے مندر چلیں گے۔“

میں ایک لمحے کو گڑ بڑا گیا۔ مجھے لاجوئی کی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ میں نے ان نظروں سے نعیمہ کی طرف دیکھا اور پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب نے بھی مجھ سے اسی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کالی کے مندر کے درشن کو بے چین۔ میں سمجھ گیا کہ اس وقت وہ لاجوئی کے کسی منتر کے زیر اثر ہے۔ میں تیزی سے ان کو لے کر ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور میں بیٹھ کر کالی کے مندر کی طرف چل پڑا۔ مجھے اپنی کامیابی کے روشن امکانات نظر آتے تھے۔ ادیتی دیوی کو دیا ہوا دھن پورا ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں تھی۔

کالی کے مندر کا فاصلہ ہوٹل سے کچھ زیادہ نہیں تھا۔ پندرہ منٹ کے اندر میں پہنچ گیا۔ کالی کا پر شکوہ مندر میرا منتظر تھا۔ میں ٹیکسی سے نیچے اترتا۔ نعیمہ میرے ساتھ لاجوئی پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مندر کے اندر نہیں جے گی۔ میں نعیمہ کا ہاتھ تھامے مندر کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ”معا“ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پراسرار قوت میرے آڑے آنے والی ہے۔ میں نے اس خیال کو وہم قرار دیا لیکن ابھی میں نے سیڑھیوں پر پہلا ہی قدم رکھا تھا کہ میری نظر ایک بوڑھے شخص پر جو اچانک میرے سامنے نمودار ہوا تھا۔ اس نے سر سے پاؤں تک سفید لباس پہن رکھا اس کی داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے۔ میں اس کے ہاتھوں میں ریشے کی کیفیت صاف طور پر دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر چمک رہی تھیں۔ آنکھوں میں وقار تھا۔ جاہ و جلال تھا۔ میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ بوڑھے کی تیز نظریں اپنے جسم میں کسی نشتر کی طرح چھیتی محسوس ہو رہی تھیں اس کے چہرے کا غنیمت و غنا دیکھ کر مجھے اپنا دل سینے میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ کسی انجانے خوف کا احساس مجھے پریشان رہا تھا۔

میں نے گھوم کر پشت کی جانب دیکھا۔ میں لاجوئی کو اشارہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ پراسرار بوڑھے کو میرے راستے سے ہٹائے لیکن لاجوئی وہاں موجود نہیں تھی۔!!

کالی کا پر شکوہ مندر میری نظروں کے سامنے تھے۔ لاجوئی نے نعیمہ کی بھینٹ چڑھ



”بدبخت‘ تو نے اپنی زندگی برباد کر لی‘ لیکن اس غریب کو کیوں غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔“ بوڑھے نے جھپٹے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ”اس کی عاقبت کیوں خراب کر دیا ہے؟“

”بڑھے۔۔۔!“ یلخت میں کڑک کر بولا۔ ”تجھے ان باتوں سے کیا سمبندھ‘ یہ لڑکا میری دھرم پتی ہے‘ مجھے اس پر پورا پورا ادھیکار ہے۔ تو کون ہے ہمارے راستے میں ٹانگہ پھسانے والا۔“

”کیا نام ہے تیرا؟“ بوڑھے نے میری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

”میرا نام منوہر ہے پر تجھے کیا۔۔۔“ میں جھلا گیا۔

”کم بدبخت۔۔۔“ بوڑھے نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔۔۔۔۔ ”اب بھی وقت نہ سنبھل جا‘ اگر ڈوب گیا تو پھر تیرا ابھرتا مشکل ہے‘ خود کو پہچاننے کی کوشش کر۔“

”میں کہتا ہوں سیدھی طرح میرا راستہ چھوڑ دے۔ تو نہیں جانتا کہ اس سے تو کمر سے باتیں کر رہا ہے۔“ میں نے وقت کی کمی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درشت آواز میں کہا۔ ”جا اپنی راہ لے۔“

میرا خیال تھا کہ بوڑھا میری گھر کی سن کر خاموشی سے چلا جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میری بات سن کر اس کے چہرے کا جلال اور شدت اختیار کر گیا۔ وہ بدستور میرے سامنے کھڑا مجھے خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ نیمہ میرے برابر کھڑی اسے ٹھٹھا باندھے دیکھے جا رہی تھی اس خیال سے کہ ممکن ہے بوڑھے کا ذہنی توازن خراب ہو او خواہ مخواہ میرے گلے پڑ رہا ہو‘ میں نے نیمہ کا ہاتھ تھاما اور ایک بار پھر کھڑا کر آگے بڑھ کا ارادہ کیا لیکن اس بار بوڑھے نے جو کچھ کہا اسے سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔۔۔۔۔

”مردود‘ تو نیمہ کو مندر کے اندر نہیں لے جا سکتا۔“ بوڑھے کے لہجے میں تحکم تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ اسے کیونکر نیمہ کا نام معلوم ہوا۔ ابھی میں بوڑھے کو وضاحت طلب نظروں سے گھور ہی رہا تھا کہ اس نے دوبارہ ٹھوس آواز میں کہا۔۔۔۔۔ ”کیا گھو رہا ہے‘ مجھے بد نصیب‘ کہ جو دیا کہ نیمہ مندر میں نہیں جائے گی۔۔۔۔۔“

”تم۔۔۔۔۔“ میں نے اپنا ٹھٹھا ہونٹ کاٹتے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔۔۔۔۔ ”تم نیمہ کو کیسے جانتے ہو۔؟“

”میں یہ بھی جانتا ہوں مردود کہ تو کون ہے۔“ بوڑھا سر تاپا کانپتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔ ”تو آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھا ہو گیا ہے۔ طاقت کے نشے نے تجھے گمراہ کر دیا ہے۔

میں کو پوچھتے پوچھتے تیرا دل بھی پتھر کا ہو گیا ہے۔ تو اپنے خدا اور رسول کو بھول چکا ہے۔ شبیر حسن خان سے منوہر لال بن گیا ہے۔“ بوڑھا روانی میں بولتا رہا۔ جھینٹ کی شجہ زنی بیتی جا رہی تھی۔ مجھے غصہ آ گیا‘ میں نے بوڑھے کو سفاکانہ نظروں سے گھورتے دیکھا۔۔۔۔۔ ”بڑھے بند کر اپنی زبان۔ اور دفع ہو جا یہاں سے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایکٹ تجھے جلا کر راکھ کر دے۔“

”بد نصیب‘ بدبخت!“ بوڑھا ساری جان سے لرزتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔ ”اب بھی وقت نہ سنبھل جا۔ توبہ کے دروازے ابھی تجھ پر بند نہیں ہوئے ہیں۔ مردود اپنے پروردگار کو ہانسنے کی کوشش کر۔“

میرے لئے اب برداشت کرنا ناممکن تھا۔ دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرے لئے ضروری تھا۔ میں نے ایک منتر پڑھ کر بوڑھے کی جانب پھونکا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے منتر کے پیر لک کے روپ میں بھڑک کر اس کی ہڈیوں تک کو جلا کر خاکستر کر دیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔۔۔ میں نے اپنا دار خالی جاتے دیکھا تو اور بھڑک اٹھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے نصے کی شدت کے باعث میں نے منتر پڑھنے میں غلطی کی ہو۔ چنانچہ میں نے پھر اسی منتر کو مانا جہاں پڑھنا شروع کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا منتر پورا کرتا بوڑھے نے مجھے جلالی حالت میں گھورتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”میں کہتا ہوں بد نصیب کہ اب بھی ہوش میں آ جا۔ کیوں اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔“

میں نے بوڑھے کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ بدستور منتر کے بول پڑھتا رہا۔ منتر پڑھ کر میں نے بوڑھے کی جانب پھونک ماری۔ آگ کے شعلے مندر کی سیڑھیوں سے لپکتے ہوئے ابھرے اور بوڑھے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ مگر یہ خوشی عارضی تھی۔ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے غائب ہوئے تو میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ بوڑھے کا بال بھی بیک نہ ہوا۔ وہ بدستور اسی جگہ کھڑا مجھے تہ آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ قبل اس کے کہ میں دوسرا منتر پڑھتا بوڑھے نے نیمہ کی سمت دیکھ کر نرم آواز میں کہا۔۔۔۔۔ ”لڑکی میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ سحر کے اس خول کو توڑ کر باہر نکل آ جس نے تیرے ذہن کو ماف کر دیا ہے اور تیری آنکھوں پر گندی طاقتوں کا پردہ ڈال رکھا ہے۔“

بوڑھے کے الفاظ میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ اس کا جملہ مکمل ہوتے ہی نیمہ یوں چونکی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گئی ہو۔ ایک نظر مندر پر ڈالی پھر مجھے گمراہ کر دیا۔۔۔۔۔ ”شبیر! نہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو۔؟“

نہ کے بل زمین پر آگرا۔ میرے ذہن پر دوبارہ غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں نے اپنے وجہ ہوئے ذہن کو جگانا چاہا لیکن مایوسی کا شکار ہو کر میں پھر بیہوش ہو گیا۔

دوسری بار میری بیہوشی کتنی طویل رہی مجھے اس کے بارے میں بھی کوئی علم نہیں۔ البتہ جب ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک آراستہ کمرے میں پایا۔ میں ایک مسری پر دراز تھا۔ لاجوتی قریب بیٹھی مجھے نشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے اپنی تکلیف کا احساس ہوا۔ میں نے آہستہ سے کروٹ لی۔ اپنے جسم پر نظر ڈالی تو یوں لگا جیسے اب تک میں کوئی بھیانک خواب دیکھتا رہا ہوں۔۔۔۔ میں پوری طرح حلقہ دو بند تھا۔ جوڑوں کی اذیت ناک تکلیف رفع ہو چکی تھی۔ ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ مجھے اپنی بدلی ہوئی حالت پر تعجب ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان باتوں کو کیا سمجھوں؟ گزری ہوئی باتوں کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ میں نے لاجوتی کی جانب وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ وہ بدستور مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ مجھے الجھن سے دوچار پایا تو مسکرا کر ایک ادا سے بولی۔۔۔۔ ”کیا بات ہے مہاراج، کس دھار میں گم ہو؟“

”لاجوتی۔۔۔۔۔“ میں نے کچھ سوتے ہوئے کہا۔۔۔۔ ”کیا تمہیں یاد ہے کہ میں کالی کے مندر پر بھینٹ دینے گیا تھا۔“

”میں تمہارے ساتھ ہی تھی مہاراج۔“ لاجوتی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔

”پھر۔۔۔۔۔“ میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ ”اس کے بعد کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔؟“

”میں دیوی کی آگیا پر وہاں سے ہٹ گئی تھی مہاراج۔“ لاجوتی نے سنجیدگی سے کہا۔

پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پیار سے بولی۔۔۔۔ ”تم قسمت کے دھنی ہو مہاراج۔

دیوی نے تمہاری بھینٹ سوئکار کر لی ہے۔“

”مگر وہ بوڑھا۔۔۔۔۔“

”تم بھول رہے ہو منور مہاراج۔“ لاجوتی نے میرا جملہ درمیان سے کاٹتے ہوئے

تیزی سے کہا۔ ”دیوی نے تم سے کہا تھا کہ بھینٹ سوئکار کرتے ہوئے دیوتا تمہارا امتحان

بھی لیں گے۔ تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہو مہاراج!“

لاجوتی کا جواب سن کر مجھے ادیتی دیوی کی باتیں یاد آئیں تو ساری الجھن یکسر ختم ہو

گئی۔ البتہ وہ پراسرار بوڑھا کون تھا یہ بات میرے لئے قابل غور تھی، نیمہ کے رویے نے

بھی مجھے پریشان کر رکھا تھا۔ میں نے حالات پر نئے سرے سے غور کیا۔ پھر بدلی زبان سے

لاجوتی سے دریافت کیا۔۔۔۔۔ ”کالی کے مندر کی سیڑھیوں پر جو بوڑھا نظر آیا تھا۔۔۔۔۔“

”نیمہ۔۔۔۔۔!“ میں دانت پیس کر نیمہ سے مخاطب ہوا۔ ”میں تمہارا شوہر ہوں“

تمہیں میرا ہر حکم ماننا پڑے گا۔“

نیمہ نے متحیرانہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ جیسے میری بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ قبل اس کے کہ میں اس کو کوئی دوسرا حکم دیتا۔ بوڑھے نے پھر نیمہ سے کہا۔۔۔۔ ”لڑکی، میرے پیچھے پیچھے چلی آ۔ تیرا شوہر تجھے کفر کی راہ پر لے جا رہا ہے۔ مگر تجھے ایمان کی راہ دکھاؤں گا۔“

اپنا جملہ مکمل کر کے بوڑھا مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا ہوا پلٹا اور آگے بڑھ لگا۔ میرا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ میں نے نیمہ کو بوڑھے کے پیچھے قدم اٹھاتے دیکھا۔ لپک کر اس کی کلائی پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ میں اس سنہری موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کالی کی ناراضگی میرا مستقبل تباہ کر سکتی تھی۔ میری برسوں کی کٹھن پر یکساں بھر پور برباد ہو سکتی تھی۔ میں نیمہ کو ہر قیمت پر کالی کے چرنوں پر بھینٹ چڑھانے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن اس بار بھی مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ نیمہ نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑ لی اور آگے بڑھ گئی۔ وہ قوت کسی عورت کی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں دنگ رہ گیا۔ میری حالت مضحکہ خیز ہو رہی تھی۔ میں نے دوڑ کر دوبارہ نیمہ کو روکنا چاہا۔ لیکن کسی نادیدہ قوت نے اتنی زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ میں تیوراً کر زمین پر الٹ گیا۔ پھر ایسا لگا جیسے بہت سارے نادیدہ ہاتھوں نے میرے سر پر جوتوں کی بارش کر دی ہو۔ مجھے اپنا بھیج پلپا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے تاریکی کے بادل پھیل رہے تھے۔ میں دردا کرب کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ مجھے کسی بات کا مطلق کوئی ہوش نہ تھا۔ میرا ذہن ڈوب رہا تھا۔ نادیدہ قوتیں مجھے بڑی اذیت ناک حالت سے دوچار کر رہی تھیں۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میرے گرد پنڈت پجاریوں اور تنگ دھڑنگ سادھوؤں کا جھوم جمع ہو رہا تھا۔ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوبارہ ہوش آیا تو میں نے خود کو مندر سے دور کوڑا کرکٹ پھینکنے والے میدان میں پڑا پایا۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ مجھ میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا۔۔۔۔ چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ دور مندر کے روشن دیئے میری ممان ہکتی کا مذاق اڑاتے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کراہ کر کروٹ بدلی اور بمشکل ہمت کر کے پیروں پر کھڑا ہوا۔ میری حالت ابتر ہو رہی تھی، ذہن چکرا رہا تھا، کچھ بھائی نہیں دیتا تھا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ دو چار قدم آگے بڑھا تھا کہ ٹھوکر کھائی اور دوبارہ

وں سے کوئی سروکار بھی نہیں تھا۔ صرف اس بات کی خوشی تھی کہ دیوی دیوتاؤں نے بری بھیشت سے خوش ہو کر مجھے معاف کر دیا ہے۔ لاجوتی کی حسین قربت نے مجھے وقت احساس بھی نہیں ہونے دیا۔ گیارہویں روز میں دوپہر کا کھانا کھا کر لیٹا تھا۔ لاجوتی میرے انتہائی بیٹھی میرے پاؤں دبا رہی تھی۔ مجھ پر ہلکی ہلکی غنودگی طاری ہوئی تھی کہ اچانک جوتی کی چیخ کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا لیکن اس وقت بری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے لاجوتی کو مطمئن پایا۔ البتہ میرے اچانک ہانگے سے وہ کچھ گڑبڑا ضرور گئی تھی۔

”ابھی یہاں کون چیخا تھا۔؟“ میں نے لاجوتی کو دیکھ کر پوچھا تو اس کا تجسس بڑھ گیا۔ ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں الجھن کے اثرات ابھرے پھر وہ سنجیدگی سے بولی۔

”تم نے کوئی سپنا دیکھا ہو گا مہاراج۔ یہاں میرے سوا کوئی اور نہیں۔ پھر میں نے کسی چیخ کی آواز نہیں سنی۔“

میں ہونٹ چبا کر رہ گیا۔ وہ آواز میرا وہم نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر وہ کس کی چیخ کی آواز تھی۔ میرا ذہن الجھنے لگا۔ لاجوتی نے مجھے فکر میند پایا تو بولی۔۔۔۔۔ ”کس دھار میں گم ہو مہاراج؟“

”لاجو۔۔۔۔۔“ میں نے تیزی سے کہا۔ ”ہو سکتا ہے تم نے کوئی آواز نہ سنی ہو، لیکن وہ آواز میرے خواب میں نہیں گونجی تھی۔ میں نے پورے ہوش و حواس میں وہ چیخ سنی تھی اور۔۔۔۔۔ اور وہ آواز تمہاری تھی۔“

لاجوتی میری بات سن کر چونکی پھر مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”میں دیوتاؤں کی سوگند کھا کر کہتی ہوں مہاراج کہ میں نے کوئی آواز نہیں نکالی تھی۔۔۔۔۔“

”پھر وہ کس کی آواز تھی۔۔۔۔۔؟“ میں نے بدستور الجھتے ہوئے سوال کیا۔ نہ جانے کیوں میں اس آواز کو اپنا وہم سمجھنے کو تیار نہ ہو سکا۔۔۔۔۔!

”ہو سکتا ہے مہاراج کہ وہ آواز کہیں پڑوس سے آئی ہو، پرتو میں نے نہیں سنی۔“

لاجوتی نے مجھے بڑی سنجیدگی سے یقین دلاتے ہوئے جواب دیا۔

مجھے لاجوتی کی بات کا یقین آ گیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے اس قسم کی کوئی دل لگی کرنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ کچھ دیر تک میں اس آواز کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر دوبار لیٹ گیا۔ لاجوتی میرے سرہانے آکر میرا سر دبانے لگی۔ میں نے سونے کے ارادے سے آنکھیں بند کر لیں لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ چیخ کی آواز بدستور میرے تصور

کون تھا۔۔۔۔۔؟“

”وہ دیوتاؤں کا روپ تھا مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجوتی نے بلا تامل جواب دیا۔

”نیمہ کہاں ہے۔۔۔۔۔؟“ میں نے اپنے ذہن کی گرہ کو بھی کھول ڈالنا چاہا۔۔۔۔۔

”دیوتاؤں کو تمہارے من کا اجلا پن بہت پسند آ گیا تھا مہاراج۔“ لاجوتی نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”تمہاری۔ دھرم پتی کی بھیشت دیوتا کو منظور نہیں تھی۔ اسی کارن دیوتا اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ گوپال داس مہاراج کے سلسلہ میں تم سے جو بھول ہو گئی تھی دیوتاؤں نے اسے بھی شام کر دیا ہے۔“

اب میری تمام الجھن رفع ہو گئی تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ نیمہ بھی بچ گئی اور دیوی سے کیا ہوا میرا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔ میرا مستقبل اب تباہ تھا۔ میں بدستور مہمان ہفتی کا مالک تھا۔ میں نے لاجوتی کو غور سے دیکھا۔ وہ ہاتھ باندھے بچاریوں جیسے انداز میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ گزری ہوئی باتوں کا تکلیف وہ تصور مٹا اور خوشیوں کا احساس جاگا تو لاجوتی کا حسن میری نظروں میں اور نکھر آیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”لاجو۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجوتی نے نظریں جھکا کر شرماتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے یاقوتی ہونٹ پکپکا رہے تھے۔

”تم نے مجھے کامیابی کی خبر سنائی ہے۔“ میں نے اس کے قیامت خیز سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے دلی آواز میں کہا۔

”مہاراج کی سیوا کرنا بچارن کا دھرم ہے مہاراج۔“

”ہم تم سے بہت خوش ہیں لاجو۔“

”کپا ہے مہاراج کی۔“ لاجوتی نے لجا کر جواب دیا۔

خوشیوں کے اچانک احساس نے میرے جذبات کو بھڑکایا۔ لاجوتی کے قیامت خیز حسن نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔ میں نے بے قابو ہو کر لاجوتی کو کھینچ لیا۔ وہ لہرا کر میری کشادہ آغوش میں گری تو میرے بازوؤں کا حلقہ تنگ ہو گیا۔ لاجوتی کسمائی۔ اس نے جذباتی نظروں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ اس کی خود پردگی کا انداز بلا خیر تھا۔ میں سنبھل نہ سکا، اس کے حسن کی گمراہیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔۔۔۔۔!

دس روز تک میں لگاتے میں رہا۔ میں جس مکان میں ٹھہرا۔ وہ ایک مقامی ہندو کا تھا۔ لاجوتی نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ مجھے اس مکان میں پورن لال نے پہنچایا ہے۔ مجھے ان

ان ویاکل نہ ہو۔۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ مجھ ابھاسن کے کارن نکتیوں کا ٹکراؤ ہو۔ مجھ نویتی ہے وہ میں جھیل لوں گی۔

لاجونتی کی باتیں سن کر میری تشویش اور بڑھ گئی۔۔۔۔۔ نکتیوں کے ٹکراؤ سے اس کیا مراد تھی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی، میں ایک ٹانے الجھتا رہا۔ پھر غصہ بھری آواز میں بولا۔

”لاجونتی! میں تمہیں آگیا دیتا ہوں کہ مجھے اس راکشش کا نام بتاؤ جس نے تمہیں شت دیا ہے۔“

”مہاراج مجھے مجبور نہ کرو، میرے حال پر چھوڑ دو۔۔۔۔“ لاجونتی نے آنسو بہاتے دئے جواب دیا تو میرا غصہ اور بھڑک اٹھا۔

”تم بھول رہی ہو لاجونتی کہ اس سے تم منوہر لال سے بات کر رہی ہو۔۔۔۔۔“ میں نے بدلے ہوئے تیور سے کہا۔۔۔۔۔ ”تمہیں میری آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔۔۔۔۔ تمہیں مانا ہو گا کہ تمہیں کس نے سزا دی ہے۔“

”پورن لال مہاراج نے۔“ لاجونتی نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

”پورن لال نے۔۔۔۔۔؟“ میں نے حیرت سے کہا۔ ”کارن کیا تھا۔۔۔۔۔؟“

”منوہر! پورن لال مہاراج اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں کیول تمہاری داسی بن کر رہ جاؤں۔“ لاجونتی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ ”اس نے مجھے اپنے بیروں کے ذریعہ اپنے پاس بلایا تھا۔ وہ میرے شریر سے کھیلتا چاہتا تھا۔ ایک الپرا ہونے کے ناطے میرا دھرم تھا کہ میں اس کی بات مان لوں پر تو میں نے ایسا نہیں کیا۔۔۔۔۔ میں نے اس کے بیروں کو مار بھگایا تھا۔ یہ بات پورن لال۔۔۔۔۔ مہاراج کو بری لگی اور۔۔۔۔۔“

”اور اس پاپی نے تم کو کشت دیا۔۔۔۔۔“ میں نے غصے سے سن ہوتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

”ہاں منوہر! لاجونتی بولی۔۔۔۔۔“ میں نے پورن لال کی بات سے انکار کر کے اس کی زبان شکتی کا اہلن کیا تھا۔ اسے ادھیکار تھا کہ مجھے سراپ دے۔“

”اور پہلے بھی جو چیخ میں نے سنی تھی وہ بھی تمہاری تھی، کیوں۔۔۔۔۔“ میں نے غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں منوہر۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے اقرار کر لیا۔ ”میں نہیں چاہتی تھی کہ میرے کارن مہمان نکتیوں کا ٹکراؤ ہو۔“

میں گونج رہی تھی۔ میرا ذہن اس آواز کی گونج سے چھٹکارا نہ پاسکا۔ ابھی میں اس معرہ حل کرنے کی کوشش میں منہمک تھا کہ لاجونتی کی چیخ دوبارہ ابھری۔ اس کے ساتھ ہی ای محسوس ہوا جیسے کوئی وزنی چیز زمین پر گری ہو۔ میں دوبارہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن اس بار جو کچھ میں نے دیکھا وہ حقیقت تھی۔ لاجونتی فرش پر پڑی آہستہ آہستہ ہاتھ پیر مار رہی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس پر اچانک مرگی کا دورہ پڑ گیا ہو۔ میں لپک کر مسہری سے بیٹا اتر۔ قریب جا کر نبض دیکھی تو وہ بدستور اپنی رفتار سے چل رہی تھی۔ مجھے لاجونتی کی اس اچانک حالت پر تعجب ہوا۔ محض پندرہ بیس منٹ پہلے وہ بالکل ٹھیک تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے کی رنگت ہلدی کی طرح زرد پڑ گئی تھی۔ حسن کی تمام رعنائیوں کو جیسے اچانک گمن لگ گیا تھا۔

”لاجونتی۔۔۔۔۔“ میں نے اسے دو چار آوازیں دیں۔ لیکن اس کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کے ہاتھ پیر بدستور اس انداز میں آہستہ آہستہ مل رہے تھے جیسے اندرونی طور پر کسی شدید کرب میں مبتلا ہو۔ میں نے فوری طور پر ایک آزمودہ منتر پڑھ کر پھونکا تو لاجونتی کے پونوں کو جنبش ہوئی۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اس کی آنکھوں سے ویرانی جھلک رہی تھی۔ وہ برسوں کی مریض نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے سارا دے کر اٹھایا اور مسہری پر لٹا دیا۔ لاجونتی کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں نے کچھ توقف کے بعد اس سے دریافت کیا۔۔۔۔۔ ”تمہیں اچانک کیا ہو گیا تھا؟“

”منوہر۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے نقاہت بھری آواز میں میرا نام لیا۔ وہ مجھ سے کچھ کہ چاہتی تھی۔ لیکن اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ پلکوں کے گوشے اچانک نمناک گئے۔

”لاجونتی۔۔۔۔۔“ میں نے بے چینی سے پوچھا۔۔۔۔۔ ”یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تمہارے اوپر کیا گزری تھی۔ اس سے پہلے تو تمہارے اوپر اس قسم کا دو کبھی نہیں پڑا تھا۔“

”یہ دورہ نہیں تھا مہاراج۔ مجھے اپنے کئے کی سزا مل رہی ہے۔۔۔۔۔“

”سزا ملی ہے۔“ میں چونکا۔۔۔۔۔ ”لاجونتی مجھے بتاؤ وہ کون سورا تھا جس نے تمہیں دی ہے۔ دیوتاؤں کی سگند میں اس اپراہمی کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سارا جیون تڑپ تڑپ کر گزارے گا۔“

”نہیں مہاراج نہیں۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے بسورتے ہوئے التجا کی۔۔۔۔۔ ”تم میرے

”پورن لال۔۔۔“ میں نے سرد آواز میں کہا۔ ”کیا تم جانتے ہو کہ اس سے میرے  
 ہاں آنے کا کارن کیا ہے؟“  
 ”تمہیں میری کوئی ضرورت آن پڑی ہو گی۔“ پورن لال نے بدستور نرمی سے  
 جواب دیا۔۔۔۔۔ ”کیا آگیا ہے؟“  
 ”تم شاید بھول رہے ہو پورن لال کہ اس سے تم کس شکلی سے بات کر رہے ہو۔“  
 میں نے پورن لال کی مکاری پر جھلاتے ہوئے کہا۔ ”شاید تم یہ بھی بھول چکے ہو کہ ایک  
 بار میں تم کو شاکر چکا ہوں۔۔۔۔۔“  
 ”مجھے یاد ہے مہاراج۔ پرتو اس سے میں ان باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔۔۔۔۔“  
 پورن لال نے میرے سرد لہجے کی چیخ کو محسوس کیا تو حیرت سے پوچھا۔ وہ یقیناً مجھے  
 بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس خیال نے میرے انتقام کی آگ کو ہوا دی۔ میں نے  
 پورن لال کو حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”اتنے بھولے نہ بنو پورن  
 لال۔ تم خوب جانتے ہو کہ اس سے میرے یہاں آنے کا کارن کیا ہے۔۔۔۔۔؟“  
 ”میں سمجھا نہیں مہاراج۔۔۔۔۔“ پورن لال نے بدستور وضاحت طلب نظروں سے  
 مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

لاجونتی سر جھکائے میرے قریب آئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ پورن لال مجھے دیکھتے ہی  
 سمجھ جائے گا کہ میں وہاں کیوں آئی ہوں۔ لیکن وہ بدستور خود کو معصوم ثابت کرنے کی  
 کوشش کر رہا تھا۔ میری آنکھوں میں دھول جھونک رہا تھا۔ مجھے اس کی مکاری پر طیش آ  
 گیا۔ میں نے یلغٹ گرج کر کہا۔۔۔۔۔ ”پورن لال! تمہاری مکاری اس سے تمہارے کسی  
 کام نہیں آئے گی۔ میں تمہیں ایسا سبق دوں گا کہ پھر کبھی تم مجھ سے آنکھ ملانے کی ہمت  
 بھی نہ کر سکو گے۔ تم نے میری ممان شکلی کا اہلن کر کے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔“  
 ”کیا کہہ رہے ہو منوہر مہاراج۔!“ پورن لال نے پھر متحیرانہ لہجے میں کہا۔ پھر  
 لاجونتی کو مخاطب کر کے بولا۔۔۔۔۔ ”لاجونتی۔۔۔۔۔ تو مجھے بتا کہ مہاراج پر کیا جیتی ہے۔“  
 ”کینے۔۔۔۔۔ خبردار جو اب تیری پلید زبان پر لاجونتی کا نام آیا۔“ میں نے کڑک کر کہا تو  
 پورن لال ایک لمحے کو بوکھلا گیا۔ پھر میں نے اسے اپنے آنے کا مقصد بتایا تو اس کا چہرہ غصے  
 سے سرخ ہو گیا۔ نفرت سے لاجونتی کو گھورتے ہوئے مجھ سے بولا۔۔۔۔۔ ”منوہر! تم ایک  
 کلنکنی کے کارن میرا اہلن کر رہے ہو۔ اس پاپن نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ جھوٹ  
 ہے، بکواس ہے۔“

”یہ ٹکراؤ اب اوش ہو گا۔۔۔۔۔“ میں کڑک کر بولا۔۔۔۔۔ ”پورن لال میرے بازوؤں  
 کی قوت آزما چکا ہے۔ اس بار میں نے اس پر کپا کر کے شاکر دیا تھا۔ پرتو اس بار وہ  
 میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔ میں اسے ایسا سراپ دوں گا کہ دھرتی بھی لرز اٹھے  
 گی۔“  
 ”میں جیتی کرتی ہوں منوہر کہ اس دھیان کو من سے نکال دو۔ پورن لال سے ٹکرانے  
 کے لئے تمہیں سے کا انتظار کرنا چاہئے۔“ لاجونتی نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ ”وہ  
 منش کے روپ میں۔۔۔۔۔ راکشش ہے۔“  
 ”بکواس مت کرو لاجونتی۔۔۔۔۔“ میں گرج کر بولا۔ ”مجھے بتاؤ کہ اس سے پورن لال  
 کہاں ملے گا۔“  
 ”وہ۔۔۔۔۔ وہ ہمیں لکھتے میں ہے مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجونتی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”کالی  
 کے مندر کے بڑے پجاری کے ساتھ اس کی کئی میں رہتا ہے۔“  
 ”میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔“ میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ لاجونتی نے ہچکچاہٹ کا  
 مظاہر کیا تو میں نے اسے گھسیٹ کر اٹھا لیا۔ وہ سہم کر میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئی۔ میں  
 لمبے لمبے قدم اٹھاتا مکان سے باہر نکلا اور کالی کے مندر کی طرف چل پڑا۔  
 لاجونتی کے بیان نے میرے تن بدن میں آب لگا دی تھی۔ پورن لال کی طرف سے  
 میرے سینے میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اس سے لاجونتی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش  
 کر کے میرا اہلن کیا تھا۔ میری ممان شکلی کو لٹکا رہا تھا۔ اگر اس نے یہ حرکت نیرے کی  
 بھیٹ سے پہلے کی ہوتی تو ممکن تھا میں حالات سے مجبور ہو کر خاموش ہو جاتا لیکن اب  
 جبکہ میں ادیتی دیوی کی آگیا کا پالن کر چکا تھا۔ دیوتا میری بھیٹ سویکار کر چکے تھے۔ میں  
 پورن لال کو کسی قیمت پر معاف کرنے کو تیار نہیں تھا۔ میں نے ٹھوس ارادہ کر لیا تھا کہ  
 پورن لال کو اس کی بدینتی کی ایسی کڑی سزا دوں گا کہ وہ تا عمر اسے یاد رکھے گا۔  
 کالی کے مندر پہنچ کر بڑے پجاری کی کئی تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں پیش  
 آئی۔ حالات میرے حق میں ثابت ہو رہے تھے۔ کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ اس  
 لئے کہ جب میں لاجونتی کو ساتھ لئے بڑے پجاری کی کئی میں داخل ہوا، تو پورن لال وہاں  
 تھا موجود تھا۔ بروئے پجاری موجودگی میں مجھے احتیاط سے کام لینا پڑتا۔ بہر حال پورن لال  
 نے مجھے اپنے سامنے دیکھا تو جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور انتہائی نرم آواز میں بولا۔  
 ”پدھارو مہاراج۔۔۔۔۔ میرے بڑے بھاگ جو تم نے مجھے یاد رکھا۔۔۔۔۔“

تہ اچانک جاگ پڑی ہو۔ پہلے اس نے پورن لال کی طرف دیکھا۔ پھر میری طرف دیکھ  
یوں پلکیں جھپکائے گئی جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں اس کی طرف  
وہ توجہ نہ دے سکا۔ دیتا بھی کیسے جبکہ پورن لال کو حاوی آتا دیکھ کر اور اپنے تمام دار  
ہا جاتے دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ میں ابھی ان بدلے ہوئے حالات پر غور  
رہا تھا کہ پورن لال نے لاجوئی کی طرف سرخ سرخ نظروں سے گھورا پھر نہ جانے کون  
منتر پڑھ کر پھونکا کہ لاجوئی ایک چیخ مار کر بل کھاتی ہوئی فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ میرے لئے  
لمحات بڑے کرناک تھے۔ لاجوئی میرے سامنے پورن لال کے منتر کا شکار ہوئی تھی اور  
پورن لال مجھے یوں گھور رہا تھا جیسے کچھ چبا ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ چند ثانیے ہم دونوں  
بے دوسرے کو گھورتے رہے پھر پورن لال بولا۔۔۔۔۔ ”مورکھ“ اپرا دھی“ تو بھول گیا تھا کہ  
مرد ہمیشہ گرد ہوتا ہے۔ دیوی کی کپا نے تیرا دماغ خراب کر دیا تھا۔ تو نے یہ بھی بھلا دیا  
ماکہ میں کون ہوں میں نے تجھ پر جو مہربانیاں کی تھیں تو نے ان کا مجھے جو بدلا دیا وہ میرا  
دل جانتا ہے۔ پرتو سے سے کی بات ہے بچہ۔ کل تک تیری پو بارہ تھی۔ آج میں تجھے  
ناؤں گا کہ آئے دال کا بھاؤ کیا ہے۔“

پورن لال کے تیور ہر لمحہ خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے تھے۔ میری سمجھ میں  
نہیں آیا تھا کہ آخر اچانک حالات نے پلٹا کس طرح کھالیا۔ کچھ دیر پہلے تک پورن لال  
جھکی ملی بنا میرے سامنے کھڑا تھا اور میں اسے من مانی سنا رہا تھا۔ لیکن اب حالات اس کے  
برعکس تھے۔ اپنے منتروں کا انجام دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ بازی پورن لال کے حق  
میں پلٹ چکی ہے۔ مجھے اپنی بھیئت کا دھیان آیا جو دیوی کے کہنے کے مطابق دیوتاؤں نے  
قبول کر لی تھی۔ لاجوئی نے مجھے یہی بتایا تھا۔ میں حالات کے تانے بانوں کو سلجھانے کی  
کوشش میں محو تھا کہ پورن لال دوبارہ گرج کر بولا۔۔۔۔۔ ”مسئلے۔ تیرے من میں جو کچھ  
ہے مجھے اس کی خبر ہے“ تو نے ادبیت کے ساتھ بھی دھوکہ کیا ہے۔ کالی کی بھیئت پوری نہیں  
ہوئی۔ دیوتاؤں کا کٹ اب تیرا جنم نشٹ کر دے گا۔“

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو پورن لال! میں چپ نہ رہ سکا۔“ میں نے دیوی کو دیا ہوا دھن  
پورا کرنے میں کوئی کھوٹ نہیں کیا۔ میں اپنی پسند کی سندرناری نعیمہ کو لے کر کالی کے  
چروں تک گیا تھا۔ پرتو دیوتاؤں نے نعیمہ کو راستے سے ہٹا دیا۔ لاجوئی نے مجھے بتایا تھا کہ  
میری بھیئت سوینکار ہو چکی ہے۔ دیوتا مجھ سے راضی ہو چکے ہیں۔“  
”دیوتا اب کبھی تجھ سے راضی نہیں ہوں گے مورکھ۔۔۔۔۔“ پورن لال دونوں ہاتھوں

پورن لال نے میری موجودگی میں لاجوئی کو کلکتی اور پاپن کہا تو میرا دماغ الٹ کر رہ  
گیا۔ میں نے غیظ و غضب کی حالت میں ایک زور دار تھپڑ پورن لال کے گال پر رسید  
کرتے ہوئے کڑک کر کہا۔ ”مہرام کے ختم۔ تیری اتنی مجال کہ تو میرے سامنے میری پجاریں  
کا اہلن کر رہا ہے۔ کینے میں تیرا خون پل جلاؤں گا۔ میرا کٹ تجھے جلا کر بھسم کر دے گا۔  
پرتو اس سے پہلے تجھے لاجوئی کے چرن چھو کر اس سے شام کی بھکشا مانگتی ہو گی۔“

پورن لال میرا جواب سن کر اور تھپڑ کھا کر غصے سے سرخ ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا  
کہ وہ مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا ہے۔ لاجوئی کے پیرتھام کر معافی مانگنے کی بات  
سن کر اس کی آنکھیں شعلہ بار ہو رہی تھیں۔ اس کے تیور بدل رہے تھے۔ جس انداز میں  
وہ اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی فیصلے پر پہنچنا چاہتا ہے۔ مجھے  
اس کی خاموشی گراں گزری تو میں نے حلق کے بل چیخے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”کینے“ کیا تو نے  
سنا نہیں کہ میں نے تجھے کیا آگیا دی ہے۔ اگر کتنی چاہتا ہے تو میری آگیا کا پالن کر۔“

پورن لال نے فوراً ہی میری بھلت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک خطرناک  
نظروں سے مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دوبارہ آنکھیں کھولیں تو اس کی  
نگاہوں سے نفرت کے شعلے ابل رہے تھے۔ ایک نظر اس نے لاجوئی پر ڈالی پھر میری جانب  
گھور کر نفرت سے بولا۔۔۔۔۔ ”منوہر! تم اپنی اوقات بھول رہے ہو۔۔۔۔۔ تم نے اپنے گرد  
کا اہلن کیا ہے۔ تمہیں اس کی سزا اوش بھگتی پڑے گی۔“  
”تو“ اور مجھے سزا دے گا۔۔۔۔۔ لے سنبھل۔“

میں نے ایک خطرناک منتر کا جاپ کر کے پورن لال کی سمت پھونکا۔ لیکن پورن لال  
اپنی جگہ کھڑا مسکراتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں طرہ قہر میں نے دوسرا اور پھر تیسرا حملہ کیا  
مگر میرے جنت بیکار گئے۔ پورن لال کی حقارت آمیز مسکراہٹ نے مجھے آپے سے باہر کر  
دیا۔ میں نے تابو توڑ کئی اور منتر آزمائے مگر اب بیکار گئے۔ لاجوئی بدستور میرے قریب  
مردن جھکائے کھڑی تھی۔ میں بری طرح تھلا رہا تھا۔ کسی انجانے خوف کے تصور سے  
برے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔

”کیوں منوہر؟ خاموش کیوں ہو“ کیا مجھے کٹ نہیں دو گے مہاراج۔۔۔۔۔؟“ پورن لال  
نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ”تم کو تو اپنی مہمان شکتی پر بڑا گھمنڈ  
۔۔۔۔۔ اپنے بیروں کو بلاؤ۔۔۔۔۔“

اچانک میں نے لاجوئی کو چونک کر سر اٹھاتے دیکھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ سوتے

نا مجھ سے منہ نہیں پھیر سکتی۔ دیوتا جانتے ہیں کہ میرا من پوتر ہے۔ حرام کے ختم، تو  
رے راستے کا پتہ ہے آج میں تجھے ہمیشہ کے لئے اپنے راستے سے ٹھوکر مار کر علیحدہ کر  
دینگا۔ تیرا گندہ وجود خاک میں ملا دوں گا۔“

میری حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔ پورن لال یقینی طور پر مجھے دیوی دیوتاؤں کے  
راستے سے بھٹکانے کے لئے الٹی سیدھی بکواس کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ سراسر غلط  
تھا۔ ہدائی انداز میں چلاتے ہوئے میں نے پورن لال پر حملہ کر دیا۔ میرا ارادہ تھا کہ اس کو  
فل کر کے اس کی بوئیاں اڑا دوں گا لیکن مجھے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پورن  
لال نے فوری طور پر نہ جانے کیا منتر پڑھ کر میری جانب پھونکا کہ میرے بڑھتے ہوئے قدم  
جکڑ گئے۔ میں اپنی جھونک میں منہ کے بل فرش پر گرا۔ چوٹ شدید تھی۔ میری نظروں کے  
آگے اندھیرا پھیل گیا۔ کوئی رفیق شے بڑی تیزی سے میرے سر سے پھیل کر چرے کو  
آلودہ کر رہی تھی۔ غالباً میرا سر پھٹ گیا تھا۔ میں نے جھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن  
دوسرے ہی لمحے ایک شدید ٹھوکر میری پسلیوں پر پوری قوت سے لگی۔ میں تڑپ اٹھا۔ پھر  
مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے چاروں طرف آگ بھڑک اٹھی ہو۔ میں نے آنکھیں  
کھولنے کی کوشش کی لیکن سر سے بہتا ہوا خون دونوں آنکھوں میں بھر رہا تھا۔ مجھے کچھ نظر  
نہ آ سکا۔ البتہ آگ کے شعلے مجھے ہر لمحہ قریب آتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے بھاگنے  
کی کوشش کی لیکن پورن لال کے منتر کے بیروں نے مجھے پوری طرح جکڑ رکھا تھا۔ مجھے اپنا  
پورا وجود جھلٹا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ میں پاگلوں کی طرح کرناک آواز میں چلانے لگا۔ مجھ  
پر بے ہوشی کے اثرات بڑی تیزی سے حاوی ہو رہے تھے۔ میرا ذہن ڈوب رہا تھا۔۔۔۔۔  
میں اذیت ناک حالتوں سے دوچار تھا۔ اچانک مجھے ان کرناک لمحات میں ایک نسوانی قہقہے  
کی بھرپور آواز سنائی دی۔ میں نے ذہن پر زور دے کر اس آواز کو پہچانا چاہا۔ لیکن ذہن  
نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ میں نے ایک آخری چیخ ماری۔ پھر میرے سارے بدن کی طاقت  
گھپ اندھیروں کی اتھاہ گھرائیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔ یعنی میں بے ہوش ہو چکا تھا۔۔۔۔۔!!  
میں پورن لال کے کشٹ سے کب تک دوچار رہا۔ مجھے اس کا مطلق احساس نہیں  
البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ دوسری بار جب غنودگی کی کیفیتوں کا بوجھ ہلکا ہوا اور میں ہوش میں  
آیا تو میرا سارا جسم پھوڑے کی طرح درد کر رہا تھا۔ ایک ایک جوڑ رستے ہوئے ناسور کی  
صورت اذیت پہنچا رہا تھا۔ پہلی بار جب میں نے پلکوں کو داکیا تو دھند کی دبیز چادر میرے  
اور ماحول کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو گئی۔ سب سے پہلے میری نظر جس پر پڑی وہ

کی مٹھیاں بھیجنے کر غصے سے بولا۔۔۔۔۔ ”تو میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتا۔  
نے بھینٹ کے سلسلے میں کالی سے دھوکا کیا ہے۔ دیوی نے مجھ کو یہی بتایا ہے، دیوی کہی  
جھوٹ نہیں بول سکتی۔ اس کی ہنستی اپر م پار ہے۔“

پورن لال کی باتیں سن کر میرا ذہن پلٹنے لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان باتوں  
کا کیا مطلب نکالوں۔ لاجوتی نے مجھے میری بھینٹ قبول ہونے کی مہار کہا دی تھی لیکن  
پورن لال کچھ اور کہہ رہا تھا۔ کیا لاجوتی نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا؟ کیا وہ مجھے دھوکہ  
دینے کا ارادہ رکھتی تھی؟ پورن لال کو اصل حالات کا علم کس طرح ہوا تھا؟ اگر وہ دروغ  
گوئی کر رہا تھا تو میرے منتر اس پر کیوں نہیں اثر کر رہے تھے؟ وہ لاجوتی کو بے ہوش  
کرنے میں کس طرح کامیاب ہو گیا۔۔۔۔۔؟ میرا ذہن قلابازیاں کھا رہا تھا کہ پورن لال  
نے حقارت بھری نظریں میرے اوپر ڈالتے ہوئے انتہائی نفرت سے کہا۔ ”پرادمی! میں نے  
چاہا تھا کہ تجھے منش سے بچاری بنا دوں۔ میں تجھے اپنا مہمان سیرک بنانے کے سنے دیکھ رہا  
تھا۔ مجھے دشواش تھا کہ میں نے تجھ پر جو محنت کی ہے وہ برباد نہیں ہوگی۔ پرنٹو تیرے من  
میں، کھوٹ تھا۔ تو نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔ تو نے ایک اپرا کے سندر جال میں پھنس کر  
میرا اہملاف کیا۔ تیرے کارن دیوی دیوتا مجھ سے روٹھ گئے، پرنٹو آج تو نے منہ کی کھائی  
ہے۔ اگر تو نے کالی کے چرنوں میں بھینٹ دی ہوئی۔ تو دیوی دیوتا تجھے مہمان ہنستی دان کر  
دیتے۔ کالی کی کہا تجھے بلوان کر دیتی۔ لیکن تیرے من میں کھوٹ تھا تو نے کالی کے ساتھ  
بھی دھوکا کیا۔ تو نے اپنی سندر ناری کو کالی کے چرنوں سے دور کر دیا۔ تو نے دیوی دیوتاؤں  
کے ساتھ بھی چھل کپٹ سے کام لیا ہے۔ تو نے مہمان نکلتیوں کا اہملاف کیا ہے کینے۔ میں  
آج تجھے ایسا کشٹ دوں گا کہ تو سدا بپاکل رہے گا۔ سارا جیون تجھے چمین نہیں پراپت ہو  
گا۔“

”تم بکواس کرتے ہو پورن لال۔“ میں ہدائی انداز میں چیخ اٹھا۔۔۔۔۔ ”میں نے نیرمہ  
کی بھینٹ کے سلسلے میں کالی کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا۔ میرے من میں کوئی کھوٹ نہیں  
تھا۔ لاجوتی نے کہا تھا کہ میری بھینٹ سوئیکار کر لی گئی ہے۔ تم کہتے ہو کہ دیوی دیوتا مجھ  
سے ناراض ہیں۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ میرے ساتھ تم نے اور لاجوتی نے مل کر دھوکا کیا  
ہے۔ تم دونوں کینے ہو۔ میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔ تمہارے منہ پر تھوکتا ہوں۔ تم مہمان  
نہیں بے ایمان ہو۔ مکار فریبی، دغا باز۔ تم دیوی دیوتاؤں کے سچے سیوک نہیں، تم اپنے  
دھرم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہو۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔ دیوی میرے ساتھ ہے۔

پورن لال تھا۔ میرے سامنے سینہ تانے کھڑا وہ مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے ماحول کا جائزہ لیا۔ اس وقت میں کسی مالدار آسامی کی خوابگاہ میں تھا۔ جہاں کی ہر شے اپنی امارت کا اعلان زبان حال سے کر رہی تھی۔ میں نے ذہن پر زور ڈال کر سوچنے کی کوشش کی۔ میں کالی کے بڑے پجاری کی کٹی میں بے ہوش ہوا تھا۔ یہاں اس خوابگاہ تک کیسے آگیا؟ ابھی میں ماحول کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک وہی نسوانی قہقہے کی مترنم مگر مدہم آواز میرے کانوں میں گونجی جو میں نے بیہوش ہوتے وقت سنی تھی۔ میں نے چونک کر آواز کی سمت نظر اٹھائی۔ پورن لال اور لاجوئی میرے سامنے کھڑے ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خانی کر رہے تھے۔ پورن لال نے لاجوئی کی کر کے گرد ہاتھ کا حلقہ مضبوط کر رکھا تھا۔ اور لاجوئی اس حلقے کو توڑنے کی کوشش میں مستانہ وار بل کھا رہی تھی۔ سک رہی تھی، پھل رہی تھی۔ زندگی سے بھرپور قہقہے لگا رہی تھی۔ مجھے شدید گھٹن کا احساس ہوا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں چاہیں۔ میں اپنی آنکھوں سے لاجوئی کو اپنے دشمن کی بانہوں میں ہسکتا نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن کوشش کے باوجود میں نہ اپنی آنکھ بند کر سکا اور نہ ادھر سے اپنی توجہ ہٹا سکا۔ پورن لال نے ایک جھٹکے سے لاجوئی کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور والہانہ انداز میں اسے پیار کرنے لگا۔ لاجوئی نے بڑی بے حیائی سے خود کو پورن لال کے حوالے کر رکھا تھا۔ میرے دل پر چھریاں چل رہی تھیں۔ میں نہ چاہنے کے باوجود سب کچھ دیکھنے پر مجبور تھا۔ کچھ دیر تک پورن لال، لاجوئی کے سندور اور کومل شریر سے کھیلتا رہا پھر اس نے اچانک میری طرف اشارہ کر کے لاجوئی سے پوچھا۔ ”لاجوئی کیا تو نے کبھی اس منش کو دیکھا ہے؟“

لاجوئی نے میری طرف تعجب خیز نظروں سے گھورا، کچھ دیر ٹٹکی باندھے گھورتی رہی، اس کی نظروں میں میرے لئے اجنبیت کا احساس چھلک رہا تھا، کچھ توقف کے بعد اس نے پورن لال کی طرف دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ ”یہ کون پکھیرو ہے مہاراج؟ اس کی صورت اس قدر بھیانک کیوں ہے؟“

لاجوئی سے یہ جواب سن کر میرے دل پر ایک گھونہ لگا۔ وہ میرے بارے میں کبھی اس قسم کے الفاظ استعمال کرے گی۔ میں نے خواب میں ایسا نہیں سوچا تھا۔ گھٹن کا احساس میرے لئے اور شدید ہو گیا۔ پورن لال نے لاجوئی کی بات سن کر فاتحانہ نظروں سے میرے چہرے پر ایک حقارت بھری نظر ڈالی۔ پھر لاجوئی سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”اس پکھیرو کا نام منوہر لال ہے، کبھی یہ بڑا سندور ہوا کرتا تھا۔ پرنتو اب یہ اگر خود بھی اپنا چہرہ

دیکھے تو نہیں پہچان سکتا۔“

”منوہر لال۔“ لاجوئی نے میری طرف نظریں اٹھا کر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ایسا جان پڑتا ہے کہ مہاراج جیسے یہ نام میں نے پہلے بھی کبھی سن رکھا ہے۔ کہاں؟ یہ یاد نہیں آ رہا۔“

”تم نے اس کا نام اوش سنا ہو گا لاجو۔“ پورن لال نے طنز بھری مسکراہٹ سے جواب دیا۔ پھر لاجوئی کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر بولا۔ ”یہ مہاشے کبھی مہان ہکتی کے مالک تھے، ان کا شہ نام منوہر لال مہاراج تھا، ان کے ایک اشارے پر دھرتی کا سینہ کانپ اٹھتا تھا، یہ دیوی دیوتاؤں کے مہان سیوک تھے، ایک بار اس نے مجھے بھی کشت دیا تھا۔ اس سے اس کی ہکتی اپرم پار تھی، پرنتو اب یہ میرے چرنوں پر بھکاریوں کی طرح پڑا ہے، اس کی ساری ہکتی ختم ہو چکی ہے، اب یہ ایک حقیر کیڑے کی طرح ہے، میں جب چاہوں اسے چرنوں تلے مسل کر خاک میں ملا سکتا ہوں۔“

”میں سمجھی نہیں مہاراج۔“ لاجوئی نے تعجب سے پوچھا۔ ”اگر یہ مہان ہکتی کا مالک تھا تو بھکاری کیسے بن گیا۔“

”دیوی دیوتاؤں کا کشت۔“ پورن لال سختی سے بولا۔ ”اس مورکھ نے دیوتاؤں کو وچن دے کر اسے بھلا دیا تھا۔ اس نے کالی کے چرنوں کی بھیئت واپس لے لی تھی، اس اپرا دھی نے گرد کو پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔“

”مہاراج۔ لاجوئی نے بدستور تمیزانہ لہجے میں پوچھا۔“ اگر اس پاپی نے دیوی دیوتاؤں کا اہمیان کیا ہے تو یہ اب تک زندہ کیوں ہے؟ تم اسے جلا کر بھسم کیوں نہیں کر دیتے مہاراج؟ اس اپرا دھی کو ایسا سراپ دو مہاراج کہ اس کی آتما بھی بیا کل رہے۔ دھرتی اس کے بوجھ سے پلید ہو رہی ہے۔ مہاراج اسے نرکھ میں جھونک دو۔“

”میں نے بھی پہلے یہی سوچا تھا لاجوئی، پرنتو بعد میں، میں نے اپنا خیال بدل دیا، اس لئے کہ یہ ہندو نہیں بلکہ مسلمان ہے، اس کا دھرم ہم سے الگ ہے۔ اس کی گندی آتما نرکھ کو بھی پلید کر دے گی۔“ پورن لال نے حقارت سے جواب دیا۔ ”دیوی دیوتاؤں نے اس مسئلے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسے ہاتھ پاؤں توڑ کر کسی گندی موری (ٹالی) کے کنارے ڈال دیا جائے، اس کے بھاگ میں بربادیوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

”اگر یہ پلید منش ہے تو تم اسے یہاں کیوں اٹھا لائے ہو۔“ لاجوئی نے نفرت سے بھنویں سیڑھتے ہوئے کہا۔ ”اسے اٹھا کر باہر پھینک آؤ مہاراج۔“



”مَم“ میں ----- ”میں ہلکا کر رہ گیا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں سپاہی کو اپنا کیا نام بتاؤں، حالات نے مجھے اس قدر دل شکستہ کر دیا تھا کہ میری زبان پر تالے پڑ گئے تھے۔“

”ہلکا کیوں رہا ہے، کینے۔“ سپاہی نے میری بوکھلاہٹ کو مشکوک نظروں سے دیکھتے

میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، زندگی کی گمما گمھی میرے سامنے جاری تھی۔ میں نے اپنی نیمہ کے بارے میں سوچا، نیمہ جس نے مجھے سارا دیا تھا، زندگی کی رنگینیاں بخش تھیں، محبت کی حلاوتوں سے میری زندگی کو جلا بخشی تھی لیکن میں نے اس کی وفاؤں

ہوئے گرج کر کہا۔ ”سیدھی طرح میری بات کا جواب دے، نہیں تو چڑی اویڑ کر رکھ دوں گا۔“

”میرا نام ————— شبیر حسن خاں ہے۔“ میں نے سسے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”اس علاقے میں کب سے بھیک کا دھندا کر رہا ہے۔“ سپاہی نے دوسرا سوال کیا۔ میں ایک بار پھر گڑ بڑا گیا، سپاہی نے مجھے بوکھلاتے دیکھا تو تیسرا سوال کر ڈالا ”کل رات تو کہاں تھا؟“

”میں ————— کالی کے بڑے مندر ————— میں کچھ کہتے کہتے بکھت خاموش ہو گیا مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا لیکن اب کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا، تیر مکان سے نکل چکا تھا، سپاہی نے اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے پہلے ہی شبہ تھا مہاشے کہ تم وہ نہیں جو نظر آ رہے ہو، شبیر حسن خاں کا کالی کے پوتر مندر سے کیا سمبندھ۔“

”مم ————— میں ————— بھکاری نہیں ہوں سپاہی جی“ میں نے جلدی سے اپنا بچاؤ کرنے کی خاطر کہا تو سپاہی زہر خند سے بولا۔ ”صورت ہی سے کسی مہاراج کے پتر نظر آ رہے ہو۔“

”مجھے تو شکل ہی سے یہ کوئی اٹھائی گیرا جان پڑتا ہے۔“ مہاجن نما اجنبی نے حقارت سے کہا۔ ”ایسے ہی منش بھیس بدل کر چوری اور ڈاکے مارتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہمارے سیٹھ جی کے ہاں ڈاکہ مارنے والوں میں اس کا بھی ہاتھ ہو۔“

”میں بھی آج پہلی بار اس رنگے سیار کو اس علاقے میں دیکھ رہا ہوں۔“ سپاہی نے تائید کرتے ہوئے خشک لہجے میں کہا پھر مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھور کر بولا۔ ”رہتے کہاں ہو؟“

میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا، جب مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ اچانک میں اس حالت کو کس طرح پہنچ گیا تو دوسروں کو بھلا کیا بتا سکتا تھا، میری ہچکچاہٹ نے سپاہی کو اور طرح دی، کڑک کر بولا۔ ”سیٹھ گوہند داس موتی والے کا نام کبھی سنا ہے۔“

”نن ————— نہیں۔“ میں نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں کسی سیٹھ گوہند داس موتی والے سے واقف نہیں ہوں۔“

”سنو مہاشے، سیدھی طرح کھل جاؤ۔“ سپاہی نے میرے قریب آتے ہوئے راز دار

لہجے میں کہا۔ ”اگر تم نے اپنے دوسرے ساتھیوں کا نام مجھے بتا دیا تو ہم تمہیں سرکاری گواہ بنا کر بچالیں گے پر تو اگر تم نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو پھر ہمیں ٹیڑھی انگلیوں سے کھی نکالنا بھی آتا ہے۔“

”مجھے کچھ نہیں معلوم سپاہی جی۔“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”میں قسم کھاتا ہوں کہ میں بے قصور ہوں، میرا کسی چوری یا ڈکیتی سے کوئی تعلق نہیں، میں بے قصور ہوں۔“

”بکواس بند کر، بے قصور کا بچہ۔“ سپاہی نے ایک بھر پور ہاتھ میری گدی پر رسید کرتے ہوئے کہا ”تیرے تو پتا بھی تھانے چل کر اپنی جی کھٹا سنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

سپاہی کا ہاتھ اس قدر بھر پور اور اچانک تھا کہ میں تورا کر منہ کے بل زمین پر گرا۔ اس اچانک افتاد نے میرے رہے سے اوسان بھی خطا کر دیئے تھے، میں نے اپنے ڈوبتے ذہن کو سنبھال کر اپنے بچاؤ میں کچھ کہنا چاہا لیکن میری ایک نہ چلی۔ سپاہی نے دوسرے لوگوں کے ذریعے مجھے پکڑ کر ایک ٹیکسی میں ڈالا اور تھانے لے گیا، راستے بھر وہ لات اور گھونٹوں سے میری خاطر مدارات کرتا رہا، تھانے پہنچ کر ایک بار پھر مجھے اپنی صفائی کا موقع ملا۔ لیکن حالات نے مجھے بے بس کر دیا۔ میں نے جو کہانی سنائی اس پر خود مجھے بھی شبہ تھا، لیکن حالات نے مجھے حوالات میں بند کر دیا جہاں رات بھر سیٹھ گوہند داس موتی والے کے تھانے دار نے مجھے حوالات میں بند کر دیا جہاں رات بھر سیٹھ گوہند داس موتی والے کے ہاں پڑنے والے ڈاکے کے سلسلے میں میری زبان کھلوانے کی خاطر مجھ پر سختیاں توڑی گئیں، میں کتنی بار بیہوش ہوا اور کتنی بار خالوں نے مجھے سرد پانی کے چھینٹے دے کر ہوش میں لانے کی کوشش کی مجھے مطلق یاد نہیں، میری داد فریاد سب رائیگاں گئی۔ دو روز بعد مجھے ڈرا دھکا کر چند دوسرے مجرموں کے ہمراہ عدالت میں پیش کیا گیا، میرے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کا کوئی ثبوت نہ تھا اس لئے مجھے بھی سزا ہو گئی مجسٹریٹ نے مجھے ڈکیتی کے جرم سے بری الذمہ قرار دیا تھا لیکن بھیک مانگنے کے جرم میں دو ماہ قید سخت کا حکم سنا دیا!!

دو ماہ کی یہ قید میری زندگی کو برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ بن گئی۔ ممکن ہے آپ میری اس بات کو سکر مسکرائیں اور میری صحیح الدماغی پر شبہ کریں لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کا ایک ایک لفظ میرے دل کی آواز ہے اور حقیقت پر مبنی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جیل جانے سے موت بہتر ہے لیکن میں نہیں مانتا، میں اپنے بارے میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر میں جیل نہ گیا ہوتا اور فائدہ کشی سے تنگ آ کر گمناہی کی موت مر گیا ہوتا تو آج میری یہ داستان دوسروں کے لئے داستان عبرت کس طرح بن سکتی تھی؟ میں

لی اور تن بتدیر وہاں سے چل پڑا، میری کوئی منزل نہ تھی، کوئی ٹھکانہ نہ تھا، کوئی ایسا  
 ایسا نہ تھا جہاں بیٹھ کر دو گھڑی سکون کا سانس لے سکتا، نیشہ کی یاد بہر حال ابھی تک  
 بری زندگی سے وابستہ تھی۔ دو تین روز تک میں نے جن مشکلات کا سامنا کیا وہ میرا دل  
 بہتر جانتا ہے، دن بھر میں سڑکوں اور گلیوں کی خاک چھانٹا پھرتا، لوگوں کے آگے دست  
 وال دا کرتا تو لوگ مجھے جھڑک دیتے، مجھے تندرست و توانا دیکھ کر کوئی بھیک دینا بھی گوارا  
 میں کرتا تھا۔ اگر میں محنت و مزدوری کے ارادے سے آگے بڑھتا تو لوگ مجھے چور اٹھائی  
 لکیر سمجھ کر کتڑا کر نکل جاتے تھے۔ غرضیکہ دو تین روز تک میں دن بھر فاقے کرتا رہا اور  
 اپنی پی کر گزارا کرتا رہا، رات آتی تو کسی ویران گوشے میں پڑا رہتا اور صبح ہوتی تو پھر  
 نست آزمائی کے لئے اپنے ہی جیسے مانوس چروں کے درمیان آکر بھٹکنے لگتا۔ ایک دو بار تو  
 میرے جی میں آیا کہ ابکی بار دیدہ و دانستہ کسی جرم کا ارتکاب کروں اور پھر جیل چلا جاؤں  
 جہاں گالیوں اور جوتوں کی یلغار کے بعد روکھی سوکھی تو میسر آ جاتی تھی، لیکن شاید میرا ضمیر  
 ابھی زندہ تھا یا پھر قدرت کو کچھ اور منظور تھا جو میں چاہنے کے باوجود کسی جرم کا ارتکاب  
 کرتے گھبراتا تھا۔

چوتھے دن میں پھر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہا لیکن کسی کو میری حالت پر رحم نہ  
 آیا۔ میرے خیالات باغی ہونے لگے میں نے طے کر لیا کہ آج بھی مجھے ایک وقت کی روٹی  
 نصیب نہ ہوئی تو کل یقینی طور پر کوئی جرم کر کے جیل جانے کی کوشش کروں گا۔ میں ان  
 ہی خیالات میں غرق ہونٹ چباتا ایک فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا کہ اچانک کسی سے ٹکرا کر  
 رکا۔

”کینے، کیا تیری آنکھیں پھوٹ گئی ہیں، مجھے بھی پلید کر دیا۔“ ایک حقارت بھرا جملہ  
 میرے کانوں میں گونجا، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرے زخم، جو وقت کی کھرند جم جانے  
 سے دب گئے تھے ایک ہی ٹھیس میں پھر سے ہرے ہو گئے۔ میری ٹھٹھیاں آپ ہی آپ بند  
 ہو گئیں میرے خون کی حدت بڑھ گئی، میری آنکھوں سے نفرت کے شعلے بلند ہونے لگے،  
 انتقام کی آگ بھڑکنے لگی، میں جس شخص سے ٹکرایا وہ پورن لال تھا۔ وہی پورن لال جس  
 نے میری زندگی میں زہر کا بیج بویا تھا مجھے سراب کا راستہ دکھایا تھا اور پھر اچانک بلند یوں  
 سے اٹھا کر پستیوں کی جانب پھینک دیا تھا۔ نظریں چار ہوئیں تو پورن لال ایک ٹانے کو  
 چونکا پھر حقارت سے منہ بنا کر بولا۔ ”تم۔۔۔۔۔۔؟“ میرا خیال ہے کہ میں تم کو پہلے  
 بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔“

نے جیل میں جن مشکلات کا سامنا کیا وہ خدا میرے دشمنوں کو بھی نصیب نہ کرے لیکن یہ  
 حقیقت ہے کہ ان مشکلات نے میری اصلاح کی، میں نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور  
 سمجھا، مجھے جیل کے ایک ایک ذرے سے محبت ہو گئی، اسی جیل نے مجھے جینے کا سہارا دیا  
 تھا، اسی نے مجھے پھر سے انسان بنا دیا جس کا ذکر میں آئندہ کروں گا۔

جیل جانے کے بعد مجھے شروع میں دو ہفتے تک علاج کے لئے ہسپتال میں رکھا گیا پھر  
 جب میری حالت سدھر گئی تو مجھے ہسپتال سے جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں مجھ سے سخت  
 محنت لی گئی، سپاہیوں نے مجھ پر ظلم توڑے، اٹھتے بیٹھتے جوتے لات اور گندی گندی گالیوں  
 سے داڑھا جاتا لیکن میں یہ سب کچھ سننے اور برداشت کرنے کے لئے مجبور تھا۔ مجھے اچھی  
 طرح یاد ہے کہ ایک بار میں نے ایک سنتری کو ماں کی گالی دینے پر محض بدل ہوئی نظروں  
 سے دیکھا تھا۔ اس گھورنے کے جرم میں مجھے اس بری طرح مارا گیا کہ توبہ بھلی، دو روز  
 تک مجھے ایک دقت کی روٹی ملی پھر جب میں گالیاں سننے اور مار کھانے کا عادی ہو گیا تو میری  
 خوراک بحال کر دی گئی۔

غرضیکہ جیل کی زندگی نے مجھے مشقتوں کا عادی بنا دیا۔ شبیر حسن خاں جو ایک باعزت  
 گھر کا چشم و چراغ تھا کیسی کیسی صبر آزما گھڑیوں سے گزرا تھا، کیسی کیسی مصیبتوں سے دو  
 چار ہوا تھا، پہلے وہ مسلمان تھا پھر حالات نے اسے ہندو بننے اور پتھروں کو پوجنے پر مجبور کر  
 دیا۔ یہ بھی ایک سراب تھا جس کے پیچھے میں ایک عرصے تک بھاگتا رہا، آنکھیں بند کئے  
 دوڑتا رہا اور جب سراب کا طلسم ٹوٹا تو جیل کی زندگی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی،  
 اب ایسا شخص بن کر رہ گیا تھا جس کا کوئی مذہب نہیں تھا، کوئی دھرم نہیں تھا، کوئی منزل  
 نہیں تھی، جس کا ماضی ایک ہولناک مگر حسین خواب تھا۔ جس کا حال ایک اذیتناک اور  
 عبرتناک حقیقت تھی اور جس کے مستقبل کا کوئی پتہ کوئی نشان نہیں تھا۔ آج بھی وہ دن یاد  
 آتے ہیں تو میں سر تا پا لرز اٹھتا ہوں میری آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں، میں پہروں اپنی  
 کتاب زندگی کے گرد آلود ورقوں کو الٹا پلٹتا رہتا ہوں اور جب تھک ہار کر مذہال ہو جاتا  
 ہوں تو ذہن سے ان باتوں کو جھٹک دیتا ہوں، بہر حال اب میں پھر اصل واقعات کی سمت  
 آتا ہوں تاکہ پڑھنے والوں کی دلچسپی برقرار رہ سکے!

جیل کی دو ماہ کی صعوبتیں جھیلنے کے بعد جب میں کھلی فضا میں باہر آیا تو مجھے ایسا لگا  
 کہ جیسے میں کسی نئی دنیا میں آ گیا ہوں۔ ہر چیز میری دیکھی بھالی، جانی پہچانی تھی لیکن نہ  
 جانے کیوں اجنبی اجنبی لگ رہی تھی۔ میں نے ایک الوداعی نظر جیل کے بوے پھانک پر

”شیر“ یہ کہ میں کچھ کتا سپاہی نے مجھے جکڑ لیا۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں  
 نام لے کر س کے ساتھ چل پڑا، مجھے یقین تھا کہ پورن لال کے غائب ہو جانے کے  
 ”رود جرم عائد نہیں کی جاسکتی البتہ اس بات کا خدشہ ضرور تھا کہ تھانے پہنچ  
 میں۔“ خاصی درگت بنے گی مگر اس کا غم نہیں تھا۔ پورن لال کی مرمت کرنے کی

میری حالت اس وقت عجیب ہو رہی تھی، بے بسی کا احساس مجھے خون کے آنسو رلا رہا تھا، مجھے اپنی مجبوریوں پر رونا آ رہا تھا۔ میرا دشمن میرے سامنے موجود تھا لیکن میں اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے سے قاصر تھا۔ زندگی میں پہلی بار ندامت سے میری آنکھیں بھر آئیں میں نے پہلی بار ایک عرصے کے بعد اپنے خدا کو یاد کیا، اس خدا کو جسے بھول کر میں پتھر کے بیجان اور حقیر مجتہدوں کو پوجنے لگا تھا۔ میری جہرت بھری نظریں پورن لال کے چہرے پر مرکوز تھیں جو مجھے حقارت سے سمجھ رہا تھا، اس بد بخت ظالم نے میری آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھے تو ہنس کر بولا۔ ”چھی، چھی، چھی“ تم انٹش ہو کر آنسو بہا رہے ہو شبیر



”جس وقت وہ غائب ہوا میں تمہارے ڈنڈے کی ضرب سے تلملا رہا تھا۔“ میں نے اسامہ بنا کر کہا۔ ”تمہیں یہ سوال وہاں موجود افراد سے کرنا چاہئے تھا سنتی جی۔“

”مجھے حیرت ہے۔“ سنتی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مجمع کو بھی اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اچانک کہاں گم ہو گیا؟ کیا وہ تم سے پہلی بار ملا تھا؟ تمہارا جھگڑا کس بات پر شروع ہوا تھا؟“

”وہ خود ہی مجھ سے ٹکرا گیا تھا پھر مار پیٹ شروع ہو گئی۔“ میں نے دیدہ و دانستہ پورن لال کے سلسلہ میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”وہ کون تھا؟ کہاں سے نمودار ہوا اور کہاں غائب ہو گیا مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔“

”میں تمہیں جان بوجھ کر وہاں سے ہٹا لیا تھا۔“ سنتی نے اچانک بڑی نرم زبان میں کہا۔ ”اگر تم وہاں رہتے تو فرقہ وارانہ فساد ہونے کا اندیشہ تھا، مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم کو قابو کرنے کے لئے ڈنڈے کا استعمال کیا، بہر حال تم اب جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر فی الحال اس علاقے سے دور ہی رہنا جہاں تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔“

مجھے سنتی سے اتنی رحمی کی امید نہیں تھی۔ میں نے اسے حیرت بھری نظروں سے گھورا پھر پلٹ کر اس سمت دیکھا جہاں پراسرار بوڑھا موجود تھا لیکن اب وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ میں نے سنتی کی موجودگی کو نظر انداز کر کے قدم بڑھا دیے۔ قرب و جوار کی تمام گلیاں چھان ماریں مگر بوڑھا کہیں نظر نہ آیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ سنتی کے ہاتھوں میری گلو خلاصی اسی بوڑھے کی آمد کی وجہ سے ہوئی تھی، وہ یقیناً پراسرار طاقتوں کا مالک ہو گا۔ میرا ذہن بوڑھے کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے نیمہ کو کالی کے مندر میں جانے سے کیوں روکا تھا؟ نیمہ سے اس کی ذات کا کیا تعلق تھا؟ اگر وہ میرا دشمن تھا تو اسے دیکھ کر مجھے غصہ نہ آنے کیا وجہ تھی؟ وہ میرے سامنے آکر اچانک غائب کیوں ہو گیا؟ میں بوڑھے کے بارے میں سوچتا رہا، معاں میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا، وہ آواز جو میرے کانوں میں پورن لال سے لڑتے وقت گونجی تھی یقیناً اسی بوڑھے کی تھی۔ میں اس آواز کو کالی کے مندر کے باہر سیڑھیوں پر بھی سن چکا تھا، اسی آواز نے نیمہ کو لاجوئی کے سحر سے آزاد کرا کے اپنے ساتھ جانے پر مجبور کیا تھا۔ اسی آواز نے مجھے پورن لال کے گندے بیروں کے کالے جادو سے نجات دلائی تھی، اسی پراسرار آواز نے مجھے نہ صرف پورن لال سے لڑنے کا مشورہ دیا تھا بلکہ میرے ہاتھوں پورن لال کی مٹی بھی پلید کر آئی تھی۔ لیکن پھر پورن لال اچانک کہاں غائب ہو گیا تھا؟ کیا

خوشی مجھے اپنی پریشانی سے کہیں زیادہ تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ راہ گیر ہمارے ساتھ ساتھ لگے رہے پھر وہ اپنی اپنی راہ چل دیئے پولیس والا لٹے ہاتھ سے میرے ہاتھ پر گرفت مضبوط کئے ہوئے تھامیدھے ہاتھ میں اسے اپنے ڈنڈے کو اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ اگر مٹر ذرا بھی چالاکی سے کام لیتا تو وہ ڈنڈا گھما دیتا۔ یوں بھی وہ مجھ سے زیادہ طاقتور تھا اس نے اسے میری طرف سے کسی حماقت کی امید نہیں تھی۔ خود میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ خواہ کسی الجھن میں چھننے کی کوشش نہیں کروں گا۔

سیدھی سڑک طے کرنے کے بعد ہم بائیں جانب مڑے، تھانہ یہاں سے بمشکل ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ لیکن جیسے ہی ہم موڑ پر پہنچ کر گھومے میں ٹھٹھک کر رہ گیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں یلکھت کئی گنا بڑھ گئیں، میری نظریں اس سفید ریش بزرگ کے چہرے پر جم کر رہ گئیں جو مجھ سے دس قدم کے فاصلے پر کھڑا ہماری طرف دیکھ رہا تھا مگر نے اس بزرگ کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی، یہ وہی بوڑھا تھا جسے میں کالی کے مندر کی سیڑھیوں پر دیکھ چکا تھا۔ نیمہ کو یہی پراسرار بوڑھا اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس کے چہرے اس وقت بھی وہی جلال تھا جیسا میں پہلے دیکھا چکا تھا، مجھ پر کچھ عجیب سی کیفیتیں طاری ہو رہی تھیں۔

اسی لمحے میں نے پولیس والے کو بھی بزرگ کی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ دونوں کی نظریں آپس میں ٹکرائیں۔ میں نے محسوس کیا کہ سنتی کی گرفت میری کلائی پر کمزور رہی ہے۔

سنتی اور پراسرار بوڑھے کی نگاہیں چار تھیں۔ میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز رہی تھیں، بوڑھے کو اپنے سامنے دیکھ کر مجھے اس بات کا احساس ضرور ہوا تھا کہ اسی نیمہ کو مجھ سے چھینا تھا لیکن نہ جانے کیا وجہ تھی کہ غصہ آنے کے بجائے میں بوڑھے بڑی عقیدہ مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں عجیب کیفیتوں سے دو چار تھا۔ نامعلوم جذباتوں سے سرشار ہر رہا تھا۔ چند ثانیوں تک سنتی بوڑھے کو گھورتا رہا پھر اس کی گرفت میری کلائی سے ہٹ گئی۔ اس نے مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”شیر حسن خاں۔“ میں نے مختصراً جواب دیا۔

”کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ شخص اچانک کہاں غائب ہو گیا جس سے تم نبرد آتے تھے؟“ سنتی نے دوسرا سوال کیا۔

اسے فرار کا موقع بھی اسی پر اسرار بوڑھے نے فراہم کیا تھا؟

میرا ذہن قلابازیاں کھانے لگا۔ میں جس قدر بوڑھے کے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کرتا میرا ذہن اتنا ہی الجھتا جاتا۔ بھوک و پیاس سے میری حالت ابتر ہو رہی تھی، مجھے سنتری سے گلو خلاصی کا افسوس ہوا، اگر وہ پر اسرار بوڑھا درمیان میں نہ آ جاتا تو عین ممکن تھا کہ مجھے دوبارہ جیل نصیب ہو جاتی، اور میری بھوک پیاس کا مسئلہ ضرور حل ہو جاتا۔ بے بسی کے احساس نے مجھے تڑپا دیا۔ حالات کے نشیب و فراز نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ کبھی میرا نام سن کر بڑے بڑے پنڈت پجاری کانپ اٹھتے تھے، مجھے ہر بات پر قدرت حاصل تھی۔ میرا ایک معمولی اشارہ انہونی کو ہونی بنا دیا کرتا تھا لیکن آج میں بھوک و پیاس سے نڈھال ہو رہا تھا۔ میرے پاس تن ڈھانپنے کو پوری طرح کوئی لباس بھی نہ تھا، میں دانے کو محتاج ہو رہا تھا۔ میرا ذہن ابھی متضاد خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ قریب سے اذان کی آواز ابھری، اور میں تیزی سے قدم اٹھاتا آواز کی جانب لپکا، سامنے والی گلی عبور کر کے کشادہ سڑک پر آیا تو مسجد میرے سامنے تھی مسلمانوں کی عبادت گاہ، میرے قدم یلکھت رک گئے۔ میں نے حسرت بھری نظروں سے مسجد کی جانب دیکھا، میرا دل خوف سے کانپ اٹھا۔ اذان کی آواز کب ختم ہوئی مجھے اس کا مطلق احساس نہ ہوا، مسجد نمازیوں سے کب خالی ہوئی مجھے یہ بھی یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ میں اپنی جگہ کھڑا آنسو بہا رہا تھا کہ کسی نے مجھے بازو سے پکڑا اور میں ہوش میں آ گیا۔ ایک اوجیز عمر کا شخص میرے قریب کھڑا مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بظاہر وہ بھی آسودہ حال نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کی نگاہوں میں میرے لئے ہمدردی کا جذبہ ضرور موجود تھا، قل اس کے کہ میں اس سے کچھ کہتا وہ از خود مجھ سے مخاطب ہوا۔

”تم مجھے بہت دیکھی معلوم ہوتے ہو میرے بھائی! کیا میں تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں؟“

نووارد کی زبان سے ہمدردی کے دو بول اور بھائی کا لفظ سن کر میرا دل بھر آیا۔ آنسوؤں کا تھما ہوا سیلاب اٹھ پڑا، نووارد نے مجھے تسلیاں دیں اور اپنے ساتھ مسجد کی پشت پر بیٹے ہوئے ایک نیم پختہ مکان میں لے گیا جہاں وہ تھا رہتا تھا۔ اس نے میرے سامنے کھانا لا کر رکھا تو میں دیوانوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ وہ خاموش بیٹھا میری ایک ایک حرکت اک جائزہ لیتا رہا۔ جب میں سیر ہو کر کھا چکا تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسجد کا موزن ہے اور اس مکان میں تھا رہتا ہے۔ اس کے اصرار پر میں نے بھی اسے اپنے مختصر حالات

سے آگاہ کیا۔ موزن جس کا نام باقر علی تھا حیرت سے میری داستان سنتا رہا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

”شیر حسن خاں، تم نے اچھا کیا جو اپنی داستان مجھے سنا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا۔ جو کچھ ہوا اب اسے بھول جاؤ۔ تم ایک مسلمان ہو اب بھی اگر سچے دل سے خدا کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگو تو کیا عجب ہے کہ وہ قادر مطلق تمہاری توبہ قبول کر لے اور تم کو سکون قلب میرا آ جائے۔“

باقر علی کے سمجھانے بجھانے پر میں اسی کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو گیا۔ دوسری صبح میں نے نما دھو کر باقر علی کے پرانے کپڑے پہنے اور مسجد میں جا کر نماز فجر ادا کی۔ اس وقت میری جو کیفیت تھی وہ میرا دل ہی بہتر جانتا ہے۔ نماز کے دوران مستقل میری آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، خوف اور دہشت سے میرا برا حال تھا۔ ندامت کے احساس نے مجھے جھنجھوڑ کر بے حال کر دیا تھا۔ میں شرم سے زمین میں گڑا جاتا تھا۔ جب نماز ختم ہوئی اور نمازی مسجد سے چلے گئے تو میں خدا کے حضور سر بسجود ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھ پر رقت طاری تھی لیکن اس دیوانگی میں ایک سکون تھا، وہ سکون جو اس سے پہلے مجھے کبھی میسر نہیں آیا تھا۔ میں نہ جانے کب تک ان کیفیٹوں سے دوچار رہا پھر جب باقر علی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”شیر حسن!“ باقر علی نے میری آنکھیں میں ندامت کے آنسو دیکھ کر بڑی نرمی سے کہا۔ ”مجھے بڑی خوشی ہے کہ تمہیں بہت جلد اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ تمہارے یہ آنسو رانیکاں نہیں جائیں گے، خدا نے چاہا تو تمہاری خوشیاں تمہیں ضرور واپس مل جائیں گی۔“

”میں تمہارا احسان مند ہوں باقر علی جو تم نے مجھے سہارا دیا ورنہ.....“

”مجھے گناہ گار مت کرو شیر حسن!“ باقر علی نے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔

”بندے کی کیا مجال کہ وہ کسی کو سہارا دے سکے جو کچھ ہوا وہ خدا کی مرضی سے ہوا، مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ تم نے میرا کہا مان لیا اور میرے ساتھ رہنا قبول کر لیا۔“

غرضیکہ باقر علی کی رفاقت نے مجھے زندہ رہنے پر مجبور کر دیا۔ میں شیر حسن خاں جو طاقت کے نشے میں اندھا ہو کر اپنے مذہب کو چھوڑ کر دیوی دیوتاؤں کے چکر میں الجھ گیا تھا، منوہر لال مہاراج بن گیا تھا، ایک مدت تک سراب کے پیچھے اندھوں کی طرح بھاگتا رہا تھا، آخرش پھر اپنے مرکز کی طرف لوٹ آیا تھا۔ میرے گناہوں کی فہرست طویل تھی، اس لئے

اودھیاں کوئی میرا ایسا واقف کار بھی نہیں جس نے تمہیں میرے پاس کسی ضرورت سے  
میںجا ہو۔ بہر حال تم کہنا چاہتے ہو تو کہہ سکتے ہو۔“

لڑکا میرے جواب سے مطمئن نہ ہو سکا، میری تصدیق کی خاطر وہ حجرے میں جا کر پیش  
امام سے ملا پھر واپس آ کر مجھ سے بولا۔ ”مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے آپ کے بیان کو  
تسلیم نہیں کیا۔ معاملے کی نوعیت کچھ ایسی ہی تھی کہ میں اسے کسی غلط آدمی کو نہیں بتا  
سکتا تھا۔“

”بہر حال اب تم نے میرے بارے میں تصدیق کر لی ہے۔“ میں نے دھڑکتے ہوئے  
دل سے کہا۔ ”کہو کیا بات ہے؟“

”کیا آپ نعیمہ نامی کسی خاتون سے واقف ہیں؟“ لڑکے نے بڑی راز داری سے  
دریافت کیا۔ نعیمہ کا نام سن کر میں چونک پڑا، روٹھی ہوئی خوشیوں کی واپسی کے تصور نے  
مجھے خوشی سے بے حال کر دیا۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔

”کیا تم جانے ہو کہ نعیمہ کہاں ہے؟“

”جی ہاں۔“ لڑکا سنجیدگی سے بولا۔ ”میں نعیمہ خاتون کے پڑوس میں رہتا ہوں اور اس  
وقت ان ہی کی درخواست پر آپ کے پاس آیا ہوں۔“

”جلدی بتاؤ کہ نعیمہ کہاں رہتی ہے۔“ میں نے خوشی سے بے قابو ہو کر کہا۔ ”مجھے  
اس کے پاس لے چلو، میں تمہارا یہ احسان تمام عمر یاد رکھوں گا۔“

”اس وقت آپ کا وہاں جانا مناسب نہ ہو گا۔“ لڑکے نے بدستور سنجیدگی سے جواب  
دیا۔ ”اگر آپ وہاں گئے تو حالات نعیمہ خاتون کے حق میں خطرناک ثابت ہوں گے، انھوں  
نے آپکو رات کے ساڑھے گیارہ اور بارہ کے درمیان بلایا ہے اور کہا ہے کہ اس کی خبر  
آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ہونی چاہئے۔“

لڑکے کے جواب نے میری بے چینیوں میں یکلفت کئی گنا اضافہ کر دیا۔ میرا دل چاہتا  
تھا کہ میرے پر لگ جائیں اور ایک لمحہ انتظار کئے بغیر اڑ کر اپنی نعیمہ سے جاملوں لیکن مجھے  
اپنی بے چینیوں پر قابو پانا پڑا۔ نہ جانے نعیمہ غریب کن حالات سے دو چار تھی جو اس نے  
مجھے رات کی تنہائی میں بلایا تھا۔ میں نے لڑکے سے نعیمہ کے بارے میں تفصیل دریافت  
کرنی چاہی لیکن وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہ بتا سکا کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔ میں نے  
مزید کزیداً تو لڑکے نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”نعیمہ خاتون جس شخص کے ساتھ رہتی ہے وہ بہت ظالم اور خطرناک آدمی ہے، اگر

میں یاد الہی میں ہمہ وقت ڈوبا رہتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہتا، رات رات بھر  
سجدے میں پڑا گڑگڑاتا رہتا، اپنے سیاہ اعمال نامے کو دھونے کے لئے آنسوؤں کو بروئے کار  
لاتا رہتا، مجھے اس رونے اور گڑگڑانے میں جو لطف ملا اس کے آگے دنیا کی تمام آسائشیں  
بیچ ہیں۔ قاروں کا خزانہ بھی ان آنسوؤں کا مول ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی  
جب مجھے نعیمہ کی یاد آتی تو میں تڑپ تڑپ کر رہ جاتا۔ نعیمہ، جس نے مجھے زندگی کا سہارا  
دیا تھا نہ جانے کہاں تھی؟ ایک دو بار میں نے باتوں باتوں میں باقر علی سے اس پر اسرار  
بوڑھے کے بارے میں بھی دریافت کیا تھا جو میری گناہ آلودہ زندگی میں ایک نیا موڑ بن کر  
سامنے آیا تھا لیکن باقر علی نے ہر بار مجھ سے یہی کہا کہ محض طے کی بنا پر وہ اس بوڑھے  
کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔

مجھے باقر علی کے ساتھ رہتے ہوئے تین ماہ بیت گئے۔ اس عرصے میں میرے اندر  
نمایاں تبدیلی ہوئی۔ سوائے عبادت کے مجھے کسی بات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ خالی وقتوں  
میں باقر علی مجھے قرآن پڑھاتا اور اس کی تفسیر سے آگاہ کرتا۔ غرضیکہ ان تین مہینوں میں  
میری زندگی کا رخ پوری طرح بدل چکا تھا۔ میں نے اپنے مذہب کے بارے میں بہت کچھ  
سیکھ لیا تھا۔ اپنے ماضی کی باتوں کو میں یکسر فراموش کر چکا تھا مگر ایک دن ایک ایسا واقعہ  
پیش آیا جس نے مجھے پھر الجھا دیا۔ اس روز میں عصر کی نماز سے فارغ ہو کر تلاوت کے  
ارادے سے حجرے کی طرف جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک سترہ اٹھارہ سال کا لڑکا مسجد  
میں داخل ہوا۔ مسجد میں اس وقت میرے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اس خیال سے کہ ممکن  
ہے وہ لڑکا پیش امام کے پاس کسی غرض سے آیا ہو گا میں رک گیا، لڑکا سیدھا میری طرف  
آیا اور کچھ توقف کے بعد جھکتے ہوئے بولا۔

”مجھے شبیر حسن خاں سے ملنا ہے کیا آپ مجھے ان کا پتہ بتا سکتے ہیں؟“

لڑکے کی زبان سے اپنا نام سن کر مجھے حیرت ہوئی، میں نے اس لڑکے کو زندگی میں  
پہلی بار دیکھا تھا، ایک لمحے کو میں نے اسے غور سے سرتاپا دیکھا پھر سنجیدگی سے پوچھا۔ ”  
تمہیں شبیر حسن سے کیا کام ہے؟“

”کام چونکہ نجی نوعیت کا ہے اس لئے میں آپ سے اس کا تذکرہ نہیں کر سکتا۔“  
لڑکے نے مجھے اور الجھا دیا۔ میں سوچنے لگا آخر وہ لڑکا کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ نہ  
جانے کیوں میرے دل کی رفتار تیز ہونے لگی میں نے کچھ تامل کے بعد کہا۔

”میرا ہی نام شبیر حسن خاں ہے مگر مجھے یقین ہے کہ تم میرے لئے اجنبی ہو، اس کے



یہ نہ میں اسے الفاظ کے قالب میں ڈھال سکتا ہوں البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ نعیہ کو دوبارہ پالینے کی اس اچانک خوشخبری نے مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری کر دی تھی۔ میں ہر چیز کو بھول کر نعیہ کو پالینے کی خوشی میں سرشار تھا، آنے والے لمحات کے خوش کن تصور نے مجھے مست کر دیا تھا۔ میں بھولی بھری لذتوں کو یاد کر رہا تھا۔ وہ حسین لمحات جو میں نے نعیہ کی رفاقت میں گزاریے تھے ایک ایک کر کے میری ہلکوں کے نیچے سے گزرنے لگے، میں حسین خوابوں کی وادی میں گم ہو رہا تھا۔ میرے ذہن کے پردوں پر نعیہ کا معصوم چہرہ مسکرا رہا تھا، مجھے اپنے پاس بلا رہا تھا، میں ان خوابیدہ کیفیتوں میں نہ جانے کب تک ڈوبا رہا۔ دوبارہ ہوش آیا تو باقر علی میرے پاس کھڑا مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں بہت دیر غائب رہا ہوں، مسجد میں نمازیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ میں نے باقر علی کو اپنی محبت کا سبب ایک وظیفے کی آڑ لیکر سمجھایا اور پھر جلدی جلدی وضو کیا اور مغرب کی نماز کے لئے تیار ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر میں گھر جانے کے بجائے مسجد میں پیش امام کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ اگر باقر علی نے میری بے چینی کو تاؤ کر اصل سبب دریافت کرنے کی ضد کی تو میں اسے دوبارہ نہ ٹال سکوں گا مغرب سے عشاء تک میں پیش امام کے پاس رہا۔ بظاہر میں پیش امام سے باتوں میں مصروف تھا لیکن داغ نعیہ میں الجھا ہوا تھا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میں گھر گیا۔ میں نے ملے کر لیا تھا کہ جب تک نعیہ کو نہ پالوں گا کھانا پانی نہیں کھاؤں گا، باقر علی چونکہ جلدی سو جانے کا عادی تھا اس لئے سرسری طور پر کچھ رسمی باتیں کرنے کے بعد سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

میری بے چینی ہر لمحہ بڑھتی جاتی تھی۔ میری نظریں ٹائم پیس پر جیسے جیسے درد کرنے لگی تھیں۔ میرے اضطراب نے وقت کی رفتار کو ست کر دیا تھا۔ لیکن خدا خدا کر کے یہ پریشان لمحات بیتے۔ ٹائم پیس میں گیارہ بجے تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے اٹھا۔ بچوں کے بل چلتا ہوا دروازے تک گیا۔ نہایت آہستہ سے کھڑی کھولی اور دبے قدموں مکان سے باہر آ گیا۔ جہاں تاریکی اور خاموشی کا راج تھا۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا ان راہوں پر بڑھنے لگا جس کا اختتام میری نعیہ کے گھر پر ہوتا تھا۔ میرے آنے والی خوشیوں کے تصور نے مجھے حتمکن کا احساس نہیں ہونے دیا، میں لڑکے کے بتائے ہوئے محلے میں گیا تو میرے شخص کی رفتار تیز سے تیز تر ہو گئی۔ تھوڑی سی دشواری کے بعد میں نے وہ مکان بھی تلاش کر لیا جس کا نشان مجھے لڑکے نے دیا تھا۔ میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا، میں جس گلی میں کھڑا

اسے معلوم ہو گیا کہ میں آپ سے ملا ہوں اور پیغام سلام کا سلسلہ جاری کیا ہے تو وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا۔ خدا را آپ کسی سے میرے بارے میں نہ بتائیے گا۔

”تم مطمئن رہو میاں لڑکے، تم میرے عمن ہو، میں تمہارے اوپر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔“ میں نے لڑکے کو تسلی دی پھر پوچھا۔ ”کیا تم نعیہ کے بارے میں کچھ اور بھی بتا سکتے ہو؟“

”مجھے کل رات سے پشتران کے بارے میں کوئی بات معلوم نہیں تھی۔“ لڑکے نے سسے سسے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ”کل رات میں اپنے دوست کے گھر سے پڑھ کر واپس لوٹا تو برابر والے مکان سے کسی خاتون نے مجھے آواز دی۔ میں چونکہ پڑوس میں رہتا ہوں اس لئے بلا خوف اس آواز کو سن کر برابر والے مکان کے دروازے پر چلا گیا جہاں میں نے پہلی بار نعیہ خاتون کو دیکھا اور پھر جو پیغام انھوں نے دیا وہ آپ تک پہنچا دیا۔“ لڑکے نے اپنا جملہ مکمل کر کے گھبرائے ہوئے انداز میں مسجد سے باہر کی جانب دیکھا پھر دہلی آواز میں بولا۔ ”میں ایک بار پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا ذکر کسی اور سے نہ کیجئے گا، میں ڈرتے ڈرتے آپ تک پہنچا ہوں۔ دل میں کئی بار میں نے سوچا کہ اس خطرناک کام کو نہ کروں لیکن مجھے دس روپے کے اس نوٹ کا خیال آ گیا جو نعیہ خاتون نے مجھے دیا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر امی یا ابا کو معلوم ہو گیا کہ میں نے پڑوس والی خاتون کے معاملے میں ٹانگ الجھائی ہے تو وہ میری پٹائی کریں گے، اسی ڈر سے میں نے وہ نوٹ بھی اپنے دوست کے پاس رکھ دیا ہے۔“

”تم میری طرف سے مطمئن رہو، میں تمہارا ذکر کسی سے نہ کروں گا۔“ میں نے پر زور الفاظ میں لڑکے کو یقین دلاتے ہوئے کہا پھر بولا۔ ”کیا تم اس شخص کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے جو تمہارے برابر والے مکان میں رہتا ہے۔“

”اس کا نام دلدار ہے، صورت ہی سے کوئی بد معاش نظر آتا ہے۔ ابا نے سختی سے منع کر رکھا ہے کہ اس گھر والوں سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔“ لڑکے نے تیزی سے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ”میں ایک بات آپ کو بتانا بھول گیا، نعیہ خاتون نے کہا تھا کہ آج رات ضرور بالضرور ان سے مل لیں۔ اسلئے کہ دلدار آج رات گھر سے باہر رہے گا، اچھا اب میں چلتا ہوں۔“

پھر قبل اس کے کہ میں لڑکے سے کچھ اور دریافت کرتا وہ تیزی سے پلٹا اور دوڑتا ہوا مسجد سے باہر چلا گیا۔ اس وقت میرے دل کی جو حالت تھی اس کا اندازہ نہ آپ لگا سکتے

نیت و تابود کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔“

”نہیں شبیر نہیں۔ میں تمہیں خطرات سے بچانے کی اجازت نہیں دوں گی، مجھے یہاں سے کہیں دور لے چلو، کسی ایسی جگہ جہاں گردشیں ہمارا تعاقب نہ کر سکیں۔“ نعیمہ نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا پھر خوفزدہ انداز میں مجھ سے اور قریب ہو گئی۔

”نعیمہ۔۔۔۔۔۔“ معا میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ ”وہ بوڑھا کون تھا جس نے تمہیں کالی کے مندر کی سیڑھیوں پر مجھ سے علیحدہ کیا تھا۔“

”پہلے میں اسے شریف انسان سمجھی تھی لیکن۔۔۔۔۔۔“ نعیمہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی، کسی ناخوشگوار واقعے کی یاد نے اسے تڑپا دیا، وہ ہچکیوں سے رونے لگی، غصے کی شدت نے خود میرا بھی برا حال کر دیا تھا لیکن اس وقت میرے لئے ضروری تھا کہ میں نعیمہ کی دلجوئی کروں چنانچہ میں اپنا غم و غصہ بھول کر نعیمہ کو سمجھانے لگا۔ نعیمہ کی ہچکیاں بڑھتی جا رہی تھیں، وہ بری طرح مجھ سے لپٹی ہوئی تھی یوں جیسے اسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر ایک پل کو بھی مجھ سے جدا ہوئی تو شاید پھر نہ مل سکے گی۔ نعیمہ کے آنسو اور سسکیاں میرے ذہن پر ضرب لگا رہے تھے۔ اس کا جوان لمس مجھے بے چین کر رہا تھا۔ میں نے نعیمہ کو چپ کرانے کے لئے اپنے ہونٹ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ اس کے جسم کا لمس و گداز پا کر میری حالت غیر ہونے لگی، دوسری طرف نعیمہ بڑے جذباتی انداز میں میرے اندر جذب ہو جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ نعیمہ کو ایک عرصے کے بعد خود سے اس قدر قریب پا کر میری اشتہا بھڑک اٹھی، مجھے اس پر جائز اختیار بھی تھا، میں نے بڑی شدت سے بھینچ لیا نعیمہ کا انداز خود سپردگی مجھ پر جنون طاری کر رہا تھا، میں ڈوبنے لگا، نعیمہ پہلے ہی ہسکی ہوئی تھی، طوفان ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ میرے کانوں میں ایک آواز گونجی۔

”سنبھلو شبیر حسن خاں، آنکھیں کھولو۔“

لیکن میں جس طوفان بلا خیز کے تھپیڑوں میں پھنس چکا تھا اس سے بچ نکلتا میرے بس کی بات کہاں تھی، نعیمہ کے قرب نے مجھے آنکھیں کھولنے کا موقع نہیں دیا، میں اس آواز کو وہم سمجھا اور خود کو حالات کی رنگینیوں کے حوالے کر دیا۔ نعیمہ کی ہچکیوں اور سسکیوں کا انداز بدل رہا تھا جذبات کی شدت نے مجھے بھی اندھا کر دیا۔ کمرے کا گھپ اندھیرا ہم دونوں کو آہستہ آہستہ نگل رہا تھا، تقدیر کے لکھے کو بھلا کون مٹا سکتا ہے؟ جب طوفان کی شدت ختم ہوئی اور جذبات سرد ہوئے تو میں نے نعیمہ سے کہا۔

تھا وہ تاریک اور سنسان تھی۔ اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ کوئی آس پاس موجود نہیں ہے میں نے آگے بڑھ کر دھڑکتے ہوئے دل سے بند دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ پہلی دستک کا کوئی جواب نہ پا کر میں نے دوبارہ دستک دی۔ اس خیال سے میرا دل ڈوبنے لگا کہ اگر نعیمہ سو چکی ہے تو اسے جگانے کے لئے مجھے کونسا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا لیکن یہ خیال دیر پا ثابت نہیں ہوا۔ دوسری دستک کے کچھ دیر بعد بند دروازے کے دوسری جانب قدموں کی آہٹ سنائی دی کوئی دروازے کے قریب آ رہا تھا۔

”نعیمہ“ میرے دل کی دھڑکنیں دو چند ہو گئیں، پھر اس وقت میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ باقی نہ رہا جب نعیمہ کی جانی پہچانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ”کون؟“

”دروازہ کھولو نعیمہ، میں شبیر ہوں۔“ میں نے مدہم آواز میں جواب دیا۔ میرا نام سن کر دروازہ کھول دیا گیا، میں جلدی سے اندر داخل ہوا جہاں گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ نعیمہ نے دروازہ بند کیا پھر بے اختیار میرے سینے سے لگ کر سسکنے لگی۔ اس کے دل کی لطیف دھڑکنیں میرے دل کی گمراہی میں جذب ہو رہی تھیں۔ خوشی کی انتہا نے اس کی آنکھوں کے پچانے چھلکا دیئے تھے۔ میں نے اسے اپنے سینے کی گمراہیوں میں چھپاتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔ ”نعیمہ! میری زندگی، اب ان آنسوؤں کو پونچھ لو، اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔“

جواب میں نعیمہ کے بازوؤں کا حلقہ اور تنگ ہو گیا اور پھر وہ اندھیرے میں میرا ہاتھ تھام کر مجھے اندر ایک کمرے میں لے گئی، یہاں بھی تاریکی کا راج تھا۔ نعیمہ نے پلنگ تک میری رہنمائی کی پھر خود بھی میرے قریب بیٹھ گئی۔ مجھے اس کی خاموشی سے الجھن ہو رہی تھی۔ میں نے اضطرابی لہجے میں کہا ”نعیمہ! مجھے بتاؤ کہ یہ دلدار کون ہے اور اس نے تم پر کیا ظلم توڑے ہیں، میں ان ہاتھوں کو توڑ ڈالوں گا جو تمہارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے ہیں۔ ان آنکھوں کو حلقے سے باہر نکال کر پیروں تلے مسل دوں گا جنھوں نے تمہاری معصومیت کو بری نظروں سے دیکھا ہے، میں اس شخص کو اذیتناک موت ماروں گا جو ہمارے درمیان دیوار بن گیا تھا۔“

”شبیر!“ نعیمہ کی رندھی ہوئی آواز ابھری۔ ”مجھے اس جہنم سے نکال لے چلو، یہاں میرا دم گھٹنے لگا ہے، میں اب یہاں ایک پل بھی زندہ نہ رہ سکوں گی۔“

”میں بزدلوں کی طرح خوفزدہ ہو کر فرار نہیں ہوں گا نعیمہ۔“ میں نے نعیمہ کو اپنی آغوش کی گمراہیوں میں سیٹھتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری معصومیت کی قسم میں تمہارے دشمنوں کو

”تھا۔“  
”کینی، ناگن!“ میں کڑک کر بولا ”تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے، میں تجھے زندہ نہیں

چھوڑوں گا۔“

”دھیرج سے کام لو شیر!“ لاجوتی نے اس بار بگڑے ہوئے تیور سے کہا۔ ”تم شاید بھول رہے ہو کہ اس سے تم کس جھکتی کے سامنے کھڑے ہو، میں اگر چاہوں تو ایک اشارے پر تم کو جلا کر بھسم کر سکتی ہوں پرنتو پورن لال کی آگیا کا پالن کرنا بھی میرا دھرم ہے، تمہیں اب دیوی دیوتاؤں کے سراپ سے دھرتی کی کوئی جھکتی نہیں بچا سکتی۔“

لاجوتی کا جواب سن کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن میں اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ لاجوتی میرے سامنے کھڑی بے ترتیب لباس کو درست کر رہی تھی۔ میں نے حقارت سے نظریں پھیر لیں، مجھے اپنے گناہ کا احساس ضرور ہوا تھا، لیکن اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا، میں اپنی شریک زندگی نعیمہ کے دھوکے میں لوٹا گیا تھا۔ مجھے وہ آواز یاد آئی جس نے مجھے سنبھلنے اور آنکھیں کھولنے کا مشورہ دیا تھا، میری آنکھوں کے گوشے بجھنے لگے، مجھے اب بڑی شدت سے اپنی حماقت کا احساس ہو رہا تھا، نعیمہ کا پیغام لانے کی خوشی نے میرے سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو سلب کر دیا تھا۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ جس نیک بزرگ نے نعیمہ کو کالی کے مندر میں جانے سے روکا تھا، جس نے پورن لال کے مقابلے میں میری امداد کی تھی اور کفر کو نچا دکھایا تھا، وہ نعیمہ کی طرف سے بھی غافل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس بزرگ کی آواز نے مجھے گناہ سے بچنے کا مشورہ بھی دیا تھا لیکن میں سر ہو گیا تھا، اندھا ہو گیا تھا۔ ابھی میں لاجوتی کی طرف سے منہ پھیرے کھڑا اپنی حماقت پر کف افسوس مل رہا تھا کہ میرے ذہن پر اچانک غنودگی طاری ہونے لگی، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کمر اور دھند میں گھر گیا ہوں۔ صندلی خوشبو کا تیز جھونکا میرے وجود کو بڑی تیزی سے اپنی لپیٹ میں الجھا رہا تھا، مجھے اپنا دم گھٹنا محسوس ہوا۔ میں نے خود کو ان کیفیتوں سے نجات دلانا چاہی، اپنے ذہن کو بیدار رکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا، میری آنکھوں کے پونے بو بھل ہونے لگے، میرا سر پکڑنے لگا، غنودگی کا احساس دہیز ہوتا گیا پھر مجھے صرف اتنا یاد رہا کہ میرے پیروں تلے سے زمین کھسک رہی ہے میں فضا میں معلق ہو رہا ہوں اس کے بعد جب غنودگی کے بادل چھنے تو میں نے خود کو ایک پر شکوہ مندر کے اندر پایا جہاں چاروں طرف دیوی دیوتاؤں کے قد آدم جیسے موجود تھے۔ فضا نفرتی گھنٹیوں کی آواز سے گونج رہی تھی اور پچنے اور کشادہ فرش پر بیٹھا حسین

”نعیمہ اشو“ میں اسی وقت تم کو یہاں سے لیجانا چاہتا ہوں۔“

”اتنی جلدی کیا ہے شیر، ابھی تو ساری رات پڑی ہے“ نعیمہ نے ہلکی ہلکی سانسوں کو سنبھلتے ہوئے جواب دیا تو مجھے سخت تعجب ہوا، میں نے سوچا کیا نعیمہ اب حالات سے خوفزدہ نہیں؟ کیا جذبات کی آسودگی حاصل کر لینے کے بعد وہ تمام متوقع خطرات سے بے نیاز ہو چکی ہے؟ کیا اس نے مجھے محض اسی کھیل کے لئے بلوایا تھا؟ میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں میں نے نعیمہ سے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

”حالات کے پیش نظر اب ہمارا یہاں رکتا نا مناسب ہو گا، تمہاری بدنامی کے خوف سے میں نے دلدار سے الجھنے کا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا ہے، میں تمہیں اس شر سے دور لیجانا چاہتا ہوں نعیمہ، رات کی تاریکیاں ہماری معاونت کریں گی۔“

جواب میں نعیمہ نے کوئی خاطر خواہ بات کہنے کے بجائے اپنے عریاں بوجھ کو میرے اوپر ڈالا تو نفرت کے احساس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ نعیمہ جو کچھ دیر قبل خود اس بات کی متنی تھی کہ میں اسے کہیں دور لے جاؤں، دلدار سے ٹکرانے کا خیال ترک کر دوں، اچانک کس قدر بدل گئی تھی، جذبات سرد ہو جانے کے باوجود اس کی وہ حرکت میرے لئے حیرت انگیز تھی۔ میں جھنجھلا گیا، میں نے حقارت سے اس کے خوبصورت بوجھ کو اپنے اوپر سے ہٹایا پھر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا مگر پیٹھر اس کے کہ میں نعیمہ کو کوئی سخت بات کہتا تاریک کمرہ یکلفٹ روشن ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں یوں چونکا جیسے بجلی کا کرنٹ بلب کے تاروں کے بجائے میرے بدن سے مس ہو گیا ہو۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے پلنگ کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں نعیمہ کے بجائے لاجوتی عریاں حالت میں لیٹی مجھے معنی خیز نظروں سے گھور رہی تھی۔ میرے ذہن کو جھٹکا لگا، میں جس لمس کو مانوس سمجھ رہا تھا وہ حالات کا حسین قریب تھا، میں اندھیرے میں شکار ہوا تھا، جسے میں وفا شعار اور معصوم نعیمہ سمجھ رہا تھا، وہ دراصل لاجوتی تھی جو ایک عرصے تک خوبصورت ناگن کے روپ میں مجھے ڈستی رہی تھی۔ میں لاجوتی کی پراسرار قوتوں سے واقف تھا، اس کے لئے نعیمہ کی آواز کی نقل کوئی مشکل بات نہ تھی۔ غصے سے میری کپٹیاں بجنے لگیں، میں نے دل میں ایک خطرناک ارادہ کر لیا مگر قبل اس کے کہ میں اس پر عمل پیرا ہوتا لاجوتی بڑی بے غیرتی سے مسکراتی ہوئی معنی خیز انداز میں بولی۔

”منوہر مہاراج، تم پوتر ہو کر ہماری ٹکٹیوں کے جال سے نکل بھاگے تھے پرنتو مجھے شراس تھا کہ شریر کی آگ تمہیں بیاہل کر دے گی۔ پورن لال مہاراج کا خیال غلط نہیں

لود لہجے میں کہا۔ ”پورن لال نے تمہارے ساتھ انیائے کیا ہے، اس پاپی نے تمہیں کشت می دیئے ہیں پر تو ادیتی کا غصہ اسے نشٹ کر دے گا، تمہیں تمہاری کھوئی ہوئی کتیاں اپس ملیں گی، تم دھرتی پر سب سے ممان ہکتی کے مالک ہو گے، ادیتی کا آشیرواد تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”مجھے کسی دیوی یا دیوتا کے آشیرواد کی چنداں ضرورت نہیں۔“ میں بدستور سنجیدگی سے بولا۔ ”مجھے اپنے خدا کی خوشنودی کے سوا اور کسی طاقت سے کوئی واسطہ نہیں، یوں بھی ایک مسلمان پتھروں کے پوجنے کو گناہ سمجھتا ہے، ایمان کے آگے بھلا کفر کی کیا حیثیت ہے۔“

”اُپر آدمی!“ ادیتی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ کڑک کر بولی۔ ”تو نہیں جانتا کہ اس سے تو نے کس ہکتی کا اہملاف کیا ہے، تو میرے استھان میں کھڑا پاپ کی باتیں کر رہا ہے پاپی، اگر مکتی چاہتا ہے تو میرے چرن چھو کر شاکھی بھکشا مانگ لے نہیں تو تجھے سارا جیون پچھتاہٹا پڑے گا۔ میں تجھے ایسا سراپ دوں گی کہ تیری اتما بھی سدا بیا کل رہے گی۔“

”موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے ادیتی۔“ میں نے تیز ہوتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں نے ایک مدت گمراہی میں گزاری ہے، میں پتھروں کی حقیقت جان چکا ہوں۔ اب تم لوگوں کا کوئی جادو مجھ پر کارگر نہیں ہو گا، یوں بھی سراپ کو سراپ کہنا گناہ نہیں۔“

ادیتی میرا جواب سن کر سر تپا غصہ سے لرز اٹھی، اس کی سحر آلود آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا ہولناک رقص جاری ہو گیا۔ اس کے چہرے کی معصومیت اور خوبصورتی، حقارت اور نفرت کا لبادہ اوڑھ کر مکروہ ہو گئی۔ میں بخوبی واقف تھا کہ ادیتی کس مقام کی حامل ہے؟ اس کی لامحدود قوتیں مجھے پلک جھپکتے میں برباد کر سکتی تھیں، اس کے پیر میری ہڈیوں کا سرمہ بنا سکتے تھے، لیکن اس وقت ان باتوں کا احساس ہونے کے باوجود مجھے قطعاً خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا، باقر علی کی رفاقت اور تین ماہ کی سجدہ ریزی کے بعد میں نے سیاہ و سفید کا فرق سمجھ لیا تھا، حق و باطل کی تمیز سیکھ لی تھی مجھے اپنی موت کا کوئی خطرہ نہیں تھا البتہ اس خیال سے میرا دل ضرور دھڑک رہا تھا کہ اگر ادیتی نے مجھے اپنی ہکتی کے زور سے مار ڈالا تو میں نعیہ سے اپنے گناہوں، اپنی زیادتیوں کی معافی طلبانی نہ کر سکوں گا۔ دوسری طرف ادیتی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور دوسرا جا رہا تھا۔ چند ثانیوں تک ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر ادیتی نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”منوہر لال ابھی سے باقی ہے، اگر تم میرے چرن چھو لو تو میں تمہیں شاکر سکتی ہوں،“

اور خوبصورت پجاریں عریاں لباس پہنے گھنٹیوں کی آواز پر رقص کر رہی تھیں۔ ان کے بدن کا ایک ایک لوج قیامت انگیز تھا۔ وہ رقص کرتی ہوئی میری جانب بڑھ رہی تھیں، انھوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے کر بھجن گانا شروع کر دیا۔ انکی لٹیلی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور عریاں جسم تھرک تھرک کر مجھ پر بے ہوشی کی سی کیفیتیں طاری کر رہے تھے۔ میں آنکھیں پھاڑے ایک ایک چیز کو دیکھ رہا تھا، وہ جگہ میرے لئے نئی تھی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اتنے پر شکوہ مند اور اتنے رنگین ماحول کو نہیں دیکھا تھا، میں ششدر ہو رہا تھا کہ پجاریوں کا بیجان تھم گیا، وہ قطار کی صورت میں میرے سامنے سے گزرتی ہوئی بڑی تیزی سے کالی کی اس مورتی کی جانب الٹے قدموں جا رہی تھیں جو وہاں موجود تمام مورتیوں اور مجسموں سے زیادہ بلند اور پر شکوہ تھی۔ پجاریں اسی مورتی کے پیچھے جا کر میری نظروں سے اوجھل ہو رہی تھیں، میں گنگ کھڑا اس طلسمی اور سحر آلود نظارے کو دیکھتا رہا۔ جب آخری پجاریں بھی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں تیزی سے کالی کی اس بلند مورتی کی جانب لپکا۔ میں اس طلسمی راز کو سمجھنے کے لئے بے چین تھا۔ مگر مورتی کی پشت پر جا کر مجھے اور حیرت ہوئی، وہاں نہ اتنی جگہ تھی کہ دس پندرہ پجاریں چھپ سکیں نہ کوئی نکاس کا ایسا راستہ موجود تھا جو میرے تجسس کی تسکین کا سبب بن سکتا۔ میں ابھی اس معے کو حل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نفرتی گھنٹیوں کی آواز اچانک تیز تر ہو گئی۔ پشت سے ایک نسوانی آواز کا محترم قہقہہ سنائی دیا تو میں پلٹ پڑا، میں نے اپنی نظروں کے سامنے ادیتی دیوی کو کھڑا پایا۔ جو اپنی تمام تر حشر سامانوں کے ساتھ مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں ادیتی دیوی کو دیکھ کر ششدر رہ گیا، میری حیرتوں میں اضافہ ہو رہا تھا کہ ادیتی دیوی کے یا قوتی ہونٹوں میں ارتعاش پیدا ہوا۔

منوہر کس دھار میں تم ہو؟

”مم۔ میں کہاں ہوں؟“ میں نے پریشان لہجے میں سوال کیا تو ادیتی کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

”تم دھرتی کے پہلے منش ہو منوہر جسے ادیتی نے اپنے استھان پر بلایا ہے، جاننے ہو کیوں؟ تم میرے ممان سیوک ہو۔“

”میرا نام منوہر نہیں، شبیر حسن خاں ہے۔ میں نے اپنے ہوش و حواس پر قابو رکھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ ”میں کسی دیوی دیوتا کو نہیں مانتا۔“

”منورکھ میں جانتی ہوں کہ تیری ناراضگی کا کارن کیا ہے۔ ادیتی بھولین سے بولی پھر قہر

پر تو اگر تم اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھیانک ہو گا، تم اس خیال کو اپنے من سے نکال دو کہ ادبیت کے مقابلے میں تمہارے دھرماتما تمہاری کوئی سہائت کریں گے، میری ہمتی مہمان ہے، دشمنو اور کالی بھی میری اپرم پار ہفتی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔“

میری حالت اس بد نصیب مسافر سے مختلف نہیں تھی جو اندھیرے میں راستہ بھول کر کسی ایسے دوراں پر پہنچ گیا ہو جس کے ایک طرف گہری کھائی ہو اور دوسری طرف موت کا فرشتہ اپنا دامن پھیلائے منتظر ہو۔ مجھے زندگی اور موت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ زندگی بقول ادبیت کے اسی صورت میں ممکن تھی کہ اس کے قدم چھو کر معافی مانگوں، موت کا امکان انکار کی صورت میں تھا، میں عجیب شش و پنج میں مبتلا تھا لیکن یہ ابھن زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی، میں نے طے کر لیا کہ انجام خواہ کچھ ہی ہو میں حق کے راستے پر ثابت قدم رہوں گا، اس فیصلے سے مجھے سکون سا محسوس ہوا، میں نے ادبیت کے قہر و غضب کی پرواہ کئے بغیر سپاٹ لیے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ تیری ہفتی اپرم پار ہے، تیرے نام لیوا تیر ہفتی کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں لیکن میں مسلمان ہوں، میرا سینہ اب ایمان کی روشنی سے منور ہو چکا ہے۔ میں جھوٹی خوشیوں کی خاطر زندگی کی بھیک مانگنے پر موت کو ترجیح دینا زیادہ پسند کروں گا۔ تم اگر چاہو تو اپنی ہفتی مجھ پر آزما سکتی ہو۔ حق کی راہ میں نصیب ہو نہ والی موت میرے لئے باعث فخر ہو گی۔“

”اُپر ادھی، پاپی، تو نے ادبیت کی ہفتی کو لکار کر اچھا نہیں کیا۔ میرے ہر تجھے سکا سکا کر اور تڑپا تڑپا کر زکھ رسید کریں گے۔ یہ ادبیت کا فیصلہ ہے۔“ ادبیت نے سر تپا غصہ کی شدت سے کانپتے ہوئے کہا پھر اپنا پیر اٹھا کر زور سے زمین پر مارا اور میری نگاہوں سے او جھل ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی مجھے ایک بار پھر ان کیفیتوں سے دو چار ہونا پڑا جن سے دو چار ہو کر میں ادبیت کے استھان تک پہنچا تھا۔ ہوش آنے پر میں نے خود کو پھر اسی کمرے میں پایا جہاں لاجوتی نے اندھروں سے فائدہ اٹھا کر مجھے گناہ گار کیا تھا، لاجوتی بدستور میرے سامنے کھڑی مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو لاجوتی نے گرج کر کہا۔

”مورکھ، تو نے دیوی کی آگیا کا پالنہ نہ کر کے تمام دیوی دیوتاؤں کی ہفتی کو لکارا ہے۔ یہ دھرتی بھی اب تیری دشمن بن جائے گی، تجھے اپنے فیصلے پر سارا جیون بچھٹانا ہو گا۔“

میں لاجوتی کی بات سن کر مسکرا دیا، وہ عورت جس کا خوبصورت اور گداز بدن ایک عرصے تک میری آغوش کی زینت بنا رہا تھا مجھے موت کے تصور سے ڈرانے کی کوشش کر رہی تھی، کس قدر مضحکہ خیز بات تھی۔ میں ابھی پلٹ کر لاجوتی کو کوئی سخت جواب دینے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کسی کے ہاتھ کو اپنے شانے پر محسوس کر کے اچھل پڑا، تیزی سے پلٹ کر دیکھا، پورن لال اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ میری پشت پر کھڑا مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے روشن انگاروں کی طرح دہکتے نظر آ رہے تھے نہ جانے پورن لال کی خوفناک آنکھوں میں کیا سحر تھا کہ خوف کے اچانک ابھرنے والے تصور نے مجھے دہلا دیا، مجھے اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ میں نے پورن لال کی نظروں سے نظریں بچانی چاہیں لیکن اس کوشش میں بھی میں بری طرح ناکام رہا، موت کا بھیانک اور ہولناک احساس میرے وجود کا احاطہ کر رہا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز سے تیز تر ہونے لگی تھیں۔!!



میں ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا، تو پورن لال کا چہرہ غصہ سے تھمتھا اٹھا، کڑک بولا۔  
 ”میں نے تو نے ہماری نکتیوں کا اہمیان کیا ہے، تجھے اس کی سزا اوش ملے گی۔“  
 ”تم اپنی کالی طاقتوں کو آزماؤ پورن لال، میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا۔“ میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

”میں نے سچے کتوں کی طرح گندی مور یوں میں سسک سسک کر مرنے پر مجبور کر دوں گا۔“ پورن لال اور غضبناک ہو گیا۔

”اگر خدا کو یہی منظور ہے تو تم بھی مجھے نجات نہیں دلا سکو گے۔“ میں نے اطمینان کا اظہار کیا۔

”پاپی“ تیرا انجام بھیاک ہو گا۔“ پورن لال حلق کے بل چلایا۔  
 ”تمہیں مجھ سے زیادہ اپنے دیوتاؤں کا خیال ہونا چاہئے پورن لال!“ میں سنجیدگی سے  
 بولا۔ ”اگر تمہیں اپنی پتھری کی صورتوں اور دیوی دیوتاؤں پر گھمنڈ ہے تو مجھے بھی اپنے خدا پر  
 بھروسہ ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔“

”میں تجھے جلا کر جسم کر ڈالوں گا۔“ پورن لال سر تا پا لرز کر بولا۔  
 ”مہاراج۔۔۔۔۔“ لاجپتی نے ناگن کی طرح ہل کھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے آگیا  
 دو مہاراج کہ میں اس کم ذات کی زبان نکال کر اپنے چرنوں تلے مسل دوں۔“ پورن لال  
 نے لاجپتی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔۔۔ غصہ کی شدت نے اسے انتہائی  
 خوفناک بنا دیا تھا۔ اس کی قبر آلود نظریں مجھے گھور رہی تھیں، اس کے چہرے کے تاثرات  
 اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ مجھے کوئی سخت ترین سزا دینے کے بارے میں سوچ رہا  
 ہے، میں اپنی جگہ مطمئن تھا، کسی اندرونی جذبے نے مجھے پوری طرح پر سکون کر رکھا تھا۔  
 لاجپتی نے میرے بارے میں پورن لال سے اجازت چاہی تو میں چپ نہ رہ سکا۔ حقارت  
 بھری نظروں سے اسے گھور کر بولا۔ ”تم درمیان میں نہ آؤ، تمہاری زبان اور تمہاری قوت  
 میری آزمائی ہوئی ہے۔“

میری آزمائی ہوئی ہے۔  
 ”پرادمی!“ پورن لال نے مٹھیاں بھیج کر خوفناک آواز میں کہا۔ ”اپنی گندی زبان  
 بند رکھ، تیرے جیون کے دن پورے ہونے والے ہیں، مجھے دیوی کے اشارے کا انتظار ہے  
 اس کے بعد میرا سراپ تیرا کیا کرم پورا کر دے گا۔“ پورن لال نے اپنا جملہ مکمل کر کے  
 آنکھیں بند کر لیں، اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے غالباً ”وہ دیوی درشن کے مشرودوں کے بول  
 پڑھ رہا تھا۔ لاجوتی غصہ میں بھری خاموش کھڑی اپنے ہونٹ چبا رہی تھی۔ میں چپ چاپ

موت کا بھیاںک اور ہولناک تصور آہستہ آہستہ میرے وجود کا احاطہ کر رہا تھا، پورن لال کی انگاروں کی مانند دھکتی ہوئی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، میں ان نظروں سے نظریں بچانے میں بری طرح ناکام ہو چکا تھا۔ میں نے پورن لال کو بار بار غصے کی حالت میں دیکھا تھا لیکن اس وقت وہ حد سے زیادہ خطرناک نظر آ رہا تھا، میں نے ایکبار پورن لال کو اپنی مہمان گھنٹی کے زور سے بچا بھی دکھایا تھا لیکن آج وہی گھنٹت خوردہ پورن لال میرے اوپر پوری طرح حاوی ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے خاموش کھڑا خونی نظروں سے گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا۔ ”شبیر حسن خاں، مجھے غور سے دیکھ، پچانو“ میں وہی پورن لال ہوں جس نے تمہیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر کھڑا کر دیا تھا، تم نے ایکبار مجھ پر وار بھی کیا تھا، دیوی کی اچھا (خواہش) اس سے یہی تھی کہ میں چپ رہوں، تم مجھ پر وجہ (خ) پا کر گھمنڈی ہو گئے تھے پرنتو آج میں تمہیں بتاؤں گا پورن لال کیا ہے؟“

میں ابھی تک پوری طرح ہوش میں نہیں تھا ادیتی کے قبر کے بعد پورن لال نے مجھے عقابِ نظروں سے گھورا تو میرے رہے سے اوسان بھی خطا ہو گئے، اس کا لہجہ خطرناک تھا، حالات نے مجھے گنگ کر دیا تھا۔ لاجنئی، پورن لال کے قریب کھڑی مجھے بدلی ہوئی نظروں سے گھور رہی تھی۔ پورن لال مجھے کم سم دیکھ کر زہر خند سے بولا۔ ”چپ کیوں ہو شیرجی، کیا اب تمہارے پاس اتنی فکرتی بھی باقی نہیں کہ میری باتوں کا جواب دے سکو، پہلے تو تم ہمیشہ چھاتی ٹھونک کر اپنے بلوان ہونے کا اعلان کرتے تھے۔“

”وقت کی بات ہے پورن لال!“ میں نے تھوک نچکتے ہوئے کہا۔ ”حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔“

”سے کی بات مت کھو مورکھ!“ پورن لال ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ ”تو نے دیوی کا کہا نہ مان کر خود اپنے پیروں پر کھٹاڑی ماری ہے، تو نے ہمارے دھرم کا مذاق اڑایا ہے، ہمارے دیوتاؤں کو تو نے پتھر کہا، پاپی! اب تجھے دیوتاؤں کے کٹھ سے دھرتی کی کوئی شکتی نہیں بچا سکتی۔“

”میں نے جو قدم اٹھایا ہے بہت سوچ سمجھ کر اٹھایا ہے، مجھے اپنے فیصلے پر کوئی افسوس

ایک تماشائی کی حیثیت سے کھڑا کبھی پورن لال کو دیکھتا اور کبھی لاجوئی کو دیکھنے لگتا۔ مجھے اپنے پر سکون ہونے پر حیرت بھی تھی، حالات نے جو صورت اختیار کی تھی اس کے پیش نظر میرا مطمئن رہنا تعجب خیز تھا، مجھے پورن لال یا لاجوئی سے مطلق کسی خوف یا خطرے کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ پورن لال کچھ دیر تک آنکھیں بند کئے کھڑا بدبھارتا رہا پھر اس نے اچانک آنکھیں کھولیں اور مجھے گھور کر بولا۔ ”شبیر حسن خاں، میں تمہیں سوچ بچار کیلئے ایک آخری موقع اور دیتا ہوں، کتنی چاہتے ہو تو اب بھی میرا کہا مان لو۔“

”مجھے بتاؤ مہاراج، زندہ رہنے کے لئے مجھے کیا کچھ کرنا ہو گا۔“ میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”تمہیں ادبیتی دیوی کو راضی کرنے کے لئے نئے سرے سے جاپ کرنا ہو گا۔“ پورن لال گرج کر بولا۔ ”تمہیں میرے چرنوں کو چھو کر دجن دنا ہو گا کہ اب تمہارے من میں کبھی کوئی کھوٹ نہیں آنے پائے گا۔“

”کیا دیوی مجھے میری کھوئی ہوئی ہفتی واپس کر دے گی مہاراج!“

”اگر تم نے اچلے من سے جاپ کیا تو ایسا اوش ہو گا۔“ اس بار پورن لال نرم آواز میں بولا۔

”لاجوئی کو میرے ساتھ رہنا ہو گا۔“ میں نے دلی زبان میں کہا۔

”اگر یہ تمہاری اچھا ہے تو لاجوئی تمہاری سیوا کرتی رہے گی۔“ پورن لال سنجیدہ تھا۔

”میں تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہوں پورن لال۔“ لیکن تمہیں میری ایک بات اور ماننی پڑے گی۔“ میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر پورن لال نے مجھ سے وہ بات پوچھی تو میں نے حقارت سے کہا۔ ”اگر تم اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤ اور بچے دل سے خدا کی عبادت کا وعدہ کر لو تو میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔“ میرا جواب سن کر پورن لال آگ بگولا ہو گیا، لاجوئی کو مخاطب کر کے کرخت آواز میں بولا۔ ”لاجوئی، میں تجھے دیوتاؤں کے شبہ نام پر آگیا دیتا ہوں کہ اس پاپی کی پلید زبان گدی سے کھینچ کر اپنے پیروں تلے رگڑ دے۔“

”یہ میری آشا تھی مہاراج۔“ لاجوئی نے پورن کے سامنے ڈنڈوت کرتے ہوئے کہا۔

پھر جب وہ میری طرف گھوی تو اس کے تیور خطرناک تھے، اس وقت وہ انتہائی غضبناک نظر آ رہی تھی، کسی زہریلی ناگن سے بھی زیادہ خوفناک اور بھیانک۔ ایک لمحہ کو لاجوئی کے گہرے ہوئے تیور دیکھ کر میرا دل دھڑک اٹھا، لیکن دوسرے ہی لمحہ میں نے اپنے ہونٹ

خفتی سے بھیج لئے۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے خدا کو یاد کیا۔ ”اگر موت میرا مقدر تھی تو مجھے مردانہ وار اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔“ میرے ذہن میں یہ خیال تیزی سے ابھرا اور میری بوکھلاہٹ کو یکسر ختم کر گیا۔ میں لاجوئی کو سپاٹ نظروں سے گھورنے لگا، وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہی تھی، میری موت کا پیمانہ بن کر میری جانب بڑھ رہی تھی لیکن میں قطعاً ہراساں نہ تھا جب فاصلہ گھٹ کر بمشکل ایک گز رہ گیا تو لاجوئی رک گئی۔ اپنی سرخ سرخ سحر انگیز نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی ”شبیر حسن خاں، پورن لال مہاراج نے مجھے پوتر دیوی دیوتاؤں کے نام پر تمہیں نفلے کرنے کی آگیا دی ہے۔“

”میں تمہارے مہاراج کی بات سن چکا ہوں۔“ میں نے نفرت سے جواب دیا

..... ”تم آگیا کا پالن کرو، میں اف نہیں کروں گا۔“

”تم نے ابھی تک کیول جیون کا سکھ دیکھا ہے شبیر جی، موت کا سواد (مزا) چکھو گے تو بن جل کی مچھلی کی طرح بیا کل ہو کر تڑپو گے، موت کی آشا کرو گے پر تو موت بھی تم سے روٹھ جائیگی۔“ لاجوئی کا لہجہ سرد تھا، پورن لال کے بعد اب وہ مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ابھی تک اس نے مجھ پر کوئی وار نہیں کیا تھا۔ ادبیتی نے بھی مجھے مھس لال بلی نظروں سے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔

میں ابھی اپنے ذہن میں ابھرنے والے خیالات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ معا مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی میرے قریب کھڑا ہے، میں نے چونک کر اپنی پشت پر دیکھا لیکن کمرہ میں میرے پورن لال اور لاجوئی کے سوا کوئی چوتھا شخص موجود نہیں تھا۔ لاجوئی نے مجھے اضطرابی انداز میں چونکتے ہوئے دیکھا تو زہر خند سے بولی۔ ”کس دھار میں گم ہو شبیر جی؟ کیا بھاگنے کے لئے راستہ تلاش کر رہے ہو؟ اس دھیان کو من سے نکال دو، لاجوئی کی ہفتی کا تماشہ تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو، کتنی چاہتے ہو تو آگے بڑھو اور مہاراج کے چرنوں پر سر رکھ کر دیا کی ہکشا مانگو۔“

”کس مہاراج کی بات کر رہی ہو لاجوئی دیوی؟“ میں نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

وہی جو خود میرے مقابلے پر آنے سے کترا رہا ہے۔ اور تمہاری سندر ہفتی کا سارا ڈھونڈ رہا ہے۔“

”پاپی، کہئے!“ پورن لال میری بات سن کر گر جا پھر دوسرے ہی لمحہ اس نے کسی منتر کا جاپ کر کے میری طرف پھونک ماری۔ اس کا پھونک مارنا تھا کہ جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں چھت سے دھکتے ہوئے انگاروں کی بارش شروع ہو گئی، میں بوکھلا کر ایک طرف ہٹ گیا،

اس ہولناک تماشے کو دیکھ رہا تھا کہ ایک سانپ پلٹ کر زمین پر گرا اور پلٹ جھپکتے میں لوٹ پوٹ ہو کر ٹھنڈا ہو گیا، دوسرا بھی اسی حادثے سے دو چار ہوا، تیسرے ناگ نے میری طرف سے اپنا رخ پھیر کر لاجوتی کی جانب بڑھنا شروع کیا تو پورن لال کڑک کر چیخا۔ ”پلیہ رک جا، تیرا شکار لاجوتی نہیں بلکہ وہ ہے جس نے دیوتاؤں کا اہمیان کیا ہے۔“

پورن لال کی گرج سن کر ناگ ایک ٹانے کو رک کا پھر دوبارہ لاجوتی کی جانب بڑھنے لگا، لاجوتی نے چیخا بند کر دیا تھا، وہ سحر زدہ انداز میں پھرے ہوئے ناگ کو دیکھ رہی تھی، اچانک پورن لال نے کوئی اور منتر پڑھ کر ناگ پر پھونکا، اس منتر کے بیروں نے دیکھتے شعلوں کے روپ میں نمودار ہو کر ناگ کو بھسم کر دیا، باقی دونوں ناگ بھی پراسرار طور پر غائب ہو چکے تھے۔ پورن لال نے ناگوں کو گستاخی اور حکم عدلی کی سزا دینے کے بعد میری جانب دیکھا تو میں نے بڑے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ہمارا راج‘ زراش مت ہو‘ تم جان بڑے دیکھا تو میں نے بڑے اطمینان سے حاصل ہے، تم نے مہمان کشی پر اپت کرنے کے لئے بڑے پاؤں بیٹے ہیں، کالی طاقتیں اوش تمہاری سہانتا کریں گی، کوئی اور چہیکار دکھاؤ۔“ میں پورن لال کی نگاہوں میں بے چینی اور الجھن کے طے چلے تاثرات دیکھ رہا تھا، اپنے واروں کو خالی جاتا دیکھ کر وہ تھلا رہا تھا میری باتوں نے جلتی پر تیل کا اثر کیا تو وہ بھڑک اٹھا، کرخٹ آواز میں بولا۔ ”پاپی، تیرا انجام اوش خطرناک ہو گا، کالی کی ممان کشی تجھے برباد کر دے گی۔“

”میں اپنی بربادی کا شہر ہوں پورن لال جی، آپ کوئی اور جنتز منتر آزمائیے۔“ میں نے دوسری بار پورن لال کی بے بسی کا مضحکہ اڑایا تو وہ اور زیادہ خطرناک بن گیا، اس کے ہونٹ اور زیادہ پلٹنے لگے، وہ کسی اور منتر کا جاب شروع کر چکا تھا۔ میں اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا۔ لاجوتی پتھر کے کسی پتھان مجھ سے کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑی پورن لال کو مستقل گھور رہی تھی۔ کمرے میں چند لمحے موت کا بھیاںک سناٹا طاری رہا پھر پورن لال نے جاب ختم کر کے زور سے تابی بجائی تو پورا کمرہ لرز اٹھا، یوں لگ رہا تھا جیسے زلزلہ آگیا ہو، اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے حیران کن تھا، پورن لال کے خطرناک بیروں نے خوفناک بھیڑیوں کی شکل میں نمودار ہو کر میرے اوپر یلغار کر دی تھی مگر ان کا بھی وہی حال ہوا جو اس سے قبل کوڑیا لے ناگوں کا ہو چکا تھا۔

خونخوار درندے جست لگا کر میری جانب آتے لیکن کسی ناہیدہ قوت سے ٹکرا کر واپس لوٹ جاتے، پورن لال ابھی اپنے بیروں کی ناکامی پر غور کر رہی رہا تھا کہ لاجوتی جیسے اچانک ہوش میں آگئی، اس نے پورن لال کو گھورتے ہوئے سخت لہجہ میں کہا۔ ”پاپی، تو نے میری

مجھے تعجب تھا کہ انگاروں نے میرا بال بھی بیکا نہیں کیا، البتہ لاجوتی کی کرہناک چیخ سن کر میں نے اس کی جانب نظر اٹھائی تو اس کا چہرہ بری طرح جھلس چکا تھا، نیچے بازوؤں پر بڑے بڑے آبلے ابھر آئے تھے اور سر کے بال آدمے سے زیادہ جل چکے تھے، مجھے لاجوتی کا یہ حلیہ دیکھ کر جھرجھری آگئی۔ پورن لال کو غالباً اس بات کی توقع نہیں تھی کہ اس کے پیر مجھے نقصان پہنچانے کے بجائے لاجوتی کو بھسم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس نے موقع کی نزاکت کو بھانپا تو اور زیادہ خطرناک بن گیا، دوسرا منتر پڑھ کر پاؤں زمین پر مارا تو تین کوڑیا لے ناگ نمودار ہو کر میری جانب لپکے، ناگوں کو لہراتا اور بل کھاتا اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا۔ اسی لمحے بزرگ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ”شیر حسن خاں، جو لوگ حق کے راستے پر ہوں انھیں ان شعبہ بازوں سے خائف نہیں ہونا چاہئے، تم مطمئن رہو، کالی طاقتوں کے حربے تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔“

”اے نیک بزرگ، کیا یہ ممکن نہیں کہ میں ہمیشہ کے لئے ان شعبہ بازوں سے نجات پاسکوں؟“ میں نے دل ہی دل میں اس پراسرار آواز سے کہا، میری نظریں بدستور ان ناگوں پر مرکوز تھیں جو ہر لمحہ مجھ سے قریب تر ہو رہے تھے۔

”خدا کی لاشی بے آواز ہوتی ہے میرے بچے، یوں بھی تم سچائی کے راستے پر ہو۔“ بزرگ آواز نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ ”فرشتے تمہارے ساتھ ہیں، تم جس آزمائش سے گزر رہے ہو اس میں ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔“

لاجوتی کی مستقل کرہناک چیخوں کی آواز اور زہریلے ناگوں کی موجودگی نے ماحول کو بڑ بھیاںک رنگ دیا تھا، پورن لال سینہ تانے کھڑا اپنے بیروں کو دیکھ رہا تھا جو ناگوں کے روپ میں میری جانب بڑھ رہے تھے، میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط تھا۔ نیک بزرگ کی تلقین نے میری رہنمائی کی تھی۔ خوف میرے دل سے کوسوں دور تھا، میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹار کی طرح ڈٹا کھڑا رہا، کوڑیا لے ناگ میرے بہت قریب آ کر رک گئے پھر ان کے لہراتے جسم بلند ہونے لگے، اتنے بلند ہوئے کہ میرے قد کے برابر آگئے، وہ تینوں پھن پھاڑے میرے چہرے کے سامنے لہرا رہے تھے۔ ان کی مکروہ اور زہر آلود زبانیں بار بار منہ سے باہر لپک رہی تھیں، عام حالات میں اگر میں کسی ایسے موقع سے دوچار ہوتا تو خوف کے احساس نے میرے دل کی حرکت کا بند ہو جانا یقینی بات ہوتی لیکن اس وقت میں مطلق خوفزدہ نہیں تھا۔ تینوں ناگ باری باری لہرا رہے تھے اور باری باری ان کے پھن میری طرف لپکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ ہر بار مایوسی کا شکار ہو کر اور زیادہ غضبناک نظر آنے لگتے، میں ابھی



سندرتا کو اس کر کے اندر دیوتا کو دیئے ہوئے دجن کو توڑا ہے، تجھے اس کا سراپ او میں حیران و پریشان کھڑا نیولے اور سانپ کی جنگ دیکھ رہا تھا، لاجوئی اور پورن لال ملے گا۔

”کلکتی!“ پورن لال جو اپنے ہیروں کے انجام سے پہلے ہی دل برداشتہ تھا لاجوئی نیولے پر زور سے مارا جواب میں نیولا فلا بازی کھا کر پلٹا تو سانپ بلبلا اٹھا۔ کچھ دیر تک گھنگھو سن کر تھلا اٹھا۔ ”تو اپنی زبان بند رکھ نہیں تو تیرا انجام بھی اس سلسلے کی طرف نفاک جنگ جاری رہی پھر پورن لال کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز ابھری۔ ”میں دجن دیتا ہوں بھیا نک ہو گا۔“

”مورکھ“ تجھے میری فکتی کا اندازہ نہیں جو ایسی بات کر رہا ہے۔ ”لاجوئی نے ترک“ ”میں شیرجی نہیں ہوں مورکھ جو تیرے دھوکے میں آ جاؤں گی۔“ لاجوئی کا لہجہ ہلکا جواب دیا۔ ”اندر دیوتا کو دیئے ہوئے دجن کو بھلا کر تو نے مجھے اپنے اوجھار سے آزابناک تھا۔“ ”تجھے کالی کی سوگندھ کھا کر مجھے دجن دینا ہو گا“ تیری جان کیول اسی صورت کہ آکاش کی اپرا دھرتی کے پنڈت پجاریوں سے زیادہ ممان ہوتی ہے۔“

پورن لال، لاجوئی کے سخت الفاظ سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ لیکن پشتر اس کے کہ تیری سندرتا واپس لوٹا دوں گا۔ ”پورن لال نے کالی کی قسم کھا کر وعدہ کیا تو لاجوئی نے وہ کوئی اقدام کرتا لاجوئی نے سر کے بل فلا بازی کھائی اور پلک جھپکتے میں بھیڑے کا روپ لا بازی کھائی پھر اپنے اصلی روپ میں آ گئی۔ پورن لال سانپ کی صورت میں چند ٹائے دھار لیا، اس کے روپ بدلتے ہی باقی بھیڑے آنا ”فانا“ میں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں پر پڑا اپنے جسم کو اذیت ناک انداز میں بل دیتا رہا پھر جب اس نے روپ بدلا اور پورن لال نے جوابی حملہ کیا اور لوٹ لگا کر سانپ کا روپ اختیار کر لیا، قریب تھا کہ وہ میرے سامنے اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوا تو مجھے یہ دیکھ کر جھرجھری آ گئی کہ اس کی لاجوئی کو دس لیتا لیکن لاجوئی نے پل بھر میں دوسری جست لگائی اور نیولے کی صورت اختیار کر کے پورن لال کی جانب لپکی۔ پورن لال نے جو اس وقت سانپ کے روپ میں تھا اپنے بدن کو پوری تیزی سے سمیٹا، وہ غالباً ”کوئی صورت اختیار کرنا چاہتا تھا مگر اسے مایوسی ہوئی۔ لاجوئی نے نیولے کے روپ میں اچھل کر پورن لال کا گلا اپنے نوکیلے دانتوں تلے جکڑ لیا، اسی لمحے پورن لال کی خرخراتی ہوئی آواز کمرے میں گونجی ”پاپن چھوڑ دے مجھے“ دیوتا تیری بھول کو بھی شام نہیں کریں گے۔“

پورن لال جواب دینے کے بجائے خاموش کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا۔ وہ مستقل طور پر لاجوئی کو گھور رہا تھا، میری موجودگی کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر پورن لال نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو سیاہ بادلوں کا ایک تودا نمودار ہو کر تیزی سے لاجوئی کی طرف بڑھا اور اس نے اپنا حجم بڑھا کر لاجوئی کو اپنے اندر چھپا لیا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان ناقابل یقین واقعات کو دیکھ رہا تھا، معا ”میرے دل میں ایک خیال تیزی سے ابھرا، کہیں پورن لال نے لاجوئی کو اپنے جال میں پھانسنے کی خاطر جھوٹا وعدہ تو نہیں کر لیا تھا، کیا وہ لاجوئی کو جس نے اسے مارنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا تھا، اس کا کھویا ہوا حسن لوٹا دے گا؟ کیا پورن لال حقیقتاً لاجوئی کے آگے بے بس ہو گیا تھا یا اس میں بھی اس کی کمینہ خصلت اور کسی گہری چال کو دخل تھا؟ کیا لاجوئی اپنی خوبصورتی واپس

”بھول تیری تھی پورن لال جو تو نے ایک اپرا کی سندرتا کو بھسم کرنے کی حماقت کی۔“ لاجوئی کی خوفناک آواز گونجی۔ ”پہلے مجھے دجن دے کہ تو میری کھوئی ہوئی سندرتا کو واپس لائے گا تیری فکتی اسی میں ہے۔“

”ہوش میں آ لاجوئی، تو نہیں جانتی کہ تو اس سے کس فکتی سے بات کر رہی ہے۔“ پورن لال نے گرجدار آواز میں جواب دیا۔

”تیری فکتی اس سے میرے رحم و کرم پر ہے پورن لال!“ لاجوئی نے نیولے کی شکل میں پورن لال کو حنبھورتے ہوئے کہا۔ ”اگر میں چاہوں تو ایک پل میں تیرا زخرا کاٹ کر تجھے نرک میں جھونک سکتی ہوں۔“

مل جانے پر دوبارہ پورن لال کی پابند رہے گی؟ میرے ذہن میں اسی قسم کے بیشمار خیال آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ سیاہ بادلوں کا وہ تودہ بدستور لاجوتی کے گرد بھنور کی صورت میں تیزی سے چکرا رہا تھا، پورن لال بدستور مجھ سے بے نیاز کھڑا غصے کی حالت میں اپنا ہونٹ چبا رہا تھا، اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ اندرونی کرب سے دوچار ہے۔ مجھے جہاں ان پراسرار حالات پر حیرت ہو رہی تھی وہاں بات پر بھی تعجب تھا کہ لاجوتی اور پورن لال جو میرے خون کے پیاسے تھے اچانک آپس میں کیوں ٹکرا گئے۔ میں ابھی محو حیرت تھا کہ سیاہ بادلوں کا حجم تیزی سے سمٹا اور نظروں سے غائب ہو گیا، اس کے ساتھ ہی لاجوتی کو اس کی کھوئی ہوئی خوبصورتی واپس مل چکی تھی۔ اس کے حسین چہرے پر اب کوئی داغ نظر نہیں آ رہا تھا، سیاہ بادلوں کے غائب ہونے کے بعد لاجوتی نے ایک نظر اپنے جسم پر ڈالی پھر پورن کو مخاطب کر کے سپاٹ آواز میں کہا۔ ”تمہاری کپڑا ہے مہاراج جو تم نے اپنی شکتی کے زور سے میری سندرتا مجھے واپس دیا کر دی۔“

”جلی جا پاپن، میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جا۔“ پورن لال حقارت سے بولا۔ ”میں نے اپنا وطن پورا کر دیا پر نتو اب تو اس دھرتی پر نہیں رہ سکتی، تجھے آکاش پر واپس جانا ہو گا۔“

”مہاراج۔۔۔۔۔۔“ اچانک لاجوتی کا لہجہ خوشامدانہ ہو گیا۔ اس نے بڑی لجاجت سے کہا ”مجھے ابھی آکاش پر واپس جانے کا حکم نہ دینا، میں نے تن من دھن سے تمہاری سیوا کی ہے، تمہاری ہر آگیا کا پالن کیا ہے مہاراج، مجھے اپنے چرنوں میں رہنے دو۔“

”مورکھ، اب یہ ناممکن ہے، تو نے پورن لال کا اعلان کیا ہے اب تو دھرتی پر نہیں رہ سکتی، تجھے میری آگیا کے انوسار آکاش پر واپس جانا ہو گا۔ اگر تو نے میرا کہا نہ مانا تو میں اندر دیوتا سے شکایت کروں گا۔“

”ایسا کیوں کرتے ہوئے پورن لال!“ میں نے پورن لال کو چھیڑے کی خاطر کہا ”اگر تم نے لاجوتی کو اندر جی کے اکھاڑے میں واپس بھیج دیا تو پھر سیدھے سادھے مسلمانوں کو بھگانے اور پتھروں کی پوجا پر کون آمادہ کرے گا؟ لاجوتی تو تمہارے لئے ایک حسین حربہ ہے پورن لال جی! اس چارے کے ذریعہ ابھی تم بہت سارے شکار پھانس سکتے ہو۔“

میری آواز سن کر پورن لال اور لاجوتی دونوں اس طرح حیرت سے اچھلے جیسے انھیں کمرے میں میری موجودگی کی مطلق کوئی خبر نہیں تھی، پورن لال کی آنکھوں میں شیطانی

قوتوں کا خوفناک رقص دوبارہ نظر آنے لگا۔ اس نے مجھے قبر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”مسئلے تجھے تو میں بھول ہی گیا تھا، پر نتو اب تو میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گا۔“ اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی پوری شدت سے پورن لال نے مجھ پر دوبارہ خطرناک حملہ کیا، اس کے منتر کے بیروں نے خطرناک صورتوں میں نمودار ہو کر مجھ پر بھرپور حملے کیے، لیکن کوئی کارگر ثابت نہ ہوا۔ پورن لال تلملا تلملا کر مجھ پر حملے کر رہا تھا، کبھی مجھ پر آگ کی بارش شروع ہو جاتی اور کبھی خون آشام درندے مجھ پر اچھل کود کرتے، کبھی میں چھت کو ٹوٹ کر اپنے اوپر گرتا ہوا محسوس کرتا اور کبھی مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے زمین میرے قدموں تلے سے کھسک رہی ہے، لیکن میں اپنی جگہ ثابت قدم رہا۔ پورن لال اپنی پے در پے ناکامیوں سے جھٹلا گیا، اس کی خوفناک آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے، میں نے اسے چڑانے کی خاطر کہا۔ ”کیا بات ہے مہاراج، آج تمہاری مہمانِ خلقی کو کیا ہو گیا؟ تمہارے پیر آج تمہاری آگیا کا پالن کیوں نہیں کر رہے؟ کیا تمہاری دیوی اور تمہارے دیوتاؤں نے بھی تمہارا ساتھ چھوڑ دیا، انھیں آواز دو پورن لال، اپنے دھرماتماؤں اور پنڈت پجاریوں کو اپنی سہانتا کے لئے پکار! پتھروں کو جھنجھوڑو، شاید وہ تمہاری آواز سن کر متحرک ہو سکیں۔“ پورن لال میرا جواب سن کر مارے غصے کے ساری جان سے لرز اٹھا، مجھے اس کی حالت دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ایک بار پورن لال نے بھی مجھ سے اسی قسم کی باتیں کی تھیں میں ابھی اس کی مکروہ صورت پر چھائی ہوئی کراہت آمیز جھلاہٹوں کو دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا کہ کمرے میں صندلی خوشبو کا تیز جھونکا آیا پھر لوہان کی خوشبو میرے ذہن کو معطر کر گئی، اسی لمحے میں نے پورن لال کو خوفناک انداز میں چومنے دیکھا، انداز ایسا تھا جیسے وہ اچانک کسی خطرے کی شدت کو محسوس کر کے خوفزدہ ہو گیا ہو۔ اس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے میری جانب دیکھا پھر دوسرے ہی لمحے میری نظروں کے سامنے سے اوچھل ہو گیا، میں نے لاجوتی کو دیکھنا چاہا لیکن وہ بھی غائب ہو چکی تھی۔ لوہان کی تیز خوشبو میرے اوپر غودگی کی سی کیفیتیں طاری کر رہی تھی۔ میں نے کمرے سے نکلنے کی کوشش کی لیکن میرے قدم لٹکھڑا گئے۔ میری آنکھوں کے نیچے گھپ اندھیرے منڈلانے لگے میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا، لوہان کی خوشبو میرے وجود پر کچھ اس طرح اثر انداز ہوئی کہ میں پوری طرح اس کے اندر مدغم ہو کر رہ گیا۔

دوسری بار میں ہوش میں آیا تو نہ وہ مکان تھا جہاں میں بیہوش ہوا تھا نہ آبادی کا قریب و جوار، کوئی نشان تھا۔ میں ایک پرانے قبرستان میں منہدم قبروں کے درمیان بے

ہل کر گھرے کے قریب گیا، میری قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی، گھرے میں ٹھنڈا پانی وجود تھا۔ میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر گھرے سے منہ لگا دیا اور دونوں ہاتھوں سے گھرے کو ذرا ترچھا کر کے پانی پینے لگا۔ اس وقت پانی پی کر مجھے جس فرحت اور تازگی کا حساس ہوا وہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ پیٹ بھر کر پانی پینے کے بعد میں نے چلو میں اپنی لے کر منہ دھویا اور دوبارہ اپنی نامعلوم منزل کی جانب بڑھنے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا، قبرستان میں گھرے کی موجودگی میرے لئے حیرت انگیز بات تھی۔ مجھے ٹھیک طور پر یاد نہیں کہ پہلی بار جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو گھڑا وہاں موجود تھا یا نہیں البتہ قدموں کی آہٹ اور پانی کا مڑھ سنانے والی آواز میرا دہم نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر اب میں ان باتوں سے خائف نہیں تھا، اگر کوئی روح میرا تعاقب بھی کر رہی تھی تو وہ یقیناً کوئی اچھی روح تھی، بدروح ہونے کی صورت میں وہ مجھے یقینی طور پر پریشان کن حالات سے دوچار کر سکتی تھی۔

آدھے گھنٹے تک متواتر چلتے رہنے کے بعد میں قبرستان کو عبور کر کے ایک نیلے کے قریب آ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ آبادی یہاں سے زیادہ دور نہیں ہوگی، نیلے پر چڑھ کر میں نے دوسری جانب دیکھا تو کچے کچے مکانات موجود تھے، میں اس وقت کسی نواحی بستی کے قریب تھا۔ ٹیلا اتر کر میں نے اپنی رفتار تیز کر دی، نیلے کے بائیں جانب ایک شکستہ جھونپڑی نظر آ رہی تھی، ممکن ہے وہاں قبرستان کا گورکن رہتا ہو، میں نے اس جھونپڑی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن جب میں اس کے قریب سے گزرا تو نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی ماورائی قوت مجھے اس جھونپڑی کی جانب لیجانا چاہتی ہے، میں نے ایک دو بار اس احساس کو ٹالنا چاہا لیکن پھر کسی نامعلوم جذبے کے تحت از خود اس جھونپڑی کی جانب ہو لیا۔ جھونپڑی ویران ویران اور اجاڑ نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر رک گیا نہ جانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، میں نے جھونپڑی میں کسی کی موجودگی کی تصدیق کی خاطر آواز دی مگر دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ ڈرتے ڈرتے میں نے جھونپڑی کے بند دروازے کو آہستہ سے کھولا اور اندر داخل ہوا تو میری آنکھیں حیرت اور دہشت کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جھونپڑی کے کچے فرش پر لاجوتی مردہ حالت میں چت پڑی تھی۔ وہاں کوئی اور ساز و سامان موجود نہیں تھا۔ لاجوتی کو خلاف توقع اس جھونپڑی میں دیکھ کر مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ میں شاید کالی طاقتوں کے چنگل میں پھنسنے والا تھا۔ میری نظریں لاجوتی کے حسین جسم پر مرکوز تھیں جو قطعی طور پر غیر متحرک تھا۔

یارو مدگار پڑا تھا، میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ذہن کو کریدا تو گزری ہوئی باتیں یکے بعد دیگرے تسلسل سے یاد آنے لگیں مگر میں بیہوشی کے بعد قبرستان تک کس طرح پہنچا یہ راز میری سمجھ میں نہ آ سکا۔ چار و نا چار اپنی قسمت پر شاکر میں ایک سمت چل پڑا۔ اس وقت دھوپ کی تپش سے میرا برا حال ہو رہا تھا، بھوک پیاس کی شدت نے مجھے نڈھال کر رکھا تھا، قبرستان خاصا وسیع اور پرانا تھا۔ میں قبروں کے درمیان سے گزرتا ہوا یوں ہی اندازے سے ایک سمت قدم اٹھانے لگا۔ ہر چند کہ اس وقت میں ذہنی طور پر بری طرح ٹوٹا ہوا تھا پھر بھی رہ رہ کر مجھے وہ واقعات یاد آ رہے تھے جو بیہوشی سے قبل میرے ساتھ پیش آئے تھے۔ لوہان اور صندل کی تیز خوشبوؤں کے بعد پورن لال اور لاجوتی دونوں غائب ہو گئے تھے اور پھر..... پھر بعد میں کیا ہوا تھا مجھے کچھ یاد نہ آ سکا۔ خود رو جھاڑیوں اور خاردار درختوں نے قبرستان کو بڑا ہولناک بنا رکھا تھا، ہر طرف ویرانی برس رہی تھی، میں اپنے خیالات میں محو لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ معا" مجھے ایسا لگا جیسے کوئی میری پشت پر موجود ہو۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا مگر وہاں ٹوٹی شکستہ قبروں کے سوا دور دور تک کوئی آدم زاد موجود نہ تھا، میں تن بہ تقدیر دوبارہ چل پڑا۔ کچھ ہی دور گیا تھا کہ ایکبار پھر مجھے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ معلوم ہوئی اس بار میں نے قدموں کی آہٹ کو خاص طور پر محسوس کیا تھا۔ میرے جسم کے روٹکنے آپ ہی آپ کھڑے ہو گئے۔ خوف کے احساس سے میرا دل دھڑکنے لگا، میں اس وقت قبرستان میں تھا، کیا عجب کہ کوئی روح میرا تعاقب کر رہی ہو، اس خیال نے مجھے دہلا دیا، میں نے چلتے چلتے پلٹ کر دیکھا لیکن اس بار بھی کوئی نظر نہیں آیا پیاس کی شدت سے میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے، خوف کے احساس نے اس شدت کو اذیتناک بنا دیا۔ چند ٹانے تک میں خاموش کھڑا اپنی اکھڑی اکھڑی سانسوں پر قابو پاتا رہا پھر بمشکل دس بارہ قدم آگے گیا ہوں گا کہ..... ہوا کا ایک گرم جھونکا میرے چہرے کو چھو کر گزرا اس کے ساتھ ہی ایک نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی، "پانی۔"

پانی کا نام سن کر میری پیاس کی اشتہا اور بھڑک اٹھی، میں اس آواز کو اپنا دہم نہیں سمجھ سکتا تھا۔ پانی کا لفظ الفاظ بہت واضح طور پر میرے کانوں میں گونجا تھا، میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، مجھے یقین ہو گیا کہ کوئی روح میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہے، میں نے تیسری بات پلٹ کر دیکھا لیکن اس بار خوف کے بجائے میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بائیں جانب نیم پختہ قبر کے قریب مجھے ایک گھڑا رکھا نظر آیا، میں تیزی سے

تفص کا شبہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ میرے خدا میں نہ جانے کس مصیبت میں آن پھنسا تھا اگر میں منور لال ہوتا تو تم کامیاب ہو سکتی تھیں لیکن اب میں شبیر حسن خاں بن چکا میرا جسم پینے سے شرابور ہو رہا تھا، میں نے تیزی سے پلٹ کر جھوپڑی سے باہر بھاگ جانے۔

چاہا لیکن میرے قدم زمین میں گڑ کر رہ گئے تھے، میں اپنے ارادے کو تکمیل کا جامہ پہنانے لاجوئی میرا جواب سن کر معنی خیز انداز میں مسکرائی، اس کی مسکراہٹ پر اثر تھی، میں سے قاصر تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں، لاجوئی کی لاش دیکھ کر نہ سنبھلتے ہوئے کہا۔ ”تم اب خواہ کوئی حربہ آزمالو، میں تمہارے لئے ناقابل تخیل بن چکا خطرے کی سرد لہ میرے رگ و پے میں سرایت کر رہی تھی۔ میں نے اس خوبصورت بلان، تمہارے خوبصورت جسمانی نشیب و فراز، تمہاری دل لہانے والی باتیں اور تمہارے کے چہرے سے نظریں ہٹانی چاہیں لیکن مجھے مایوسی ہوئی پھر اس وقت تو میں سر تپا کانپ دماؤ و غزے میرے ایمان کو اب کسی صورت متزلزل نہیں کر سکتے۔“

کانپ گیا جب میں نے لاجوئی کے بے جان پونوں کو آہستہ آہستہ جنبش کرتے دیکھا۔ اس ”مجھے خوشی ہے شبیر حسن خاں کہ تم انسان بن گئے۔“ لاجوئی نے درد بھری آواز میں کے مردہ جسم میں زندگی کے آثار پیدا ہو رہے تھے، میں گنگ سا کھڑا اس خوفناک منظر کو جواب دیا لیکن وہ آواز لاجوئی کی نہیں تھی میں اس آواز کو سن کر ششدر رہ گیا، مجھے ایسا دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد لاجوئی نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور چھت کو گھورنے لگی، کاچھے وہ آواز میرے لاشعور میں کہیں دبی ہوئی ہے، میں نے ابھی ہوئی گریہوں کو کھولنے میں ساری جان سے لرز اٹھا۔ وہ آنکھیں لاجوئی کی ضرور تھیں لیکن ان میں زندگی کے کی سستی کی، معا” میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا، ہو سکتا ہے کہ لاجوئی نے انداز سے تاثرات برائے نام بھی نہیں تھے، کس قدر دیرانی تھی ان آنکھوں میں۔ شوخی اور چمک کے میرا شکار کرنا چاہتی ہو، اس خیال نے میری الجھن کو تقویت بخشی، میں نے اسے گھورتے علاوہ آنکھیں ان علامتوں سے بھی یکسر عاری تھیں جو کسی ذی روح کی آنکھوں میں نظر آتی ہوئے سخت آواز میں مخاطب کیا۔ ”خدا کی لازوال طاقت سے نکرانے کی حماقت چھوڑ دو ہیں۔ میں دہشت زدہ کھڑا لاجوئی کو دیکھ رہا تھا کہ اس نے آہستہ سے اپنے سر کو جنبش

دی۔ پھر جب میری اور اس کی آنکھیں چار ہوئیں تو مجھے جھرجھری آگئی۔ ان نظروں کی سرد دیرانی مجھے اپنے جسم میں جھپتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، ابھی میں ان دیران آنکھوں کے سحر سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ لاجوئی آہستہ سے اٹھی اور کھڑی ہو گئی، اس کے جسم کے اعضا جنبش ضرور کر رہے تھے لیکن یوں لگتا تھا جیسے اس حرکت میں اس کے اپنے ارادوں کو کوئی دخل نہ ہو۔ میں نے سوچا، کہیں ایسا تو نہیں کہ پورن لال نے لاجوئی کو کسی اذیتناک سزا سے دو چار کر دیا ہو، یا پھر مجھے کسی سنہری جال میں پھانسنے کے لئے لاجوئی نے یہ نیا انداز اختیار کیا ہو۔ وہ ایک اپرا ہونے کے سبب ہر بات پر قادر تھی۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے معبود حقیقی کو یاد کیا اور اپنے دل کی حرکتوں پر قابو پانے لگا، لاجوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میری جانب بڑھ رہی تھی۔ اس کی پلکوں کو ایک معمولی جنبش بھی نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے جلدی سے آیت الکرسی تین بار پڑھ کر اپنے اوپر دم

کیا پھر جب لاجوئی میرے قریب آکر رکی تو میں نے بڑے پر سکون اور ٹھوس لہجے میں اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”خوبصورت ناگن، تم خواہ کوئی روپ دھارو، کوئی سوانگ بھرو، تمہارا سحر اب میرے اوپر کارگر نہیں ہو سکے گا میں نے اب جس عظیم طاقت پر بھروسہ کیا ہے اس کے آگے ماورائی طاقتوں کی بھی ایک نہیں چل سکتی، میری مانو تو اب تم میرا تعاقب چھوڑ دے۔“ لاجوئی کی پر اسرار قوتوں سے ناواقف نہیں تھا، وہ روپ بدلنے اور آواز بدلنے پر قادر تھی لیکن جب اس نے خدا کا نام لیا تو مجھے سوچنا پڑا، کیا وہ محض مجھے الجھانے کی خاطر اپنا مذہب بھی داؤ پر لگا رہی تھی؟ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا، ہماری نگاہیں ایک دوسرے سے چار تھیں، کچھ دیر تک گہرا سکوت طاری رہا، پھر لاجوئی کے ہونٹوں کو دوبارہ جنبش ہوئی، اس نے بدلی ہوئی آواز میں رندھے ہوئے لہجے سے کہا۔ ”شبیر خاں مجھ سے خائف مت ہو، میں گر تمہیں نقصان پہنچانا چاہتی تو آج سے بہت پہلے تم کو مار سکتی تھی، یا تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ کر سکون کی تلاش میں اس دنیا سے دور جا چکی ہوتی لیکن میں چاہتی تھی کہ تم سچائی کا راستہ اپنالو، تم نے میری روح کو جو اذیتناک کرب عنایت کیا ہے اس کی کک آج بھی باقی ہے لیکن اس کا حساب روز محشر خدا کے سامنے ہو گا بہر حال مجھے اس بات کی خوشی ضرور ہے کہ میری قربانی رائیگاں نہیں گئی۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں اے نیک اور مقدس روح کہ طاقت کے حصول کے بعد میں صرف اپنے ان ناپاک دشمنوں کو نیت و نابود کروں گا جنہوں نے مجھے وحدانیت کی راہ سے ہٹا کر گمراہی کے راستے پر ڈال دیا تھا۔“ میں نے سچے دل سے وعدہ کیا پھر ساجدہ کی روح کی ہدایتوں کی تکمیل کے بعد اس قبر کے سرہانے بیٹھ کر آیت کریمہ کا وظیفہ شروع کر دیا۔

میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سن رکھا تھا کہ آیت کریمہ کا جلالی وظیفہ کرنے والے شاذ و نادر ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں، یا تو اس عمل کو کرنے والے پاگل ہو

”یہ میری دیرینہ آرزو ہے لیکن اس سے پیشتر میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے اپنی غلطی پر ندامت کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔“ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا تو ساجدہ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ”میں حالات کا شکار ہوئی تھی شبیر حسن مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، میری دعا ہے کہ خدا بھی تمہیں معاف کرے۔“ ساجدہ کی روح کا جواب سن کر میرا دل بھر آیا، عقیدت کے آنسو جو میرے دل کی گہرائیوں میں چل رہے تھے ابھر کر پلکوں تک آ گئے، میں نے متشکرانہ نظروں سے لاجوئی کے جسم کے اندر جھانک کر ساجدہ کی مقدس روح کو سلام کیا۔ میرے دل کی حالت اس وقت غیر ہو رہی تھی، میں نے طاقت کے نشے میں مست ہو کر ساجدہ کو روندنے کی کوشش کی تھی، اس کی روح کو اپنا ہدف بنانے کی خاطر میں نے دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگی تھی لیکن آج وہی مقدس روح

کے لئے کافی تھا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا سر غائب تھا، گردن سے خون کا فوارہ اٹل رہا تھا اور وہ برق رفتاری سے بھاگتا ہوا میری جانب آ رہا تھا۔ ابھی میں اس ہولناک منظر کو دیکھ ہی رہا تھا کہ شیر کے دھاڑنے کی آواز دوسری بار میرے پیچھے سے اتنی زور سے سنائی دی کہ میں اچھل پڑا، قریب تھا کہ میں وظیفہ چھوڑ کر بھاگنے کے لئے اٹھتا کہ ساجدہ کی آواز میرے کانوں میں بروقت گونجی

”سنبلو شبیر حسن خاں، یہ تمہاری آزمائش کے آخری لمحات ہیں، یہ ہولناک مناظر تمہیں خوفزدہ کرنے کے لئے رونما ہو رہے ہیں، دل میں خدا کا نام لے کر اپنا عمل جاری رکھو، کامیابی تم سے زیادہ دور نہیں۔“

میں نے ساجدہ کی آواز سن کر آنکھیں بند کر لیں اور وظیفہ کا ورد جاری رکھا، اس روز تمام رات درندوں کی ہولناک آوازیں مجھے دہشت زدہ کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ خوفناک اور کرناک چیخیں میری قوت سماعت سے ٹکراتی رہیں، بھیاک قبضے اور پر شور دھماکے میرے وظیفے کی راہ میں حائل ہونے کی سعی کرتے رہے لیکن میں نے ان آوازوں پر کوئی دھیان نہیں دیا اور آیت کریمہ کا ورد جاری رکھا، رات کب گزری اور کب صبح کے نور نے ظلمت کو پچھاڑا مجھے اس کا مطلق کوئی احساس نہیں ہوا، دوبارہ میں نے اسی وقت آنکھیں کھولیں جب ساجدہ نے ہدایت کی، اس بار میں نے آنکھیں کھولیں تو قبرستان پر صبح کا اجالا پوری طرح پھیل چکا تھا، میں نے اپنے سامنے ایک نورانی چہرے والے شخص کو دیکھا جو سرتاپا سفید لباس میں ملبوس تھا، اس کے سر اور داڑھی کے بال بھی روئی کے گالوں کی طرح سفید تھے، مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس شخص نے اپنا سر قدرے جھکاتے ہوئے پوچھا۔ ”میں حاضر ہوں، تمہارا ہر حکم بجا لانا میرے اوپر فرض ہے، کو، کیا چاہتے ہو؟“

”تم کون ہو؟“ میں نے ٹھوس آواز میں دریافت کیا۔

”میں آیت کریمہ کا موکل ہوں اور اب تمہارے تابع ہوں، کو، میرے لئے کیا حکم ہے؟“ میں نے اس کا جواب سنا تو خوشی سے جھوم اٹھا میں اپنے عمل میں کامیاب ہو چکا تھا۔ میں نے موکل سے کہا کہ جب میں اسے بلاؤں وہ دوبارہ حاضر ہو۔ اس کے نظروں سے غائب ہو جانے کے بعد سب سے پہلے میں نے سجدہ شکر ادا کیا پھر حصار سے باہر آ گیا۔ اپنے حلقے پر نظر ڈالی تو خود کو بھی نہ پہچان سکا، میرے جسم پر میل کی تہیں جم رہی تھیں، میرا شیوہ بری طرح بڑھ چکا تھا اور سر گردو غبار سے اٹا ہوا تھا، ”معا“ مجھے ساجدہ کا خیال آیا، میں

اتے ہیں یا اپنی یادداشت کھو بیٹھتے ہیں، لیکن میری نیت صاف تھی، میں نے عہد کر لیا کہ دن لال اور گوپال داس کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد وظیفے کے موکل کو آزاد کر دوں اور اس کے بعد ایک سچے مسلمان کی طرح اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن یاد الہی میں گزاروں گا، شروع میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی لیکن جیسے جیسے دن گزرتے جاتے میری وحشت میں اضافہ ہوتا جاتا۔ مجھے یہ وظیفہ چالیس روز تک پڑھنا تھا، اول چار پانچ دن بڑے سکون سے گزرے پھر وظیفہ پڑھتے پڑھتے میرا دل چاہتا کہ انھوں اور حصار سے باہر ل جاؤں۔ پندرہ روز تک میری حالت جنونی رہی لیکن اس کے بعد ہر احساس رفتہ رفتہ مٹ گیا، میں اپنے عمل میں اس طرح ڈوب گیا کہ بھوک پیاس اور قرب و جوار کی ویرانی ہی دور ہو گئی، پینتیس روز تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جسے میں رقم کروں لیکن اس کے بعد دو بار ایسے خطرناک موڑ آئے جب میں ڈگمگاتے ڈگمگاتے بچا، اگر ساجدہ کی مقدس روح نے ان موقعوں پر میری مدد نہ کی ہوتی تو آج میں اپنی پراسرار داستانِ زیات کو قلمبند کرنے کے لئے یا تو زندہ نہ ہوتا اگر زندہ رہتا تو پاگلوں کی طرح سڑکوں پر مارا برا گھوم رہا ہوتا، پہلا واقعہ بختیسویں شب کو پیش آیا، میں آنکھیں بند کئے وظیفہ پڑھنے لگا، مگر گن تھا کہ بکثرت روشنی کا کوندا ہوا اور اتنی شدت سے ہوا کہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے اپنی نظروں کے سامنے لکڑیوں کا الاؤ جلتا ہوا نظر آیا جس کے شعلے آسمان سے اتریں کر رہے تھے۔ دس بارہ ٹنگ دھڑنگ اور خوفناک جھورت وحشی افراد آگ کے گرد گھومتے رہے تھے اور بار بار میری جانب دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر تک یہ رقص و مہرہ جاری رہا پھر خوفناک چہرے والے میری جانب بڑھنے لگے۔ ان کی انگاروں کی مانند دھکتی روئی روشن آنکھیں انتہائی خوفناک تھیں۔ قریب تھا کہ میں دہشت سے چیخ مارتا اور اپنی وہیل ریاضت سے محروم ہو جاتا کہ ساجدہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا، اس نے مجھے بتایا کہ یہ خوفناک صورتیں مجھے ڈرا کر وظیفے کے عمل سے باز رکھنا چاہتی ہیں۔ میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں اور بلند آواز میں وظیفہ کا ورد شروع کر دیا۔ کچھ دیر تک خوفناک دوازیں آتی رہیں پھر سکوت چھا گیا۔

دوسرا واقعہ انتالیسویں دن پیش آیا۔ اس رات گرمی اس قدر شدید تھی کہ سانس لینا ہی دشوار تھا، میں اپنے عمل میں محو تھا کہ اچانک کہیں قریب سے شیر کے دھاڑنے کی خوفناک آواز سنائی دی اور میرا دل دہل کر رہ گیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس وقت جو ہشتاک منظر میری نظروں نے دیکھا وہ بذات خود کسی انسان کے ہوش و حواس گم کر دینے

برای راستے پر ہو لیا جو ٹیلے کی سمت جاتا تھا۔ اب مجھے نہ بھوک کی شدت پریشان کر رہی تھی، نہ پیاس کی اشتہا تھی نہ تھکن کا احساس تھا۔ میرے سر میں بس یہی سودا سلایا ہوا تھا کہ جلد از جلد ان ناپاک ہستیوں کو جہنم رسید کر سکوں جنہوں نے میری زندگی کو کھلونا سمجھ کر کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ ایک طویل عرصے تک مجھے کفر کی راہوں پر بھٹکتے رہنے پر مجبور کر دیا تھا، مجھے انسان سے پتھر بنا دیا تھا۔ میری آنکھوں پر طاقت کی ہوشاک پٹی باندھ دی تھی، مجھے گمراہ کیا تھا، اس حد تک کہ میں مسلمان سے ہندو بن گیا تھا۔

میری رفتار ہر لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی، گزرے ہوئے دنوں کی تلخ یادیں میرے جذبات کو بھڑکا رہی تھیں، میرے لئے سکون اس وقت تک حرام ہو گیا تھا جب تک میں اپنے دل کی بھڑاس نہ نکال لوں۔ مجھے اس بات کا بھی مطلق احساس نہیں تھا کہ میں کس راستے پر جا رہا ہوں۔ میرے قدم آپ ہی آپ مجھے میری منزل کی سمت لئے جا رہے تھے اس کا یقین مجھے اس وقت ہوا جب میں نے اچانک خود کو کالی کے مندر کے سامنے کھڑا پایا۔

ایک لمحے کو تو میں ششدر رہ گیا، مجھے یاد نہیں کہ میں یہاں تک کس طرح پہنچا، یقیناً وہ کوئی غیبی قوت تھی جس نے میری رہنمائی کی تھی۔ بہر حال جب میں نے کالی کے پر شکوہ مندر کو دیکھا تو غصہ سے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی، یہی وہ مقام تھا جہاں میں نے نعیمہ کو قربان کرنا چاہا تھا اسی جگہ پورن لال نے میری قوتیں زائل ہونے کے بعد میری درگت بتائی تھی۔ میں اس مقام کو بھلا کیسے بھلا سکتا تھا، یہاں کے ایک ایک ذرے سے میری زندگی کی بہت ساری تلخ اور کرناک یادیں وابستہ تھیں۔ یہی مندر میری زندگی کا ایک اہم موڑ بھی ثابت ہوا تھا، میں چند ثانیے تک غصہ میں پھرا کھڑا مندر کو گھورتا رہا پھر میں نے سوچا۔ ”میں یہاں کیوں آ گیا؟ کیا کالی قوتوں نے ایک بار پھر میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنے کی کوشش کی ہے؟ کیا میرے ضمیر میں ابھی تک کوئی آلودگی باقی ہے؟ یا میں یہاں کسی مقصد سے آیا ہوں؟ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا، میں ابھی تک کسی فیصلے پر رک نہیں سکا تھا کہ ایک جانی پہچانی آواز پشت سے ابھری اور میں اس طرح اچھل کر گھوما جیسے کسی زہریلے پھجھو نے ڈنک مار دیا ہو، پلٹ کر دیکھا تو خون کی حدت اور بڑھ گئی۔ میری نظروں کے سامنے، مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر میرا سب سے بڑا دشمن پورن لال کھڑا مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس کی مسکراہٹ میں طنز تھا، ایسا زہر تھا جس کے احساس نے مجھے مایہ بے آب کی مانند ترپا دیا۔ میرا دل چاہا کہ اسی لمحے اس کے منحوس

نے پلٹ کر دیکھا تو لاجوتی کا پیکر قبر کی دوسری جانب موجود تھا، اس کے جسم کی حرکت ہٹا رہی تھی کہ ساجدہ کی روح ابھی تک اس کے قالب میں موجود ہے۔ قبل اس کے کہ میں اس سے مخاطب ہوتا اس نے پر وقار انداز میں کہا۔ ”شبیر حسن خاں مجھے خوش ہے کہ تم اپنے عمل میں سرفراز ہوئے، مجھے صرف اسی دن کا انتظار تھا، اب میں تمہاری اس مادی دنیا سے واپس جا رہی ہوں، جو کچھ وعدہ تم نے مجھ سے کیا ہے اسے فراموش نہ کر دینا۔“

”اے مقدس روح، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے قول کو پورا کروں گا۔“ میں نے تیزی سے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ ”تو نے جو احسان مجھ پر کیا ہے وہ میں تا قیامت یاد رکھوں گا، میں اپنے ماضی کے برتاؤ پر پشیمان بھی ہوں اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے معافی عطا ہو، ورنہ میرا ضمیر مجھے ہمیشہ کچوکے لگاتا رہے گا۔“

”میری موت رائیگاں نہیں گئی شبیر حسن خاں۔“ مقدس روح نے جواب دیا۔ ”تم نے راہ راست پر آ کر میری روح کی اذیتا کیوں کو کم کر دیا ہے میں تمہیں خطا وار نہیں سمجھتی اور نہ ہی اب تم سے شکی ہوں لیکن میری آخری خواہش ایک اور بھی ہے۔ تم نے نعیمہ کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں، اس کی وفا کو چرکے لگائے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ تم اس ضمن میں بھی تلافی کرو۔“

”میں اقرار کرتا ہوں کہ نعیمہ کے سلسلے میں مجھ سے بہت ساری نا انصافیاں سرزد ہوئی ہیں، وہ میری شریک حیات ہی نہیں بلکہ میری محسنہ بھی ہے، میں اس سے تلافی کا وعدہ کرتا ہوں مگر وہ.....“

”حالات کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ تم سے دور رہے۔“ ساجدہ کی روح نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ ”وقت ہر زخم کا مرہم بن جاتا ہے، تم مایوس نہ ہو، نعیمہ تمہیں بہت جلد مل جائے گی، اچھا، خدا حافظ۔“

میں چاہتا تھا کہ ساجدہ کی روح سے نعیمہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کروں، پورن لال اور گوپال داس کا پتہ دریافت کروں لیکن قبل اس کے کہ میں اپنی زبان کو جنبش دیتا لاجوتی کسی ٹوٹی ہوئی دیوار کی مانند زمین پر گر پڑی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا بے جان جسم دھواں بن کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ لمحات میرے لئے بڑے صبر آزما تھے۔ ساجدہ کی مقدس روح نے میری رہنمائی جس انداز میں کی تھی وہ میرے لئے ایک ناقابل فراموش حقیقت تھی۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو خدا جانے آج میں کہاں ہوتا اور کس حال میں ہوتا۔ بہر حال لاجوتی کے جسم کے فنا ہو جانے کے بعد میں نے ساجدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھی

پہنچا دوں گا۔“

”مجھے تم سے اسی بات کی امید تھی مہاراج لیکن تم مجھے زندہ چھوڑ کر کہاں غائب ہو گئے تھے؟“ میں نے جھپٹتے ہوئے لہجہ میں سوال کیا تو پورن لال مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ ”یہ دیوی دیوتاؤں اور مہمان نکتیوں کا راز ہے مورکھ“ میں تجھے کیوں اتنا بتا سکتا ہوں کہ اس سے دیوی کے پوتر شریر کی مہک نے مجھے وہاں سے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا، پر نواب تو میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا، مجھے تیرا سے پورا ہوتا نظر آ رہا ہے۔“

”جب تمہیں میرا انجام معلوم ہے پورن لال تو پھر تم کس وجہ سے جھلا رہے ہو؟“ میں نے پر سکون آواز میں کہا۔ ”جو کچھ ہونا تھا ہو چکا“ اب جو کچھ میری قسمت اور تمہاری تقدیر میں لکھا ہے وہ بھی پورا ہو کر رہے گا، مجھے یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ تم کس پائے کے پجاری ہو لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم سے اکیلے میں در باتیں کر لوں اس کے بعد پھر کبھی ہمارے درمیان کوئی لڑائی یا کسی جھگڑے کے امکان پیدا نہیں ہوں گے، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں پورن لال کہ آئندہ کبھی تم سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کروں گا۔“

پورن لال نے میری باتوں کا کیا اثر لیا یہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میرا جواب سن کر وہ جس انداز میں مسکرا کر یلخت سنجیدہ ہوا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اچانک کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا ہے۔ میں نے اپنی جگہ اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ آج کسی قیمت پر پورن لال کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا، کچھ لمبے پورن لال مجھے گھورتا رہا پھر ننگ آواز میں اپنے ساتھ آنے کو کہا، میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ مجھے خوشی تھی کہ اس نے میری درخواست قبول کر لی۔ بصورت دیگر مجھے اس سے دوسرے پنڈت پجاریوں کی موجودگی ہی میں دو دو ہاتھ کرنے پڑتے، جس سے نقص امن اور فرقہ وارانہ فساد پھیلنے کا اندیشہ بھی لاحق تھا۔ پورن لال مجھے اسی جھونپڑی میں لے گیا جہاں اس نے بحیثیت منور لال کے میری تفحیک کی تھی (اس وقت میں اسی قابل تھا) جھونپڑی میں پہنچ کر اس نے مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورا پھر بولا۔ ”کوہا شے، تم کس کارن میرے پاس آئے ہو اور مجھ سے کیا باتیں کرنا چاہتے ہو؟“

”پورن لال۔“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”میں چاہتا ہوں تم نے آج تک میرے اوپر جو احسانات کئے ہیں اس کا حساب بیباق کر دوں میں تم کو اکیلے ہیں بھی اسی غرض سے لایا ہوں کہ کھل کر حساب کر سکوں۔“

”تیری مکتی کا کیول ایک ہی راستہ ہے شبیر حسن۔“ پورن لال سینہ تان کر درشت لہجے

وجود کو نیست و نابود کر دوں مگر پورن لال نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا، بڑے زہر آلود لہجے میں مجھے مخاطب کر کے بولا۔ ”شیر حسن خاں، تم؟ یہاں! مجھے تمہارا حلیہ دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے، کیا کوئی پتا آن پڑی ہے؟“

”مجھے تمہاری ہی تلاش تھی پورن لال!“ میں نے خود پر بمشکل قابو پاتے ہوئے سہاٹ آواز میں جواب دیا۔ میں اگر چاہتا تو اپنے موکل کے ذریعہ نہ صرف پورن لال کو نس نس کر سکتا تھا بلکہ ان سرمندے اور لنگوٹی باندھے ہوئے پنڈت پجاریوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا جو آس پاس گھوم رہے تھے مگر میں نے ایسا نہیں کیا، مجھے دوسروں کے مذہب سے کوئی بیر نہیں تھا، میرا دشمن صرف پورن لال تھا، میں صرف اس سے اپنے انتقام کا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔

”میری تلاش تھی؟“ پورن لال میرا جواب سن کر زہر خند سے بولا۔ ”کوہر بھپاری، تم کیا چاہتے ہو؟ کیا گرو کی سہانتا کی ضرورت تمہیں کالی کے پوتر چرنوں تک گھسیٹ لائی ہے؟ مجھ سے اپنی پتا بیان کرو بالک میں تمہاری سہانتا اوش کروں گا پر تو ایک بات کا دھیان رہے، تمہارے من کا اجلا ہونا ضروری ہے۔“

”پورن لال، میں تم سے تنہائی میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”مورکھ -----“ اچانک پورن لال کرخت آواز میں بولا۔ ”یہ کالی کا استھان ہے، یہاں صرف کالی کا راج ہے، مائی کی آگیا کے بغیر یہاں کا ایک کنکر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا، اگر تو یہاں بھی مجھ جیسے مہمان پنڈت سے ٹکرانے کی آشا من میں لیکر آیا ہے تو یہ تیری بھول ہے، تو نے شیر کی کھار میں پگ دھر کے اپنی موت کو آواز دی ہے، یہاں میری مہمان شکتی تجھے چٹکی بجاتے میں جلا کر بھسم کر دے گی، دیوی کے استھان پر تیرے دھرماتماؤں کی نہیں چل سکے گی مورکھ!“ پورن لال غصہ میں لال پیلا ہو رہا تھا، اس کی آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا راج تھا، میں اس ناپاک پجاری کو پلٹ کر کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ وہ ایک لمبی سانس لیکر پھرے ہوئے انداز میں اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا ”اگر اس کلنگنی لاجوتی نے تیری سہانتا نہ کی ہوتی تو میں اب تک تیرا کریا کرم کر چکا ہوتا، اس پاپن نے تیرے کارن مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی تھی، میں نے اسے مار ڈالا، اس کی آتما اس سے زکھ میں جل رہی ہو گی، دیوی دیوتاؤں کا سراپ اسے زکھ میں سدا بیاکل رکھے گا، وہ تیرے پلید شریر کی بھوک تھی۔ میں اب تجھے بھی اس کے پاس زکھ میں



”تم۔۔۔۔۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، دیوتا میری سہانتا کریں گے۔“

پورن لال نے ہڈیاں بکنا شروع کر دی۔ ”میں نے مہمانِ فحشتی پر اپت کی ہے، میں کالی کا سیوک ہوں، ہنومان کا سراپ تجھے نشٹ کر دے گا! شیدو شکر مہاراج کی فحشتی اپرم پار ہے، تو پلید کتوں کی طرح گندی نالیوں میں اپنا جیون بتانے پر مجبور ہو جائے گا، پورن لال مہمان ہے، سے تجھے بتائے گا کہ ہم دونوں میں کس کا دھرم زیادہ تر ہے۔ ہماری دیوتا دیوتا تیرے دھرمتماؤں کو.....“

”یہ انیائے ہو گا۔“ پورن لال نے ہونٹ کاٹتے ہوئے خشک آواز میں کہا۔ ”اگر تم بلوان ہو تو تمہیں یہ ادھیکار نہیں کہ دوسروں کے دھرم کا مذاق اڑاؤ۔ کسی منٹ کو خشکی کے زور سے دھرم بدلنے پر مجبور کرنا گھور پاپ ہے شبیر حسن خاں۔“

میں سنبھل نہ سکا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ذہنی طور پر معطل ہونے سے قبل لوبان کی خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا اس کے بعد ہر سمت تاریکی چھا گئی۔ میں کتنی دیر بیہوش رہا مجھے ٹھیک طور پر اس کا احساس نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ جب اندھیرا دور ہوا تو میں نے خود کو ایک سنگلاخ اور ناہموار زمین پر پڑا پایا۔ میرے ذہن پر اب بھی ہلکی ہلکی غنودگی طاری تھی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو جسم میں جھرجھری آگئی، میرے سامنے اس وقت وہی بزرگ موجود تھے جنہوں نے مجھے کفر کے راستوں سے دور کیا تھا۔ لوبان کی تیز منک میرے وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ مجھ پر اس وقت جو کیفیتیں طاری تھیں وہ عجیب و غریب تھیں۔ میں عقیدت بھری نظروں سے بزرگ کو دیکھ رہا تھا کہ بزرگ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ ”شیر حسن خاں“ مجھے خوشی ہے کہ تم اب راہ راست پر گامزن ہو، خدا تمہارے اوپر اپنا رحم و کرم نازل کرے۔“

”یہ سب آپ کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے اے بزرگ!“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”آپ نے میری خضر منزلت کی ہے، میں گمراہ ہو چکا تھا، بھٹک گیا تھا، کفر کی ناپاک سازشوں نے مجھے گھیر رکھا تھا۔“

”گھبراؤ نہیں میرے بچے، توبہ کے دروازے ابھی تمہارے اوپر بند نہیں ہوئے۔“ بزرگ نے نرم لہجہ میں جواب دیا۔ ”قدرت کو جو منظور تھا وہ پورا ہوا اب تمہیں تدبیر سے کام لینا ہو گا۔“ اجداد کی مقدس روح نے تمہاری رہنمائی کی ہے، یہ اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ تم اپنے گمراہی میں کامیاب ہوئے، تم نے پورن لال کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا وہ اسلام کے عین مطابق تھا۔ یہی طریق تمہیں گویاں داس کے ساتھ بھی اختیار کرنا ہو گا اس کے بعد تمہیں اپنا راستہ بنانا ہو گا۔“

”اے نیک اور مقدس بزرگ، آپکی عنایتیں بیشمار ہیں۔“ میں نے بڑی عقیدت سے کہا۔ ”کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور کیونکر آپ نے مجھ گنہگار کو اس کرم نوازی کے لائق سمجھا۔“

”ان چکروں میں مت پڑو میرے بچے، یہاں کوئی کام رضائے الہی کے بغیر ممکن نہیں، انسان کی نیت صاف ہو تو اسباب غیب سے رونما ہو جاتے ہیں۔“ بزرگ نے اپنے ہاتھ میں دبی تسبیح کے دانوں پر انگلیاں گھماتے ہوئے جواب دیا۔ ”ابھی تمہیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے ایک محاذ اور سر کرنا ہے۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ آنے والا وقت تمہیں بتائے گا۔“

”کہیں۔“ میں پوری قوت سے چلایا پھر میں نے اپنے موکل کو اشارہ کیا تو اس نے اپنی گرفت پورن لال کی گردن پر اور تنگ کر دی، پورن لال کی آواز اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئی، اس کے چہرے پر مردنی چھا رہی تھی، اچانک پورن لال کا جسم ہوا میں معلق ہو گیا۔ میرے موکل نے اسے گردن سے پکڑ رکھا تھا۔ پورن لال کی حالت مضحکہ خیز تھی، اس کی آنکھیں حلقوں میں دہشتناک طور پر پھٹی پھٹی نظر آ رہی تھیں۔ کئی سے باہر نکل کر میں دوسری سمت بڑھ گیا لیکن میری آنکھیں بدستور پورن لال پر مرکوز تھیں جو فضا میں معلق ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس پر اسرار کیفیت نے قرب و جوار میں گھونسنے پھرنے والے پنڈت پجاریوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، دیکھتے ہی دیکھتے پورن لال کے گرد اچھا خاصا جھوم اکٹھا ہو گیا کچھ تماشائی دور رہے، لوگوں میں چہ گوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔ چند پجاری مندر کے اندر بلند سیڑھیوں پر کھڑے حالات کا جائزہ لے رہے تھے، میں قدم بڑھاتا مجمع سے خلاصہ دور نکل آیا پھر ایک جگہ رک کر میں نے مندر کی جانب نظر ڈالی تو وہاں پنڈت پجاریوں اور دوسرے تماشائیوں کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہو چکا تھا۔ میرے لئے اب پورن لال کا وجود ناقابل برداشت تھا چنانچہ میں نے موکل کو یاد کر کے اسے آخری ہدایت کر دی، دوسرے ہی لمحے پورن لال یکھٹ فضا میں یوں اوپر کی جانب اچھلا جیسے کسی مادرائی قوت نے اسے اچھال دیا ہو، اوپر پہنچ کر اس نے قلابازی کھائی پھر بلندی سے سر کے بل نیچے آیا، پنڈت پجاری خوفناک انداز میں چیختے چلاتے ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجمع کافی کی طرح پھٹ گیا میں دور ہونے کے سبب پورن لال کا عبرتناک انجام نہ دیکھ سکا مگر جو منظر دور سے نظر آ رہا تھا وہ بھی بڑا روح فرسا تھا۔ مندر کی بیرونی سیڑھیوں پر خون، پانی کی طرح بہتا نظر آ رہا تھا۔ پورن لال کی لاش یقینی طور پر مسخ ہو چکی تھی۔ میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا، موکل کو رخصت کر کے میں شہر کی جانب چل پڑا، مجھے پورن لال کی موت پر خوشی تھی، میرا ایک دشمن کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا۔ اب مجھے گویاں داس سے نمٹنا تھا لیکن اس سے پہلے نغمہ کی تلاش بھی ضروری تھی۔ نہ جانے وہ کس حال میں تھی اور کہاں تھی؟ میرا ذہن نغمہ میں الجھ گیا، شہر کی حدود میں داخل ہو کر میں نے سوچا کیوں نہ موکل سے نغمہ کا پتہ دریافت کروں اور اس کی مدد سے گوہر مقصود تک پہنچوں۔ ابھی یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا ہی تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ذہن ڈوب رہا ہو۔ میرے اعصاب پر نشے کی سی کیفیت طاری ہو رہی تھی، مجھے اپنے چاروں طرف دھند پھیلتی نظر آ رہی تھی میں نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر بیہوشی کے اثرات اس قدر تیزی سے مجھ پر طاری ہوئے کہ

دیوی کی اچھا کے انوسار تجھے شاکر چکا ہوں، پر تو شاید سیدھی طرح نہیں مانے گا۔  
 ”ہمارا ض کیوں ہوتے ہو مہاراج، سیوا کرنا کوئی پاپ تو نہیں۔“ میں نے سنجیدگی سے  
 جواب دیا پھر بولا۔ ”کیا یہ ممکن نہیں گویا داس جی کہ تم منزل سے باہر آکر مجھ سے باتیں  
 کرو۔“

”نادان مت بن مورکھ“ میں پھر کہتا ہوں کہ یہاں سے بھاگ جا تیرے پلید قدم میرے  
 استھان کو گندا کر رہے ہیں۔“ گویا داس نے حقارت سے کہا۔ ”شیو شکر مہاراج کی سوگند  
 گر تو نے اب بھی میری آگیا کا پالنہ نہ کیا تو میں تجھے ایسا سراپ دوں گا کہ تیری آتما بھی  
 سدا بیاکل رہے گی۔“

”اس دھیان کو من سے نکال دو گویا داس جی۔“ میں نے درشت لہجہ اختیار کیا۔  
 اب تمہارے دیوی دیوتاؤں کا رعب مجھ پر نہیں چلے گا، میں اس وقت منوہر لال کی حیثیت  
 سے نہیں بلکہ شبیر حسن خاں کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔ اگر مرد ہو تو منزل سے باہر آ  
 کر بات کرو، میں تمہارا کچھ پچھلا حساب بیاقی کرنا چاہتا ہوں۔“

”اچھا دی، تیری یہ مجال کہ تو گویا داس سے آنکھ ملا رہا ہے، گویا داس غراتا ہوا  
 اٹھ کھڑا ہوا، گرج کر بولا۔ ”مسلے“ میں آج تجھے بتاؤں گا کہ میں کس شکتی کا مالک ہوں،  
 پورن لال نے شاید تجھے بہت ڈھیل دے رکھی ہے۔“

”نیکو اس بند کر پتھر کے پجاری۔“ میں نے بھی آپے سے باہر ہو کر کہا۔ ”اگر تجھے اپنی  
 شکتی پر گھمنڈ ہے تو میرے مقابلے پر آ، میں بھی تجھے بتاؤں گا کہ کون کتنے پانی میں ہے،  
 تیری حیثیت کیا ہے؟“ گویا داس میرا جواب سن کر میری جانب بڑھا، منزل سے نکلتے ہی  
 اس نے مجھ پر وار کیا، اس کے منتر کے بیروں نے میرے اوپر آگ کے شعلے برسانے شروع  
 کر دیے لیکن وہ دہکتی ہوئی آگ میرے قریب نہ آسکی، پھیرے ہوئے، طے میری جانب لپکتے  
 پھر از خود راستے سے واپس پلٹ جاتے۔ گویا داس نے اٹا پاؤں زور سے زمین پر مارا تو  
 آگ کے شعلے لیکھت غائب ہو گئے اور مجھ پر خطرناک درندوں نے نمودار ہو کر حملہ کیا  
 لیکن ان کا بھی وہی انجام ہوا۔ گویا داس نے اپنا دوسرا حملہ بھی ناکام دیکھا تو پھر دوسرا  
 پاؤں زمین پر مارا۔ اس کے منتر کے خطرناک بیر آنا، فنا“ میری نظروں سے اوجھل ہو  
 گئے۔ میں نے گویا داس کو چڑانے کی خاطر کہا۔ ”مہاراج، میری مانو تو اب اپنی لمبی چٹیا  
 مونڈ ڈالو اور میری طرح مسلمان بن جاؤ، پتھروں پھر بھروسہ کرنا تمہاری حماقت ہے۔“ گویا  
 داس جو غصہ سے پاگل ہو رہا تھا میرا جواب سن کر اور بھڑک اٹھا، اس نے تیزی سے کوئی

میری نظریں اس بزرگ کے چہرے پر مرکوز تھیں جو مجسم نور نظر آ رہا تھا، میں اس  
 نیک بزرگ کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا۔ ایک ایک نصیحت ذہن نشین کر رہا تھا، میں  
 نے بزرگ سے گفتگو کے دوران کئی بار اس کی شخصیت کے راز سے آگاہ ہونا چاہا لیکن مجھے  
 اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے اس سے نیکمہ کی بابت دہی زبان میں دریافت  
 کیا، بزرگ نے بڑی شفقت سے مجھے محض اتنا بتایا کہ نیکمہ خیریت سے ہے اور میں بہت  
 جلد اسے دوبارہ پالوں گا اتنا کہہ کر وہ نیک مرد میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں ہڑبدا کر  
 تیزی سے اٹھا قرب و جوار پر نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ اس وقت پہاڑ کے کسی ویران گوشے  
 میں موجود ہوں۔ کچھ دیر کے لئے میں گھبرا گیا مگر جب غور کیا تو میرے خون کی حدت تیز ہو  
 گئی۔ میں اس وقت ہالیہ کی ترائی میں اس مقام سے کچھ دور کھڑا تھا جہاں میں نے ایک غار  
 میں داخل ہو کر گویا داس سے ٹکرانے کی کوشش کی تھی اور ان تمام قوتوں کو کھو بیٹھا تھا  
 جو مجھے دیوی دیوتاؤں نے عارضی طور پر دے رکھی تھیں۔ میرا دل دھڑکنے لگا، انتقام کی  
 آگ روشن ہو کر بھڑکنے لگی، نیک بزرگ نے مجھے اس مقام تک پہنچا دیا تھا جو میرا آخری  
 محاذ تھا۔ اسے سر کرنے کے بعد میری منزل آسان تھی، میرے قدم اس غار کے دہانے کی  
 جانب اٹھنے لگے جو گویا داس کا مسکن تھا!

میں غار میں داخل ہوا تو گویا داس وہاں منزل میں بیٹھا کسی جاپ میں محو تھا۔ مجھے  
 اس بات کا بخوبی علم تھا کہ منزل میں داخل ہونا میرے لئے خطرناک تھا لیکن اب مجھ میں  
 صبر کی تاب کہاں تھی، میں جلد از جلد گویا داس کو بھی ٹھکانے لگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔  
 چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ قدم آگے بڑھانے شروع کئے ابھی میں منزل سے دور ہی تھا کہ  
 صندلی خوشبو کا ایک تیز جھونکا غار میں داخل ہوا اس کے ساتھ ہی گویا داس نے یوں  
 اچانک بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں جیسے کسی نے اسے سوتے سے اچانک جھنجھوڑ کر جگا دیا  
 ہو۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرے کے تاثرات یکلفت  
 غصہناک ہو گئے تھے۔ اس نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورا پھر بگڑتے ہوئے بولا۔ ”  
 پاپی تو پھر میرے جاپ میں روڑا اٹکانے آگیا۔ جا چلا جا یہاں سے، بھاگ جا نہیں تو تیرا  
 انجام بھیانک ہو گا۔“

”میں اس سے تمہاری سیوا کرنے آیا ہوں گویا داس جی مہاراج!“ میں نے زہر خند  
 سے کہا۔ ”دھر ماتماؤں کی یہی مرضی ہے۔“  
 ”مورکھ“ تو آگ سے کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔“ گویا داس کڑک بولا۔ ”یکبار میں

منتر پڑھ کر زور سے تالی بجائی، اس کا تالی بجانا تھا کہ بھیا تک آواز سے پورا غار دہل اٹھا بڑے بڑے پتھر روٹی کے گالوں کی طرح اڑاڑ کر میری جانب آئے۔ مگر میرے موکل نے اس بلا سے بھی مجھے محفوظ رکھا۔ گوپال داس بری طرح تلملا رہا تھا، میں نے سنجیدگی سے کہا ”تمہارے یہ چیتکار اب بیکار ہیں گوپال داس، تم اگر چاہو تو اپنے دھرماتماؤں کو مقابلے پر بلا لو پھر بھی تمہیں مایوسی ہوگی۔ نجات چاہتے ہو تو مسلمان بننے کا اقرار کر لو، میں عہد کرتا ہوں کہ تمہیں معاف کر دوں گا، دوسری صورت میں تمہاری موت بڑی عبرتناک ہوگی، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔“

گوپال داس جو پے در پے نا کامیوں کی وجہ سے بری طرح تلملا رہا تھا، میرا فیصلہ سن کر لال پیلا ہو گیا۔ فوری طور پر اس نے مجھ پر ایک آخری حملہ کر ڈالا، اس بار اس کے ہیر جنگلی سور کے روپ میں نمودار ہو کر میری جانب لپکے۔ میرے لئے اب برداشت کرنا ناممکن تھا، میں نے اپنے موکل کو دل ہی دل میں ہدایت دی کہ ایک سور کے علاوہ تمام سوروں کو فٹا کر دیا جائے۔ میرا دل میں یہ سوچتا تھا کہ ایک سور کے سوا باقی تمام سور زمین پر منہ کے بل گرے اور آگ کے شعلوں نے نمودار ہو کر انھیں پلک جھپکتے میں کانڈ کی طرح جلا کر رکھ دیا، گوپال داس اپنے بیروں کا یہ انجام دیکھ کر چونکا لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کرتا آخری سور نے اپنے کھر زمین پر مارے پھر دندناتا ہوا آگے بڑھا اور ایک ہی جھلے میں گوپال داس کا پیٹ چاک کر ڈالا، وہ منظر انتہائی خوفناک تھا۔ گوپال داس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔ وہ کرناک آواز میں چیختا ہوا بھاگا لیکن دوسرے ہی لمحے خونی درندے نے دوسرا حملہ کیا اور گوپال داس کو سر مار کر اتنی زور سے اچھالا کہ وہ اڑتا ہوا جا کر سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرایا، ٹکراتی شدید تھی کہ اس کا سر درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور بھیجا باہر نکل کر ترپنے لگا۔ گوپال داس کی آخری چیخ اتنی شدید تھی کہ میں نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ دوسری بار کچھ توقف سے آنکھیں کھولیں تو وہ خونی درندہ غائب تھا اور گوپال داس کی ادھڑی ہوئی لاش غار میں بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ میرا موکل ادب سے میرے سامنے کھڑا میرے دوسرے حکم کا منتظر تھا۔ ”معا“ مجھے ساجدہ سے کئے ہوئے وعدہ کا خیال آیا، میں نے اس کی مقدس روح سے عہد کیا تھا کہ اپنے دشمنوں کو فٹا کرنے کے بعد موکل کو آزاد کر دوں گا میں ایک لمحہ کو ہچکچایا، مجھے ابھی نعیہ کی تلاش بھی کرنی تھی، فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا میرے لئے دشوار تھا، میں نے ذہن پر زور دیا پھر موکل کو مخاطب کر کے بولا ”میری خواہش ہے کہ تم مجھے اس بزرگ تک پہنچاؤ“

دو جس نے میری رہنمائی کی تھی اس کے بعد تم آزاد ہو گے۔“ ابھی میں نے اپنا جملہ ختم ہی کیا تھا کہ خوفناک ہواؤں نے غار میں داخل ہو کر مجھے اپنے بھنور میں لے لیا۔ گرد و غبار کی وجہ سے میں نے بوکھلا کر آنکھیں بند کر لیں۔ آندھی اتنی شدید تھی کہ میرے لئے سانس لینا بھی دشوار تھا۔ میں آنکھیں بند کئے ہاتھ سے ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا تو مجھے احساس ہوا کہ میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے، پھر میں کہاں تھا؟ اس خیال نے مجھے خوفزدہ کر دیا، میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، ہوا کی شدت میرے آنکھیں کھولنے ہی ختم ہو گئی لیکن میرے چاروں طرف اس قدر گھٹا ٹوپ اندھیرا طاری تھا کہ میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں زمین پر کھڑا ہوں مگر وہ کونسی جگہ تھی؟ اچانک میں روشنی سے اندھیرے میں کس طرح آگیا؟ وہ آندھی کیسی تھی جس نے مجھے تنکے کی طرح اڑا دیا تھا؟ میرا موکل کہاں گیا؟ کیا اسے میری خواہش منظور نہیں تھی؟ میرا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا کہ اچانک تاریکی میں ایک مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”شبیر حسن خاں، میرے بچے، غور سے میری سمت دیکھو میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔“

اس آواز کو سن کر میرے بدن میں جھرجھری آگئی میں نے پلٹ کر بائیں جانب دیکھا تو وہی نیک مرد میرے سامنے کھڑے تھے جنہوں نے مجھے کفر کے راستوں سے ہٹایا تھا۔ ان کے چہرے پر نور برس رہا تھا، اس وقت بھی وہ سرتاپا سفید لباس میں ملبوس تھے، تعجب خیز بات یہ تھی کہ صرف اس نیک بزرگ کا جسم روشنی میں تھا اور باقی تمام چیزیں گھپ اندھیرے میں تھیں، میں ابھی ششدر ہو رہا تھا کہ بزرگ نے کہا۔

”تم نے مجھ سے ملنے کی خواہش کی تھی، میں تمہارے سامنے موجود ہوں، کو تم کیا چاہتے ہو؟“

”اے نیک بزرگ میں نے اپنا آخری محاذ سر کر لیا، اب مجھے نعیہ کی تلاش ہے، اس ضمن میں بھی میری رہبری کیجئے۔“ میں نے دلی زبان میں درخواست کی پھر جلدی سے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ”میں یہ بھی جانتا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔“

”میں کون ہوں یہ جاننے کی کوشش مت کرو، اس کیلئے تمہیں بڑی عبادت اور ریاضت کی ضرورت ہے، فی الحال تم صرف اتنا سمجھ لو کہ میں خداوند کریم کے حکم پر تم کو

”کس سوچ میں کم ہو شبیر! ایسی نظروں سے مجھے کیوں گھور رہے ہو۔“  
 ”نیمہ۔۔۔۔۔“ میں نے لرزتی ہوئی آواز سے کہا۔ ”کیس میں کوئی خواب تو  
 نہ دیکھ رہا۔“  
 ”خواب۔۔۔۔۔“ نیمہ نے متعجب لہجے میں کہا۔ ”کیسا خواب شبیر! تم آج یہ  
 ہی باتیں کر رہے ہو۔“

”مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا نیمہ! تم آسانی سے دوبارہ۔۔۔۔۔“ میں اپنا جملہ  
 ملل کرنے سے پیشتر ہی چوک پڑا۔ یکثرت مجھے بزرگ کی تاکید یاد آگئی، اس نیک مرد نے  
 مجھے سختی سے ہدایت کی تھی کہ میں نیمہ کو بھولی باتیں یاد دلانے کی کوشش کبھی نہ کروں۔  
 میں نے بزرگ کا خیال آتے ہی جلدی سے اپنے ہونٹ بند کر لئے پھر نیمہ کا ہاتھ تھام کر  
 اسے محسوس کرتے ہوئے ایک سرد آہ بھری تو نیمہ چڑ گئی، ہاتھ چھڑاتے ہوئے تنگ کر  
 بولی۔

”میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم بدلتے جا رہے ہو، تمہیں اب مجھے پریشان کر کے  
 خوشی محسوس ہوتی ہے۔“

نیمہ کو ناراض ہوتا دیکھ کر میں تیزی سے اٹھا اور دیوانہ وار اسے اپنے بازوؤں میں  
 لیتے ہوئے بولا۔ ”ایسا مت کہو نیمہ! تمہیں پالینے کے بعد اب مجھے دنیا کی کسی اور شے کی  
 خواہش نہیں رہی، تمہاری قدر و منزلت میری نظروں میں پہلے سے کہیں زیادہ ہے، اب میں  
 ایک لمحہ بھی تمہارے قرب سے دور رہ کر نہیں گزار سکتا۔“

نیمہ نے میرا جواب سن کر حیرت اور وضاحت طلب نظروں سے میری جانب دیکھا،  
 لیکن میری آنکھوں میں جذبات کی شدت دیکھ کر چھوٹی موٹی کے معصوم پودے کی طرح  
 اپنے وجود میں سمٹ جانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ ماضی کی تلخ یادوں اور گمراہی کے  
 راستوں پر گزرے ہوئے دنوں کی تمام باتیں یکسر بھول چکی تھی، میں نے اسے کریدنا  
 مناسب نہیں سمجھا۔ اول تو اس لئے کہ اس سلسلے میں بزرگ نے مجھے منع کر دیا تھا اور اس  
 لئے بھی کہ میں خود بھی اپنے ماضی کے اندھیروں میں نہیں جھانکنا چاہتا تھا۔ میں ماضی کے  
 درپچوں کو بند کر کے نیک بزرگ کے بخشے ہوئے نور سے اپنی زندگی کو از سر نو سنوارنا چاہتا  
 تھا۔

آج اس واقعہ کو تقریباً پینتالیس سال بیت چکے ہیں، نیمہ آج بھی میری شریک سفر  
 ہے۔ لیکن وہ مطلق نہیں جانتی کہ میں شبیر حسن خاں کے بجائے کبھی منوہر لال بھی تھا۔

سچائی کا راستہ دکھانے پر معمور کیا گیا تھا۔“ بزرگ نے بڑی نرمی اور شفقت سے جواب دیا  
 پھر کہا۔ ”نیمہ کے سلسلے میں میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اب اسے پورا کرنا میرا فرض  
 ہے، تم چند لمحوں کیلئے اپنی آنکھیں بند کر لو، خدا نے چاہا تو تم اپنے گویہر مقصود کو بھی پالو  
 گے لیکن میری ایک ہدایت کا خیال رکھنا، نیمہ کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلانے کی کوشش کبھی  
 نہ کرنا۔“

بزرگ کی ہدایت پر میں نے اپنی آنکھیں دوبارہ بند کر لیں، میرا دل زور زور سے  
 دھڑک رہا تھا، نیمہ کی دید کے تصور نے میرا برا حال کر دیا تھا، مجھے یقین تھا کہ پھر کوئی معجزہ  
 رونما ہو گا اور میں اپنی منزل پالوں گا۔ اس وقت میرے دل و دماغ کی جو کیفیت تھی اسے  
 الفاظ میں بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ میں سختی سے آنکھیں بند کئے آنے والی  
 خوشگوار گھڑیوں کا خطرہ تھا کہ اچانک ایک مانوس سی آواز سن کر میرا دل دھڑکنے لگا، مجھے اپنی  
 قوت سماعت پر شبہ ہو رہا تھا۔ ابھی مجھے بزرگ کی ہدایت پر آنکھیں بند کئے لمحوں کی دیر  
 ہوئی تھی۔ اتنی جلدی نیمہ کو پالیتا میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا، میں نے سوچا، کیس  
 میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ نیمہ کو پالینے کے تصور نے کہیں اس کی آوازوں کو میرے ذہن  
 میں صدائے بازگشت بن کر گونجنے پر مجبور تو نہیں کر دیا، میرے کان بج تو نہیں رہے۔  
 میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز سے تر ہونے لگیں میں بدستور آنکھیں بند کئے تھا کہ پھر  
 وہی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”شبیر! آنکھیں کھولو، کب تک سونے کا ارادہ ہے۔“

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے آنکھیں کھولیں تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں  
 ششدر رہ گیا۔ اس وقت میں متھرا میں شبن مرزا والے مکان میں ایک پلنگ پر دراز تھا  
 اور نیمہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس میرے سامنے موجود تھی، صبح کلاب کے پر نور  
 اجالوں نے اس کے حسن کو جلا بخشی تھی۔ وہ مجسم قیامت بنی میرے قریب کھڑی مجھے پیار  
 بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میری کیفیت اس وقت اتر ہو رہی تھی۔ ہوش میں ہونے  
 کے باوجود مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بزرگ کے معجزے نے مجھے سکتے کی  
 حالت سے دو چار کر دیا تھا، کبھی میں نیمہ کو حیرت بھری نظروں سے دیکھتا اور کبھی شبن مرزا  
 کے اس مکان کے در و دیوار کو تعجب خیز نظروں سے گھورنے لگتا جہاں سے میری زندگی میں  
 ایک انقلاب آیا تھا، گزری ہوئی باتیں میرے ذہن کو الجھا رہی تھیں، میں چپ تھا، نیمہ  
 نے میری خاموشی سے اکتاتے ہوئے کہا۔

www.allpdfstuff.blogspot.com

For more books please visit <http://www.allpdfstuff.blogspot.com>

میں اس نیک مرد کا احسان مند ہوں جنہوں نے گمراہی کے راستوں پر میری خضر منزلت کی، مجھے سچائی کے راستوں پر گامزن کیا، میرے دل کے سیہ خانوں میں نور الہی کی وہ شمع روشن کر دی جس سے میرا دل آج بھی منور ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ بزرگ مجھے نہ ملتے تو کیا ہوتا؟ نعيمہ مجھے خیالات میں مستغرق دیکھ کر اس کا سبب دریافت کرتی ہے تو میں اسے بڑی خوبصورتی سے ٹال جاتا ہوں!!



www.allpdfstuff.blogspot.com

اُردو کے منفرد اور صاحب طرز ادیب قمر اجٹالوی  
کا ایک انتہائی پُر اسرار سنسنی خیز اور تجر خیز ناول

## مقدس مورتی

وہ جیون بھید کیا تھا۔ جس کی خاطر ساؤ خاندان تین صدیوں تک نسل در نسل بودھ کی ایک مورتی کو تلاش کرتا رہا؟

تھاگت بدھ کے فلسفہ نروان اور بودھ تاریخ و آثار کے پس منظر میں بودھ گیانی تھارو کشپ کی لرزہ خیز آب جیتی جسے پڑھ کر آپ رائیڈر بیکرڈ کی کہانیوں کو بھول جائیں گے۔ دو شیزہ ایوارڈ یافتہ شاہکار

قیمت: حصہ اول -/200 حصہ دوم -/200

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2